وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا؟

# تفسیر ابن کثیر اردو

۲۲

علامہ ابن کثیرؒ

ناشر
مکتبہ فیض القرآن دیوبند یوپی

تفسیر ابن کثیر اور تفہیم البخاری کے دو اہم پروگراموں کے ساتھ مکتبہ فیض القرآن دیوبند کی تیسری مایہ ناز پیشکش

# جدید تفسیر حقانی معہ حواشی و اضافات

مصنفہ: عمدۃ المحدثین فخر المفسرین شیخ العلامہ حضرت مولانا عبد الحق صاحب حقانی دہلوی رح

قرآن کی خدمت ایک سعادت، اس میں تعاون تازگی ایمان کی علامت ہے۔ قرآن مسلمان کی زندگی کا امام، سرچشمہ خیر و برکت، کتاب ہدایت اور تمام احکام اسلامی کا ایک مجموعہ قانون ہے۔ ہمنے محض اسلام کی خدمت کے نقطہ نظر سے دور حاضر کی ایک بڑی ضرورت کو مکمل کرنے والی تفسیر کا آپ کیلئے انتخاب کیا ہے۔ یہ تفسیر مشہور مفسر علامہ حقانی رح کے علوم قرآنی کا ایک کامیاب و نادر ذخیرہ ہے جس میں سلیس با محاورہ اردو ترجمہ، روایات صحیحہ معہ حوالہ کتب، ربط آیات، ترکیب، شان نزول، مستند قصص و واقعات اور جملہ مسائل ضروریہ یکجا جمع کردیے گئے ہیں، اس تفسیر میں مخالفین اسلام کے جملہ اعتراضات پر دندان شکن مکمل و مدلل جوابات جو دور حاضر کے ذہنوں کی صحیح معنوں میں عکاسی کرتے ہیں موجود ہیں، ہمنے اس تفسیر کو عصر حاضر کے رجحانات سے زیادہ قریب کرنے اور عام مسلمانوں کے لئے اس کو مفید بنانے کے لیے حسب ذیل اضافات بھی کیے ہیں:۔

## خصوصیات

(۱) اس تفسیر کی زبان قدیم تھی جس کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں دشواری ہوتی تھی اسلئے کافی احتیاط کے ساتھ زبان میں اتنی نزاکت پیدا کردی گئی جس کی بناء پر اب یہ تفسیر نہایت سہل و دلکش ہوگئی، نیز عنوانات کا اضافہ جس کی وجہ سے مختلف مضامین ایک دوسرے ممتاز ہوگئے ہیں (۲) علامہ حقانی نے زیادہ تر عیسائیت اور نیچریت کی تردید میں زور قلم صرف کیا ہے، جدید تفسیر حقانی میں اس کے علاوہ موجودہ وقت کے تمام گمراہ فرقوں کے باطل خیالات کی تردید بھی کردی گئی ہے جس کی وجہ سے اب اس تفسیر کی افادیت کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔ (۳) کیونکہ مفسر فاضل کے پیش نظر عیسائیت اور نیچریت کی تردید تھی اسلئے ان کا قلم لطائف قرآنی کو چھوڑتا چلا گیا۔ جدید تفسیر میں ان تمام لطائف و نکات کو اس طرح سمیٹ لیا گیا کہ اس تفسیر کے بعد آپ کسی اور تفسیر کے ہرگز محتاج نہ رہیں گے (۴) علمائے دیوبند اور قرآنی علوم کے ماہرین کی اچھوتی تحقیقات کے ساتھ ساتھ مولانا آزاد اور دور حاضر کے ان کامیاب مفسرین کی تحقیقات کے جابجا خلاصے، نیز فخر رازی اور طنطاوی کے مایہ ناز انکشافات اس طرح سمیٹ لیے گئے کہ اب آپ کو تفسیر رازی اور طنطاوی کی طویل جلدوں کا مطالعہ غیر ضروری معلوم ہوگا۔

## پروگرام

مکمل تفسیر حقانی ۳۵ جزوں میں شائع کی جائے گی، ہر جز کی ضخامت وسطاً ایک سو صفحات ہوگی، جو ہر ماہ ایک ایک جز کی شکل میں چھپے گی سائز ۲۰×۳۰/۸ کاغذ عمدہ سفید، کتابت و طباعت معیاری، ٹائٹل رنگین، ہدیہ فی جز ایک روپیہ پچیس نئے پیسے علاوہ ڈاک خرچ ہوگا، یہ رعایت صرف ممبران کے لئے مخصوص ہے، عام ہدیہ دو روپیہ فی جز ہوگا۔ اس سلسلہ کی دائمی شرکت کیلئے ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرماکر ممبر بن جائیے۔ ممبران کی خدمت میں ہر ماہ جدید تفسیر حقانی کا ایک ایک جز معہ ڈاک خرچ بذریعہ وی، پی مبلغ دو روپے ارسال کیاجاتا رہیگا، لیکن اگر آپ پانچ دوست مل کر ہر جز کے ہمراہ پانچ نسخے یکجا طلب فرمائینگے تو رعایتی وی، پی معہ ڈاک خرچ آٹھ روپے کی ارسال ہوگی۔

آپ کے پرخلوص تعاون کا منتظر: مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور یوپی

# تفسیر ابنِ کثیرؒ (اردو)

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اسکے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں

مُصنّفہ

علّامہ ابنِ کثیرؒ

ترجمۂ قرآن پاک

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حواشی و اضافات

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دار العلوم دیوبند ابنِ حضرت مولانا علّامہ سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ سابق محدّث دار العلوم دیوبند

جزو ۲۳ — پارہ ۲۲

ناشِر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

# تفسیر ابن کثیر (اُردو)



## مکتبہ فیض القرآن دیوبند (یو۔پی)

آپ کی علمی، عصری اور اسلامی ضرورتوں کو پورا کرنے والا، اور
صحیح قرآن کریم و پارہ ہائے قرآن مجید، مستند و مفید تفاسیر اور
اسلامی کتب کو فراہم و شائع کرنے والا اپنی نوعیت کا واحد مرکز
ہے۔ اس کی کامیابی و کامرانی کا راز آپ کی مخلصانہ خدمات
میں پوشیدہ ہے۔

ناظم کتبخانہ

طبع اول ............ دو ہزار
مطبوعہ ....... نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند
ہدیہ ......... دو روپے

# فہرست مضامین تفسیر ابن کثیر اُردو پارہ ۲۲ ج ۲۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ

اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دہرا دیں گے

وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

اور ہم نے اس کے لئے ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔

## اہل بیت سے ایک وعدہ

اس آیت میں اللہ تعالےٰ اپنے فضل کا بیان فرما رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ سے خطاب کرکے فرما رہا ہے کہ تمہاری اطاعت گزاری اور نیکوکاری پر تمہیں دُگنا اجر ہے اور تمہارے لئے جنت میں باعزت روزی ہے کیونکہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی منزل میں ہوں گی اور حضورؐ کی منزل اعلیٰ علیین میں ہے جو تمام لوگوں سے بالاتر ہے اسی کا نام وسیلہ ہے یہ جنت کی سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچی منزل ہے جس کی چھت عرشِ خدا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

اے نبی کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو

فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

(اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ

زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور

أَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اللہ تعالے کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ

ظاہر و باطنا) پاک و صاف رکھے اور تم ان آیات الٰہیہ کو اور اس علم (احکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ ع

بیشک اللہ راز داں ہے پورا خبر دار ہے۔

## کچھ خاص احکام

اللہ تعالے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو آداب سکھاتا ہے اور چونکہ تمام عورتیں انہی کے ماتحت ہیں اس لئے یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔ پس فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو پرہیزگاری کریں وہ بہت بڑی فضیلت اور مرتبے والی ہیں۔ مردوں سے جب تمہیں کوئی بات کرنی پڑے تو آواز بنا کر بات نہ کرو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے انھیں طمع پیدا ہو بلکہ صاف اچھی اور مطابق دستور کرو۔ پس عورتوں کو غیر مردوں سے نزاکت کے ساتھ خوش آوازی کے ساتھ باتیں کرنی منع ہیں۔ ہاں بل کر وہ صرف اپنے خاوندوں سے ہی کلام کر سکتی ہیں پھر فرمایا بغیر کسی ضروری کام کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ مسجد میں نماز کے لئے آنا بھی شرعی ضرورت ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے۔ اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ لیکن انھیں چاہئے کہ جس طرح گھروں میں رہتی ہیں اسی طرح آئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں۔ بزار میں ہے کہ عورتوں نے حاضر ہو کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ اب آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتلائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت کو پا سکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔ ترمذی وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔ یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ خدا سے قریب اس وقت ہوتی ہے جب کہ یہ اپنے گھر کے اندرونی حجرے میں ہو۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے عورت کی اپنے گھر کے اندرونی کوٹھری کی نماز، گھر کی نماز سے افضل ہے اور گھر کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں اب اسلام بے پردگی کو حرام قرار دیتا ہے عـــہ۔ ناز سے اٹھلا کر چلنا ممنوع ہے۔ دوپٹیا گلے میں ڈال لیا لیکن اُسے لپیٹا نہیں، جس سے گردن اور کانوں کے زیورات دوسروں کی نظر میں آئیں۔ یہ جاہلیت کا بناؤ تھا جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ادریسؑ کے درمیان ایک ہزار سال کا زمانہ تھا۔ اس درمیان میں حضرت آدمؑ کی دو نسلیں آباد تھیں ایک تو پہاڑی پر دوسرے نرم زمین پر۔ پہاڑیوں کے مرد خوش شکل تھے عورتیں سیاہ فام تھیں اور زمین والوں کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مردوں کے رنگ سانولے تھے۔ ابلیس انسانی صورت اختیار کر کے انھیں بہکانے کے لئے نرم زمین والوں کے پاس آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنے لگا پھر اس نے بانسری کی وضع کی ایک چیز بنائی اور اُسے بجانے لگا۔ اس کی آواز پر لوگ لٹو ہو گئے اور بھیڑ لگنے لگی۔ اور ایک دن میلے کا مقرر ہو گیا جس میں ہزار ہا مرد و عورت جمع ہونے لگے۔

عـــہ آہ جس شریعت کا حکم یہ تھا آج اس شریعت کی نام لیوا لڑکیاں پردہ ظلم پر تھر کتی گاتیں اور عام مجلسوں میں شریک ہو کر، رقص و سرود کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہیں عـــہ اب بتائیے کہ موجودہ دور میں بے پردگی جو کہ ترقی کا ایک لازمہ سمجھ لیا گیا، اسی پر مولوی ٹوکتا ہے منع کرتا ہے تو ملکر بھنکر ترقی یافتہ کہتے ہیں کہ مولوی اسلام کو جانتا ہی نہیں ماڈرن اسلام ایجاد کرنے کی کوشش جو جدید حلقوں میں برابر ہو رہی ہے اسکی تان اور زد جس طرح اسلام پر ٹوٹ رہی ہے اس ظلم کی داد کس سے چاہی جائے۔

اتفاقاً ایک دن ایک پہاڑی آدمی بھی آگیا اور ان کی عورتوں کو دیکھکر واپس جاکر اپنے لوگوں میں ان کے حسن کا چرچا کرنے لگا اب وہ لوگ بکثرت آنے لگے اور شدہ شدہ ان عورتوں اور مردوں میں اختلاط بڑھ گیا اور بدکاری اور زناکاری کا عام رواج ہوگیا۔ یہی جاہلیت کا بناؤ ہے جس سے یہ آیت روک رہی ہے اِن کاموں سے روکنے کے بعد اب کچھ احکام بیان ہورہے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے اس کی پابندی کرو اور بہت اچھی طرح اسے ادا کرتی رہو۔ اسی طرح مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو یعنی زکوٰۃ نکالتی رہو اس خاص خاص احکام کی بجاآوری کا حکم دے کر پھر عام طور پر اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ اہل بیت سے ہر قسم کے مَیل کچیل کے دُور کرنے کا ارادہ کرچکا ہے وہ تمہیں بالکل پاک صاف کردے گا۔ یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسولِ خدا صلعم کی بیویاں اِن آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں اس لئے کہ یہ آیت اُنہی کے بارے میں اُتری ہے۔ آیت کا شانِ نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی، اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ حضرت عکرمہؓ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں ہی کے بارے میں خاصۃً نازل ہوئی ہے (ابن جریر) ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے اور حضرت عکرمہؓ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو چاہے مجھ سے مباہلہ کرلے یہ آیت حضورؐ کی ازواج مطہرات ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اِس قول سے اگر یہ مطلب ہے کہ شانِ نزول یہی ہے۔ اور نہیں، تو یہ ٹھیک ہے اور اگر اس سے مُراد یہ ہے کہ اہل بیت میں اور کوئی ان کے سوا داخل ہی نہیں تو اس میں تامل ہے۔ اس لئے کہ حدیثوں سے اہل بیت میں ازواج مطہرات کے سوا اوروں کا داخل ہونا بھی پایا جاتا ہے مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لئے جب نکلتے تو حضرت فاطمہؓ کے دروازے پر پہنچکر فرماتے اے اہل بیت نماز کا وقت آگیا۔ پھر اسی آیت تطہیر کی تلاوت کرتے امام ترمذیؒ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ ابن جریر کی ایک اسی حدیث میں سات مہینے کا بیان ہے۔ اس میں ایک راوی ابو داؤد اعمیٰ نفیع بن حارث کذّاب ہے۔ یہ روایت ٹھیک نہیں۔ مسند میں ہے شداد بن عمار کہتے ہیں میں ایک دفعہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔ اس وقت وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علیؓ کا ذکر ہورہا تھا وہ آپ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے میں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو مجھ سے حضرت واثلہ نے فرمایا۔ تو نے بھی حضرت علی کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے؟ میں نے کہا ہاں۔ میں نے بھی سب کی زبان میں زبان ملائی۔ تو فرمایا سُن میں نے جو دیکھا ہے تجھے سُناتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ آپ حضورؐ کی مجلس میں گئے ہوئے ہیں۔ میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی ہیں۔ دونوں بچے آپ کی اُنگلی تھامے ہوئے تھے آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو تو اپنے سامنے بٹھا لیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھالیا اور ایک کپڑے سے ڈھک لیا پھر اسی آیت کی تلاوت کرکے فرمایا۔ اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ حق دار ہیں۔ دوسری روایت میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ حضرت واثلہ فرماتے ہیں میں نے یہ دیکھ کر کہا۔ یارسول اللہؐ میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں تو بھی میرے اہل بیت میں سے ہے حضرت واثلہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی اُمید کا ہے اور روایت میں ہے حضرت واثلہ فرماتے ہیں میں حضور کے پاس تھا جو حضرت علیؓ حضرت فاطمہ حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے۔ آپ نے اپنی چادر ان پر ڈال کر فرمایا۔ اے اللہ! یہ میرے اہل وعیال ہیں یا اللہ ان سے ناپاکی کو دُور فرما اور انھیں پاک کردے۔ میں نے کہا میں بھی، آپ نے فرمایا ہاں تو بھی۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں حضورؐ میرے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہؓ حریرے کی ایک پتیلی بھری ہوئی لائیں آپ نے فرمایا اپنے میاں کو اور اپنے دونوں بچوں کو بھی بُلا لو چنانچہ وہ بھی آگئے اور کھانا شروع ہوا آپ اپنے بستر پر تھے خیبر کی ایک چادر آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی میں حجرے میں نماز ادا کررہی تھی کہ یہ آیت اتری۔ پس حضورؐ نے انھیں چادر

اُڑھا دی اور چادر میں سے ایک ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اُٹھا کر یہ دُعا کی کہ الٰہی یہ میرے اہل بیت اور حمایتی ہیں تو ان سے ناپاکی دُور کر اور انھیں طاہر کر۔ میں نے اپنا سر گھر میں سے نکال کر کہا۔ یا رسول اللہ ؐ! میں بھی آپ سب کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا یقیناً تو بہتری کی طرف ہے فی الواقع تو خیر کی طرف ہے اِس روایت کے راویوں میں عطا کے اُستاد کا نام نہیں جو معلوم ہو سکے کہ وہ کیسے راوی ہیں باقی راوی ثقہ ہیں۔ دوسری سند سے انہی حضرت اُمّ سلمہؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے حضرت علیؓ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا آیت تطہیر تو میرے گھر میں اُتری ہے آپ میرے ہاں آئے اور فرمایا کسی اور کو آنے کی اجازت نہ دینا تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہؓ آئیں۔ اب بھلا میں بیٹی کو باپ سے کیسے روکتی پھر حضرت حسن آئے، نواسے کو نانا سے کون روکے؟ پھر حضرت حسینؓ آئے میں نے انھیں بھی نہ روکا۔ پھر حضرت علی آئے۔ میں انھیں بھی نہ روک سکی جب یہ سب جمع ہوگئے تو جو چادر حضرت اوڑھے ہوئے تھے اُسی میں اُن سب کو لے لیا اور کہا الٰہی یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان سے پلیدی دُور کر دے اور انھیں خوب پاک کر دے۔ پس یہ آیت اس وقت اُتری جب یہ چادر پر جمع ہو چکے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ؐ میں بھی، لیکن اللہ تم جانتا ہے آپ اس پر خوش نہ ہوئے اور فرمایا تو خیر کی طرف ہے۔ مُسند کی اور روایت میں ہے کہ میرے گھر میں حضرت ؐ تھے کہ خادم نے آکر خبر کی کہ فاطمہؓ اور علیؓ آگئے ہیں۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا ایک طرف ہو جاؤ میرے اہلِ بیت آگئے۔ میں گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ جو دونوں ننھے بچے اور یہ دونوں صاحب تشریف لائے، آپ نے دونوں بچوں کو گود میں لے لیا پیار کیا ایک ہاتھ حضرت علیؓ کی گردن میں دوسرا حضرت فاطمہؓ کی گردن میں ڈال کر ان دونوں کو بھی پیار کیا اور ایک سیاہ چادر سب پر ڈال کر فرمایا۔ یا اللہ! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف میں اور میرے اہلِ بیت۔ میں نے کہا میں بھی؟ فرمایا۔ ہاں تو بھی۔ اور روایت میں ہے کہ میں اس وقت گھر کے دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور میں نے کہا یا رسول اللہ ؐ کیا میں اہلِ بیت میں سے نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا تو بھلائی کی طرف ہے اور نبی کی بیویوں میں سے ہے اور روایت میں ہے میں نے کہا مجھے بھی ان کے ساتھ شامل کر لیجئے تو فرمایا تو میری اہل ہے۔ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حضور ؐ سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ایک دن صبح ہی صبح نکلے اور ان چاروں کو اپنی چادر تلے لے کر یہ آیت پڑھی (مسلم وغیرہ) حضرت عائشہؓ سے ایک مرتبہ کسی نے حضرت علی کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے ان کے گھر میں آپ کی صاحبزادی تھیں جو سب سے زیادہ آپ کی محبوب تھیں۔ پھر چادر کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا میں نے قریب جا کر کہا! یا رسول اللہ ؐ! میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ فرمایا دُور رہو، تم یقیناً خیر پر ہو (ابن ابی حاتم) حضرت ابو سعیدؓ سے منقول ہے کہ حضور ؐ نے فرمایا میرے اور ان چاروں کے بارے میں یہ آیت اُتری ہے۔ اور سند سے یہ ابو سعیدؓ کا اپنا قول ہونا منقول ہے واللہ اعلم۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں جب حضور ؐ پر وحی اُتری تو آپ نے ان چاروں کو اپنے کپڑے تلے لے کر فرمایا۔ یا رب! یہ میرے اہل ہیں اور میرے اہلِ بیت ہیں (ابن جریر) صحیح مسلم شریف میں ہے۔ حضرت یزید بن حبان فرماتے ہیں۔ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلمہ مل کر حضرت زید بن ارقمؓ کے پاس گئے حصین کہنے لگے۔ اے زید! آپ کو تو بہت سی بھلائیاں مل گئیں آپ نے حضور ؐ کی زیارت کی، آپ کی حدیثیں سُنیں، آپ کے ساتھ جہاد کئے آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ غرض آپ کی بہت خیر و برکت پائی۔ اچھا ہمیں کوئی حدیث تو سُناؤ! آپ نے فرمایا بھتیجے اب میری عمر بڑی ہوگئی، حضور کا زمانہ دُور ہو گیا بعض باتیں ذہن سے جاتی رہیں۔ اب تو ایسا کرو جو باتیں میں از خود بیان کروں انھیں قبول کر لو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو۔ سنو مکّہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک پانی کی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے حضور ؐ نے کھڑے ہو کر ہمیں ایک خطبہ دیا۔ اللہ تعالٰے کی حمد و ثنا اور وعظ و پند کے بعد فرمایا۔ میں ایک انسان ہوں، بہت ممکن ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی مان لوں[ع]۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی تو کتاب اللہ جس میں

[ع] یعنی پیغام اجل آئے اور میں لبیک کہوں اور آپ ؐ نے یہ اس لئے فرمایا کہ نبی کو آخری وقت میں اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اور اخروی زندگی میں کسی ایک کو منتخب کر لے اور نبی ہمیشہ آخرت والی ہی زندگی کو قبول کرتا ہے۔

ہدایت و نور ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لو اور اُسے مضبوطی سے تھام لو پھر آپ نے کتاب اللہ کی طرف توجہ دلائی اور خوب ہی متوجہ فرمایا پھر فرمایا اور میرے اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ تین مرتبہ یہی کلمہ فرمایا۔ تو حصین نے حضرت زید سے پوچھا۔ آپؐ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت نہیں ہیں؟ فرمایا آپ کی بیویاں تو آپ کی اہل بیت ہیں ہی، لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ کھانا حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا آلِ علی، آلِ عقیل آلِ جعفر، آلِ عباس رضی اللہ عنہم۔ پوچھا کیا ان سب پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ کہا ہاں۔ دوسری سند سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے پوچھا۔ کیا آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں؟ کہا نہیں، قسم ہے خدا کی بیوی کا تو یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس گو عرصۂ دراز سے ہو۔ لیکن پھر اگر وہ طلاق دیدے تو اپنے میکے میں اور اپنی قوم میں چلی جاتی ہے۔ آپ کے اہل بیت آپ کی اصل اور عصبہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے اس روایت میں یہی ہے لیکن پہلی روایت ہی اولیٰ ہے اور اسی کو ترجیح دینا ٹھیک ہے اور اس دوسری میں جو ہے اس سے مُراد صرف حدیث میں جن اہلِ بیت کا ذکر ہے، وہ ہیں۔ کیونکہ وہاں وہ آل مراد ہے جن پر صدقہ خوری حرام ہے یا یہ کہ مُراد صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ وہ مع آپ کے اور آل کے ہیں۔ یہی بات زیادہ راجح ہے اور اس سے اس روایت اور اس سے پہلے کی روایت میں جمع بھی ہو جاتی ہے اور قرآن اور احادیث میں بھی تطبیق ہو جاتی ہے لیکن یہ اس صورت میں کہ ان حدیثوں کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ ان کی بعض اسناد وں میں نظر ہے واللہ تعالیٰ اعلم جس شخص کو نور معرفت حاصل ہوا اور قرآن میں تدبر کرنے کی عادت ہو وہ یقیناً بیک نگاہ جان لے گا کہ اس آیت میں حضورؐ کی بیویاں بلا شک وشبہ داخل ہیںؑ اس لئے کہ اوپر سے کلام ہی ان کے ساتھ اور انہی کے بارے میں چل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ہی فرمایا کہ خدا کی آیتیں اور رسول کی باتیں جن کا درس تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے انھیں یاد رکھو اور ان پر عمل کرو پس آیات اللہ اور حکمت سے مُراد بہ قول حضرت قتادہ وغیرہ کتاب و سنت ہے پس یہ خاص خصوصیت ہے جو ان کے سوا کسی اور کو نہیں ملی کہ ان کے گھروں میں خدا کی وحی اور رحمت الہٰی نازل ہوا کرتی ہے اور ان میں بھی یہ شرف حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو سب سے زیادہ حاصل ہے کیونکہ حدیث شریف میں صاف ہے کہ کسی عورت کے بستر ے پر حضورؐ پر وحی نہیں آئی بجز آپؓ کے بستر ے کے یہ اس لئے بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا تھا ان کا بستر بجز رسول اللہ کے اور کسی کے لئے نہ تھا۔ پس اس زیادتی درجہ اور بلندی مرتبہ کی وہ صحیح طور پر مستحق تھیں، ہاں جب کہ آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت ہوئیں تو آپ کے قریبی رشتہ دار بہ طور اولیٰ آپ کے اہل بیت ہیں جیسے حدیث میں گذر چکا کہ میرے اہلِ بیت زیادہ حقدار ہیں۔ اس کی مثال میں یہ آیت ٹھیک طور پر پیش ہوسکتی

عہ ابن کثیر نے اس مسئلہ پر کہ اہلبیت کون ہیں اب تک جو تفصیل پیش کی وہ آپ کے سامنے ہے آپ روایات مختلف مضامین کی دیکھکر شاید یہ فیصلہ نکر سکے ہوں کہ اہلبیت واقعی طور پر کون ہو سکتے ہیں، اس لئے بات کو مختصر اور سمیٹنے کے لئے میں کچھ عرض کرتا ہوں خوب سمجھ لیجئے کہ ایک تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی تعلق ہے اور ایک خصوصی آپ تمام اُمت کے ایک شفیق باپ کی حیثیت میں ہیں، یہ آپؐ کا عمومی تعلق ہے چنانچہ اس اعتبار سے پوری امت آپ کی اہلبیت ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ روایت جسمیں واثلہ رضی اللہ عنہ کو اہلبیت میں شمار کرنا آتا ہے وہ اسی حیثیت سے ہے پھر آپؐ کا تعلق ایک اپنی قوم اور خاندان سے ہے یہ تعلق خصوصی ہے پہلا جیسا عام نہیں اسکے بعد میں آنے والے ایک اور تعلق کیطرح اخص ہے، اسی تعلق کے پیش نظر آپؐ نے آلِ علی، آل عقیل آل جعفر اور آل ابن عباس رضی اللہ عنہم کو اہلبیت میں شمار کیا۔ پھر اس کے بعد ایک تعلق آپؐ کا اخص ہے اور وہ اپنی بیویوں اور اپنی دختری اولاد سے ہے، یہی تعلق آپؐ کے پیش نظر رہا جبکہ آپ نے اہلبیت میں اپنی بیویوں کو بھی داخل فرمالیا اور ایک آپؐ کا تعلق بالکل ایسا خاص ہے کہ اسمیں کوئی دوسرا شریک نہیں وہ آپ کا تعلق حضرت فاطمہ اور انکی اولاد سے ہے جیسا کہ بعض مواقع پر اہلبیت آپ نے انہیں کو فرمایا حاصل کلام یہ کہ

ہے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ الخ کہ یہ اُتری تو ہے مسجد قبا کے بارے میں جیسے کہ صاف صاف حدیثوں میں موجود ہے لیکن صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضورؐ سے سوال ہوا کہ اس مسجد سے کونسی مسجد مراد ہے تو آپ نے فرمایا وہ میری ہی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی۔ پس جو صفت مسجد قبا میں تھی وہی صفت چونکہ مسجد نبوی میں بھی ہے اس لئے اس مسجد کو بھی اسی نام سے اس آیت کے تحت داخل کر دیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ آپ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ بنو اسد کا ایک شخص کود کر آیا اور سجدے کی حالت میں آپ کے جسم میں خنجر گھونپ دیا۔ جو آپ کے نرم گوشت میں لگا جس سے آپ کئی مہینے بیمار رہے جب اچھے ہو گئے تو مسجد میں آئے۔ ممبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا جس میں فرمایا اے عراقیو! ہمارے بارے میں خوف خدا کرو۔ ہم تمہارے حاکم ہیں، تمہارے مہمان ہیں۔ ہم اہل بیت ہیں جن کے بارے میں آیت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ اُتری ہے اس پر آپ نے خوب زور دیا اور اس مضمون کو بار بار ادا کیا جس سے مسجد والے رونے لگے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شامی سے فرمایا تھا۔ کیا تو نے سورۂ احزاب کی آیت تطہیر نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں کیا اس سے مراد تم ہو؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ بڑے لطف و کرم والا بڑے علم اور پوری خبر والا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کے لطف کے اہل ہو اس لئے اس نے تمہیں نعمتیں عطا فرمائیں اور یہ فضیلتیں تمہیں دیں۔ پس آیت کے معنی مطابق تفسیر ابن جریر یہ ہوئے کہ اے نبی کی بیویو اللہ کی نعمت تم پر ہے اسے تم یاد کرو کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا جہاں آیات اللہ اور حکمت پڑھی جاتی ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہئے اور اس کی حمد پڑھنی چاہئے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا۔ حکمت سے مراد سنت و حدیث ہے اللہ تعالیٰ انجام تک سے خبردار ہے اس لئے اپنے پورے اور صحیح علم سے جانچ کر تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بننے کے لئے منتخب کر لیا پس دراصل یہ بھی خدا کا تم پر احسان ہے جو لطیف و خبیر ہے ہر چیز کے جزو کل سے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بیشک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنیوالی عورتیں اور ایمان لانیوالے مرد اور ایمان لانیوالی عورتیں اور فرمانبرداری کرنیوالے مرد اور فرمانبردار

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ

کرنیوالی عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور خشوع کرنیوالے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ

حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنیوالی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ①

نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

## یہ نیک خصلت بیبیاں

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر قرآن میں برابر ہوتا رہتا ہے

لیکن ہم عورتوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھی اپنا سر گوندھ رہی تھی کہ میں نے حضورؐ کی آواز منبر پر سنی میں نے بالوں کو تو یونہی لپیٹ لیا اور حجرے میں آکر آپ کی بات سننے لگی تو آپ اس وقت یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے نسائی وغیرہ اور بہت سی روایتیں آپ سے مختصراً مروی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چند عورتوں نے حضور سے یہ کہا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ عورتوں نے ازواج مطہرات سے یہ کہا تھا اسلام اور ایمان کو الگ الگ بیان کرنا دلیل ہے، اس بات کی کہ ایمان اسلام کا غیر ہے اور ایمان اسلام سے مخصوص و ممتاز ہے قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا والی آیت اور صحیحین کی حدیث کہ زانی زنا کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ پھر اس امر پر اجماع کہ زنا سے کفر لازم نہیں آتا۔ یہ اس پر دلیل ہے اور ہم شرح بخاری کی ابتدا میں اسے ثابت کر چکے ہیں، قنوت سے مراد سکون کے ساتھ اطاعت گذاری ہے جیسے أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ میں ہے اور فرمان ہے وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ یعنی آسمان و زمین کی ہر چیز خدا کی فرمانبردار ہے اور فرماتا ہے يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي الخ اور فرماتا ہے: وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ یعنی خدا کے سامنے باادب فرمانبرداری کی صورت میں کھڑے ہوا کرو۔ پس اسلام کے اوپر کا مرتبہ ایمان ہے اور ان کے اجتماع سے انسان میں حکم برداری اور اطاعت گزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ باتوں کی سچائی خدا کو بہت ہی محبوب ہے اور یہ عادت ہر طرح محمود ہے صحابہ کبار میں تو وہ بزرگ بھی تھے جنھوں نے جاہلیت کے زمانہ میں بھی کوئی جھوٹ نہ بولا تھا۔ سچائی ایمان کی نشانی ہے اور جھوٹ نفاق کی علامت ہے۔ سچا نجات پاتا ہے۔ سچ ہی بولا کرو۔ سچائی نیکی کی طرف رہبری کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لیجاتی ہے جھوٹ سے بچو جھوٹ بدکاری کی طرف رہبری کرتا ہے اور فسق و فجور انسان کو جہنم کی طرف لیجاتا ہے انسان سچ بولتے بولتے اور سچائی کا قصد کرتے کرتے خدا کے ہاں صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتے ہوئے اور جھوٹ کا قصد کرتے ہوئے خدا کے نزدیک جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے اور بھی اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں صبر ثابت قدمی کا نتیجہ ہے مصیبتوں پر صبر ہوتا ہے۔ اس علم پر کہ تقدیر کا لکھا ٹلتا نہیں سب سے زیادہ سخت صبر صدمے کے ابتدائی وقت پر ہے اور اسی کا اجر زیادہ ہے۔ پھر تو جوں جوں زمانہ گزرتا ہے صبر آہی جاتا ہے۔ خشوع سے مراد تسکین و جمعی تواضع فروتنی اور عاجزی ہے یہ انسان میں اس وقت آتی ہے جب کہ دل میں خوف خدا ہو اور رب کو ہر وقت حاضر و ناظر جانتا ہو اور اسی طرح خدا کی عبادت کرتا ہو جیسے وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور یہ نہیں تو کم از کم اس درجہ پر تو ضرور ہو کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے صدقے سے مراد محتاج ضعیفوں کو جن کی کوئی کمائی نہ ہو نہ جن کا کوئی کمانے والا ہو انھیں اپنا فالتو مال دینا اس نیت سے کہ خدا کی اطاعت ہو اور اس کی مخلوق کا کام ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالےٰ اپنے عرش تلے سائے میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس میں ایک وہ بھی ہے جو صدقہ دیتا ہے لیکن اسطرح پوشیدہ طور پر کہ داہنے ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ کو خبر نہیں لگتیؑ۔ اور حدیث میں ہے صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور بھی اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں روزے کی بابت حدیث میں ہے کہ یہ بدن کی زکوٰۃ ہے یعنی اسے پاک صاف کر دیتا ہے اور طبًّا بھی بہت سی بیماریوں کا ایک کامیاب علاج ہے حضرت سعد بن جبیر فرماتے ہیں رمضان کے روزے رکھکر جس نے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لئے وہ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ میں داخل ہو گیا۔ روزہ شہوت کو بھی توڑ دینے والا ہے۔ حدیث میں ہے اے نوجوانو! تم میں سے جسے طاقت ہو وہ تو اپنا نکاح کرلے تاکہ اس سے

---

ؑ یعنی بالکل ہی کسیکو معلوم نہ ہو سکے کہ کیا دیا اور کیا لیا داہنے ہاتھ کے دینے کی بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو، یہ کامل درجہ میں اخفاء کے لئے ایک ترغیبی بیان ہے، اس کا اہتمام کہ داہنے ہاتھ کی کاروائی کی اطلاع، بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو، ضروری نہیں۔ حدیث سے ایک نکتہ جو مفہوم ہو رہا ہے اس پر نظر رہے یعنی دینا داہنے ہاتھ سے ہونا چاہئے کیونکہ دینا ایک اچھا کام ہے اور اچھے کاموں کے لئے داہنے ہاتھ کو استعمال کرنا خود اچھا فعل ہے۔

نگاہیں نیچی رہیں اور پاکدامنی حاصل ہو جائے اور جسے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے یہی اس کے لئے گویا خصی ہونا ہے، اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد ہی بدکاری سے بچنے کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ یہ مسلمان مرد عورت حرام سے اور گناہ کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں۔ اپنی اس خاص قوت کو جائز جگہ صرف کرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ لوگ اپنے بدن کو روکے رہتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے اور لونڈیوں سے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں اس کے سوا جو اور کچھ طلب کرے وہ حد سے گزر جانے والا ہے۔ ذکر اللہ کی نسبت ایک حدیث میں ہے کہ جب میاں اپنی بیوی کو رات کے وقت جگائے اور دو رکعت نماز دونوں پڑھ لیں تو وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں میں لکھ لئے جاتے ہیں (ملاحظہ ہو ابوداؤد وغیرہ) حضرت ابو سعید خدری ؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ سب سے بڑے درجے والا بندہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے والا میں نے کہا یا رسول اللہؐ خدا کی راہ کے مجاہد سے بھی؟ آپ نے فرمایا۔ اگرچہ وہ کافروں پر تلوار چلائے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے۔ جب بھی یہ اللہ تعالےٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والا اس سے افضل ہی رہے گا (مسند احمد) مسند احمد ہی میں ہے کہ حضورؐ مکے کے راستے میں جا رہے تھے جمدان پر پہنچ کر فرمایا یہ جمدان ہے چلو مفرد سبقت کر گئے۔ لوگوں نے پوچھا مفرد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اللہ تعالےٰ کا بہت ذکر کرنے والے۔ پھر فرمایا۔ اے اللہ! حج عمرے میں اپنا سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے کہا بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ سر منڈوانے والوں کو بخش لوگوں نے پھر کتروانے والوں کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کتروانے والے بھی۔ آپ کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا کوئی عمل ذکر اللہ سے بڑا نہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا میں تمہیں سب سے بہتر سب سے پاک اور سب سے بلند درجہ کا عمل بتاؤں؟ جو تمہارے حق میں سونا چاندی راہ خدا میں لٹانے سے بھی بہتر ہو۔ اور اس سے بھی افضل ہو کہ کل تم اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرو، تم ان کی گردنیں مارو، اور وہ تمہاری گردنیں ماریں، لوگوں نے کہا حضورؐ ضرور بتلائیے۔ فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا مجاہد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ خدا کا ذکر کرنے والا۔ اس نے پھر روزہ دار کی نسبت پوچھا یہی جواب ملا۔ پھر نماز، زکوٰۃ، حج، صدقہ سب کی بابت پوچھا اور حضورؐ نے سب کا یہی جواب دیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا۔ پھر خدائے تعالےٰ کا ذکر کرنے والے بہت ہی بڑھ گئے حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں کثرتِ ذکر اللہ تو کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ اسی سورت کی آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ الخ کی تفسیر میں ہم ان حدیثوں کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرمایا یہ نیک صفتیں جن میں ہوں ہم نے ان کے لئے مغفرت تیار کر رکھی ہے اور اجر عظیم یعنی جنت۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیدیں کہ (پھر) ان کو

لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۳۶

ان (مومنین) کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانیگا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

## اب کوئی اختیار نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا۔ میں ان سے نکاح نہیں کروں گی۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو اور ان سے نکاح کر لو۔ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ اچھا پھر کچھ مہلت دیجئے میں کچھ سوچ لوں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں

کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت اُتری۔ اسے سُنکر حضرت زینب نے فرمایا۔ یا رسول اللہ کیا آپ اس نکاح سے رضامند ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ تو پھر مجھے بھی کوئی انکار نہیں۔ میں اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی نہیں کرنے کی میں نے خود کو ان کے نکاح میں دیدیا اور روایت میں ہے کہ وجہ یہ تھی کہ نسب کے اعتبار سے یہ بہ نسبت حضرت زیدؓ کے زیادہ شریف تھیں۔ حضرت زیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عقبہ بن ابو مُعیط کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلی مہاجر عورت یہی تھیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضورؐ میں خود کو آپ کے لئے ہبہ کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے قبول ہے پھر حضرت زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کرادیا۔ غالباً یہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی علیحدگی کے بعد ہوا ہوگا اس سے حضرت اُم کلثوم ناراض ہوئیں اور ان کے بھائی بھی بگڑ بیٹھے کہ ہمارا اپنا ارادہ خود حضورؐ سے نکاح کا تھا نہ کہ آپ کے غلام سے نکاح کرنے کا۔ اس پر یہ اُتری بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملہ صاف کردیا گیا اور فرمادیا گیا کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ نبی علیہ مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ اَولیٰ ہیں۔ پس آیت مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ خاص ہے اور اس سے بھی جامع آیت یہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک انصاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنی لڑکی کا نکاح جلیبیبؓ سے کردو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اچھی بات ہے میں اس کی ماں سے بھی مشورہ کرلوں جا کر ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا۔ یہ نہیں ہوسکتا ہم نے فلاں فلاں ان سے بڑے بڑے آدمیوں کے رشتے اور منگنیاں تو واپس کردیں اور جلیبیبؓ سے نکاح کردیں۔ انصاریؓ اپنی بیوی کا یہ جواب سُنکر حضورؐ کی خدمت میں جانا چاہتے ہی تھے کہ لڑکی جو پردے کے پیچھے سے یہ تمام گفتگو سن رہی تھی۔ بول پڑی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رَدّ کرتے ہو؟ جب آپ اس سے خوش ہیں تو تمہیں انکار نہ کرنا چاہیئے۔ اب دونوں نے کہا کہ بچی ٹھیک کہہ رہی ہے بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اِس نکاح سے انکار کرنا گویا حضورؐ کے ارشاد کو اور آپ کی خواہش کو رَدّ کرنا ہے یہ ٹھیک نہیں۔ چنانچہ انصاریؓ سیدھے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اِس بات سے خوش ہیں؟ آپنے فرمایا ہاں میں تو اس سے رضامند ہوں کہا پھر آپ کو اختیار ہے آپ نکاح کردیجئے۔ چنانچہ نکاح ہوگیا ایک مرتبہ اہلِ اسلام مدینے والے دشمنوں کے مقابلے کے لئے نکلے لڑائی ہوئی جس میں حضرت جلیبیبؓ شہید ہوگئے انہوں نے بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا جن کی لاشیں ان کے آس پاس پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا۔ ان کا گھر بڑا آسودہ حال تھا تمام مدینہ میں ان سے زیادہ خرچیلا کوئی نہ تھا اور روایت میں حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کا بیان ہے کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں مذاق تھا اس لئے میں نے اپنے گھر میں کہہ دیا تھا کہ یہ تمہارے پاس نہ آئیں انصاریوں کی عادت تھی کہ وہ کسی عورت کا نکاح نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ یہ معلوم کرلیں کہ حضورؐ اُن کی بابت کچھ نہیں فرماتے پھر وہ واقعہ بیان فرمایا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جلیبیبؓ نے سات کافروں کو اس غزوے میں قتل کیا تھا۔ پھر کافروں نے بھیڑ کرکے آپ کو شہید کردیا۔ حضورؐ ان کی تلاش کرتے ہوئے جب ان کی نعش کے پاس آئے تو فرمایا سات کو مار کر پھر شہید ہوئے ہیں یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر قبر کھدوا کر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر قبر میں اُتارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک ہی ان کا جنازہ تھا اور کوئی چارپائی وغیرہ نہ تھی۔ یہ بھی مذکور نہیں کہ انھیں غسل دیا گیا ہو۔ اس نیک بخت انصاریہ عورتؓ کے لئے جنھوں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی عزت رکھ کر اپنے ماں باپ کو سمجھایا تھا کہ انکار نہ کرو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا کی تھی کہ خدایا اس پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا اور اُسے زندگی کے پورے لطف عطا فرما۔ تمام انصار میں ان سے زیادہ خرچ کرنے والی کوئی عورت نہ تھی۔ انہوں نے

---

ع ۵ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

جب پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ حضور کی بات رد نہ کرو اسوقت یہ آیت مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ الخ نازل ہوئی تھی حضرت ابن عباسؓ سے حضرت طاؤسؒ پوچھتے ہیں کہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھ سکتے ہیں؟ تو آپ نے منع فرمایا اور اس آیت کی تلاوت کی۔ پس یہ آیت گو شانِ نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے خدا اور اس کے رسول کے فرمان کے ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے نہ رائے قیاس کرنے کا حق نہ کسی اور بات کا جیسے فرمایا فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ یعنی قسم ہے تیرے رب کی لوگ ایمان دار نہ ہوں گے۔ جبتک کہ وہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں تجھے حاکم نہ مان لیں۔ پھر تیرے فیصلے سے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ رکھیں بلکہ پورے انشراح کیساتھ تسلیم کر لیا کریں صحیح حدیث میں ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کی تابعدار نہ بن جائے جسے میں لایا ہوں عہ۔ اسی لئے یہاں بھی اس کے خلاف کی بُرائی بیان فرما دی کہ خدا کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والا کھلم کھلا گمراہ ہے۔ جیسے فرمان ہے فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ یعنی جو لوگ ارشاد نبیؐ کے خلاف کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی فتنہ آپڑے یا انھیں کوئی دردناک عذاب ہو۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ

اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر

وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰہُ اَحَقُّ

اور آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جسکو اللہ تعالیٰ آخر میں ظاہر کرنے والا تھا　　اور آپ لوگوں (کے طعن سے) اندیشہ کرتے تھے اور

اَنْ تَخْشٰہُ ۭ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

ڈرنا تو آپکو خدا ہی سے زیادہ سزاوار ہے پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اُسکا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے

حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَاۗئِہِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا ۭ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا (۳۷)

بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارے میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ (منہ بولے بیٹے) ان سے اپنا جی بھر چکیں　　اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی۔

## ایک واقعہ ایمان وکفر کا معیار مومنین کی آزمائش سعادت وشقاوت کے فیصلے۔

اللہ تعالےٰ خبر دیتا ہے کہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہر طرح سمجھایا ان پر خدا کا انعام تھا کہ اسلام اور متابعتِ رسولؐ کی توفیق دی اور حضورؐ کا بھی ان پر احسان تھا کہ انھیں غلامی سے آزاد کر دیا۔ یہ بڑی شان والے تھے یہانتک کہ انھیں سب مسلمان حِبُّ الرَّسُوْل کہتے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت اُسامہؓ کو بھی "حب بن حب" کہتے تھے حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے کہ جس لشکر میں حضورؐ انھیں بھیجتے تھے اُس لشکر کا سردار انہی کو بناتے تھے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو رسول اللہؐ کے خلیفہ بنجاتے (احمد) بزار میں ہے حضرت اُسامہؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا میرے پاس حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آئے اور مجھ سے کہا جاؤ حضورؐ سے

عہ یعنی وحی اسی بالفاظ دیگر قرآن مجید اور زیادہ وسیع چیز آپ کی شریعت مطہرہ ہو

تمہارے لئے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں۔ جاؤ بلا لو۔ یہ آئے اور کہا یا رسول اللہؐ ذرا فرمائیے تو آپ کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ۔ انہوں نے کہا ہم حضرت فاطمہؓ کے بارے میں نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا پھر اُسامہ بن زید بن حارثؓ جن پر خدا تعالیٰ نے انعام کیا اور میں نے بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی پھوپی امیمہ بنت عبد المطلب کی لڑکی زینب بنت جحش اسدیہ سے کر دیا تھا دس دینار اور سات درہم مہر دیا تھا ایک دوپٹہ ایک چادر ایک کرتا۔ پچاس مد اناج اور دس مد کھجوریں دی تھیں ایک سال کچھ زیادہ عرصہ تو یہ گھر بسا لیکن پھر ناچاقی شروع ہو گئی حضرت زیدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر شکایت کی تو آپ انہیں سمجھانے لگے کہ گھر نہ برباد کرو اللہ سے ڈرو الخ۔ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے اس جگہ بہت سے غیر صحیح آثار نقل کئے ہیں جن کا نقل کرنا بھی ہم نامناسب جانکر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ثابت اور صحیح نہیں۔ مسند احمد میں بھی ایک روایت حضرت انسؓ سے ہے۔ لیکن اس میں بھی بڑی غرابت ہے۔ اس لئے ہم نے اسے بھی وارد نہیں کیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنتِ جحش اور حضرت زید بن حارثہؓ کے بارے میں اُتری ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیدی تھی کہ حضرت زینبؓ آپ کے نکاح میں آئیں گی یہی بات تھی جسے آپ نے ظاہر نہ کیا اور حضرت زیدؓ کو سمجھایا کہ وہ اپنی بیوی کو الگ نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ حضورؐ اگر خدا کی وحی کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے وَطَرٌ کے معنی حاجت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب زیدؓ اُن سے سیر ہو گئے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے میل ملاپ قائم نہ رہ سکا بلکہ طلاق ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کو اپنے نبیؐ کے نکاح میں دیدیا۔ اس لئے ولی کی ایجاب وقبول کی مہر اور گواہوں کی ضرورت نہ رہی۔ع مسند احمد میں ہے کہ حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہو چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثؓ سے کہا تم جاؤ اور انہیں مجھ سے نکاح کرنے کا پیغام پہنچاؤ؟ حضرت زید گئے اُس وقت آپ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زیدؓ پر ان کی عظمت اس قدر چھائی کہ سامنے پڑ کر بات نہ کر سکے مُنہ پھیر کر بیٹھ گئے اور ذکر کیا ام المومنین نے فرمایا۔ ٹھہرو میں خدائے تعالیٰ سے استخارہ کر لوں یہ تو کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اُتری جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے ان کا نکاح تجھ سے کر دیا چنانچہ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے اطلاع چلے آئے۔ پھر ولیمہ کی دعوت میں آپ نے ہم سب کو گوشت روٹی کھلائی۔ لوگ کھا پی کر چلے گئے۔ مگر چند آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آپ باہر نکل کر اپنی بیویوں کے پاس گئے آپ انہیں سَلَامٌ عَلَیْکُم کرتے تھے اور وہ آپ سے دریافت کرتی تھیں کہ فرمائیے بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ مجھے یہ یاد نہیں کہ میں نے حضورؐ کو خبر دی یا آپکو خبر کہیں اور سے ملی کہ لوگ وہاں سے چلے گئے اس کے بعد آپ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ میں نے آپکے ساتھ ہی جانے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے پردہ گرا دیا۔ اور میرے اور آپ کے درمیان حجاب ہو گیا اور پردہ کی آیتیں اُتریں اور صحابہ کو نصیحت کی گئی اور فرما دیا گیا کہ نبیؐ کے گھروں میں بے اجازت نہ جاؤ۔ مسلم وغیرہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زینبؓ اور ازواج مطہرات سے فخراً کہا کرتی تھیں کہ تم سب کے نکاح تمہارے ولی وارثوں نے کئے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کرا دیا۔ سورۂ نور کی تفسیر میں ہم یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ حضرت زینبؓ نے کہا۔ میرا نکاح آسمان سے اُترا اور ان کے مقابلے پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ میری برأت کی آیتیں آسمان سے اُتریں جن کا حضرت زینبؓ نے اقرار کیا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت زینبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کہا۔ مجھ میں اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیتیں رکھی ہیں جو آپ کی اور بیویوں میں نہیں۔ ایک تو یہ کہ میرا اور آپ کا دادا ایک ہے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مجھے آپ کے نکاح میں دیا تیسرے یہ کہ ہمارے درمیان سفیر

ع اور اس طرح نکاح صرف آپؐ کی خصوصیت ہے، امت کے لئے حکم نہیں

حضرت جبریلؑ تھے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے ان سے نکاح کرنا تیرے ساتھ جائز کر دیا۔ تاکہ مسلمان پر ان کے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں جب انھیں طلاق دیدی جائے کوئی حرج نہ رہے۔ یعنی وہ اگر چاہیں تو ان سے نکاح کر سکیںؑ۔ حضورؐ نے نبوت سے پہلے حضرت زیدؓ کو اپنا متبنّیٰ بنا رکھا تھا۔ عام طور پر انھیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ قرآن نے اس نسبت سے بھی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ انھیں اپنے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو۔ پھر حضرت زید نے جب حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی تو اللہ پاک نے انھیں اپنے نبی کے نکاح میں دے کر یہ بات بھی ختم کر دی جس آیت میں حرام عورتوں کا ذکر آیا ہے وہاں بھی یہی فرمایا کہ تمہارے اپنے صُلبی لڑکوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں تاکہ لے پالک لڑکوں کی بیویاں اس حکم سے خارج رہیں کیونکہ ایسے لڑکے عرب میں بہت تھے یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہو چکا تھا اس کا ہونا حتمی یقینی اور ضروری تھا۔ اور حضرت زینبؓ کو یہ شرف ملنا پہلے ہی سے لکھا جا چکا تھا کہ وہ ازواج مطہرات اُمّ المومنین میں داخل ہوں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ

اور ان پیغمبروں کے لئے جو بات (تکوینًا یا تشریعًا) خدا تعالیٰ نے مقرر کر دی کسی اس میں ان پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں

قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۟ ﴿٣﴾

(بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے۔

## کوئی مضائقہ نہیں

فرماتا ہے کہ جب اللہ کے نزدیک اپنے لے پالک متبنّیٰ کی بیوی سے اس کی طلاق کے بعد نکاح کرنا حلال ہے پھر اس میں نبی پر کیا حرج ہے اگلے نبیوں پر جو حکم خدا نازل ہوتے تھے ان پر عمل کرنے میں ان پر کوئی حرج نہ تھا۔ اس سے غرض منافقوں کے اس قول کا رد کرنا ہے کہ دیکھو اپنے آزاد کردہ غلام اور لے پالک لڑکے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس خدا کے مقرر کردہ امور ہو کر ہی رہتے ہیں وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے۔ جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ

یہ سب (پیغمبران گذشتہ) ایسے تھے کہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٥﴾ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ

اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں

اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٦﴾ ع ٥ع٢

اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

## رسول اللہ اور خاتم النبیین

ان کی تعریف ہو رہی ہے جو اللہ کی مخلوق کو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور امانت خداوندی کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور بجز اللہ کے کسی کا خوف نہیں کرتے کسی سطوت و شان سے مرعوب ہو کر پیغام خدا کے پہنچانے میں خوف نہیں کھاتے اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کافی ہے اس منصب کی ادائیگی میں سب کے پیشوا بلکہ ہر ہر امر میں سب کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خیال فرمائیے کہ مشرق و

؎ کیونکہ اس سے پہلے عرب کے دستور کے مطابق لے پالک کی مطلقہ بیویوں یا اُن کے مرجانے کے بعد انکی بیویوں سے نکاح حرام سمجھا جاتا تھا۔

مغرب پھر بنی آدم کو حضورؐ نے خدا کے دین کی تبلیغ کی اور جب تک خدا کا دین چار دانگ عالم میں پھیل نہ گیا آپ برابر خدا کے دین کی اشاعت میں مصروف رہے آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم ہی کی طرف آتے رہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی طرف خدا کے رسول بنکر آئے تھے قرآن میں فرمان خدا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں. سلامٌ علیہ. پھر آپ کے بعد منصب تبلیغ آپ کی اُمت کو ملا. ان سب کے سردار آپ کے صحابہ ہیں رضوان اللہ علیہم. جو کچھ انہوں نے حضورؐ سے سیکھا تھا سب کچھ بعد والوں کو سکھا دیا. تمام اقوال و افعال و احوال دن اور رات کے سفر اور حضرت ؐ کے ظاہر اور پوشیدہ دنیا کے سامنے رکھ دیئے. خدا ان پر اپنی رضامندی نازل فرمائے پھر ان کے بعد والے ان کے وارث ہوئے اور اسی طرح ہر بعد والے اپنے سے پہلے والوں کے وارث بنے اور خدا کا دین اُن سے پھیلتا رہا. اور قرآن وحدیث لوگوں کے کانوں میں پڑتا رہا. ہدایت والے ان کی اقتدا سے منور ہوتے رہے اور توفیق خیر والے انکے مسلک پر چلتے رہے اللہ تعالیٰ کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اُن میں سے کر دے آمین. مسند احمد میں ہے. تم میں سے کوئی خود کو ذلیل نہ کرے لوگوں نے کہا. حضورؐ یہ کیسے؟ فرمایا خلافِ شرع کام دیکھ کر لوگوں کے خوف کے مارے خاموش رہے ورنہ قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی کہ تو کیوں خاموش رہا؟ یہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈر سے. اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب سے زیادہ خوف رکھنے کے قابل تو میری ذات تھی. پھر اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ کسی کو حضورؐ کا صاحبزادہ نہ کہا جائے لوگ جو زید بن محمد کہتے تھے جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضورؐ زید کے والد نہیں. یہی ہوا بھی کہ حضورؐ کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں. قاسمؓ، طیبؓ اور طاہرؓ تین بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضورؐ کے ہاں ہوئے لیکن تینوں بچپن ہی میں انتقال کر گئے پھر حضرت ماریہ قبطیہؓ سے ایک بچہ ہوا جس کا نام حضرت ابراہیم تھا لیکن یہ بھی شیر خوارگی کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے. آپ کی لڑکیاں حضرت خدیجہؓ سے چار تھیں. زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان میں تین تو آپ کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئیں صرف حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ کے چھ ماہ بعد ہوا. پھر فرماتا ہے: بلکہ آپ خدا تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں جیسے فرمایا. خدا خوب جانتا ہے جس کو اپنا رسول بنانا ہوتا ہے. یہ آیت نص ہے اس امر پر کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی ہی نہیں تو رسول کہاں؟ کوئی نبی رسول آپ کے بعد نہیں آنے کا. رسالت تو نبوت سے بھی خاص چیز ہے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں. متواتر حدیثوں سے بھی حضورؐ کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہے. بہت کچھ صحابہؓ سے یہ حدیثیں روایت کی گئیں ہیں. مسند احمد میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اُس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جہاں کچھ نہ رکھا لوگ آئے چاروں طرف سے دیکھتے بھالتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے لیکن کہتے کیا اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ بھی پُر کر لی جاتی. پس میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں. امام ترمذیؒ بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن صحیح کہا ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں. رسالت اور نبوت ختم ہو گئی میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی. صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر یہ بات گراں گزری تو آپ نے فرمایا لیکن خوشخبریاں دینے والے صحابہؓ نے پوچھا خوشخبریاں دالے والے کیا ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کے خواب جو نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہے یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے اور امام ترمذیؒ اسے صحیح غریب کہتے ہیں محل کی مثال والی حدیث ابوداؤد طیالسی میں بھی ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ میں اس اینٹ کی جگہ ہوں. مجھ پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کیا گیا. اسے بخاری مسلم اور ترمذی بھی لائے ہیں. مسند کی اس حدیث کی سند میں ہے کہ میں آیا اور اس خالی اینٹ کی جگہ پر کر دی. مسند میں ہے میرے بعد نبوت نہیں مگر خوش خبری پہنچانے والے پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا اچھے خواب یا فرمایا نیک خواب. عبدالرزاق وغیرہ میں محل کی اینٹ کی مثال والی حدیث میں ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر

محل والے سے کہتے ہیں کہ تو نے اس اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی۔ پس میں وہ اینٹ ہوں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے تمام انبیاء پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں۔ مرعب رعب سے میری مدد کی گئی۔ میرے لئے غنیمتوں کے مال حلال کئے گئے ہیں۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی ہے۔ میں ساری مخلوق کی طرف نبی بناکر بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی محل کی مثال والی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پورا کر دیا۔ مسند میں ہے میں خدا کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا تھا اس وقت جب کہ آدمؑ پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور حدیث میں ہے میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں۔ اللہ تعالے میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں تمام لوگوں کا حشر میرے قدموں تلے ہوگا۔ اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں (صحیحین) حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضورؐ ہمارے پاس آئے گویا کہ آپ رخصت کر رہے ہیں اور تین مرتبہ فرمایا میں اُمّی نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں فاتح کلمات دیا گیا ہوں اور نہایت جامع۔ اور پورے طور پر میں جانتا ہوں کہ جہنم کے داروغے کتنے ہیں، اور عرش کے اُٹھانے والے کتنے ہیں۔ میرا اپنی امت سے تعارف کرایا گیا ہے جب تک میں تم میں ہوں میری سُنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ جب میں رخصت ہو جاؤں تو کتاب اللہ کو تھام لو اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو (مسند امام احمدؒ) اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں اللہ تعالے کی اس وسیع رحمت پر اس کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے رحم وکرم سے ایسے بڑے رسول صلعم کو ہماری طرف بھیجا اور انھیں ختم المرسلین اور خاتم النبیین بنایا اور یکسوئی والا آسان سچا اور سہل دین آپ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمۃ للعالمین نے اپنی متواتر حدیثوں میں یہ خبر دیدی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں عہ۔ پس جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا مفتری دجال گمراہ کرنے والا ہے گو وہ شعبدے دکھائے اور جادوگری کرے اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی نیرنگیاں دکھائے لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے یمن کے مدعی نبوت عنسی کو اور یمامہ کے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو دیکھ لو کہ دنیا نے انھیں جیسے وہ تھے سمجھ لیا اور ان کی اصلیت سب پر ظاہر ہو گئی۔ یہی حال ہوگا ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا کہ اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔ اس کی علامتوں میں سے بھی ہر عالم اور ہر مومن اس کا کذاب ہونا جان لے گا۔ پس یہ بھی خدا کی ایک نعمت ہے کہ ایسے جھوٹے دعویداروں کو یہ نصیب ہی نہیں ہوتا کہ وہ نیکی کے احکام دیں اور بُرائی سے رُوکیں۔ ہاں جن احکام میں ان کا اپنا مقصد ہوتا ہے ان پر بہت زور دیتے ہیں، ان کے اقوال ان کے افعال افترا اور فجور والے ہوتے ہیں جیسے فرمانِ باری ہے هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ الخ یعنی کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن کے پاس آتے ہیں؟ ہر ایک بہتان باز گنہگار کے پاس الخ سچے نبیوں کا حال اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے وہ نہایت نیکی والے بہت سچے ہدایت والے استقامت والے قول وفعل کے اچھے نیکیوں کا حکم دینے والے بُرائیوں سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی خدا کی طرف سے ان کی تائید ہوتی ہے معجزوں اور خارقِ عادت چیزوں سے ان کی سچائی اور زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور اس قدر ظاہر واضح اور صاف دلیلیں ان کی نبوت پر ہوتی ہیں کہ قلبِ سلیم ان کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالے اپنے سب سچے نبیوں پر قیامت تک اپنے درود وسلام نازل فرماتا رہے۔

عہ نہ ظلی اور نہ بروزی۔ غلام احمد قادیانی ملعون، اور اسکا ناخلف وغیر مسعود بیٹا محمود لعن اللہ علیہما، کبھی خود کو ظلی نبی کہتے ہیں اور کبھی بروزی جسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اصل نبی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں ہم آپکے سایہ اور ظل ہیں خوب سمجھ لو یہ سب دھوکہ ہے ہر طرح کی نبوت کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ختم ہوگیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲﴾

(اور) اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام (یعنی علی الدوام) اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہو

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ

وہ ایسا رحیم ہے کہ وہ (خود بھی) اور اسکے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ تمکو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴﴾

مومنین پر بہت مہربان ہے۔ وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم اور اللہ نے انکے لئے عمدہ صلہ (جنت میں) تیار کر رکھا ہے

**ذکر اللہ**

بہت سی نعمتوں کے انعام کرنے والے خدا کا حکم ہو رہا ہے کہ ہمیں اس کا بہ کثرت ذکر کرنا چاہئے اور اس پر بھی ہمیں نعمتوں اور بڑے اجر وثواب کا وعدہ دیا جاتا ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہارے بہتر عمل اور بہت ہی پاکیزہ کام اور سب سے بڑے درجے کی نیکی اور سونے چاندی کو راہ للہ خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد سے بھی افضل کام نہ بتاؤں؟ لوگوں نے پوچھا حضورؐ وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ عز وجل کا ذکر (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) یہ حدیث پہلے وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنی ہے جسے میں کسی وقت ترک نہیں کرتا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اُعْظِمُ شُكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ یعنی اے اللہ! تو مجھے اپنا شکر گزار فرمانبردار بہ کثرت ذکر کرنے والا اور تیرے احکام کی حفاظت کرنے والا بنا دے (ترمذی وغیرہ) دو اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ایک نے پوچھا سب سے اچھا شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو عمر پائے اور نیک اعمال کرے۔ دوسرے نے پوچھا حضورؐ احکام اسلام تو بہت سارے ہیں مجھے کوئی ایسا حکیم بتا دیجئے کہ اس سے اس کو اپنا وظیفہ حیات بناؤں۔ آپ نے فرمایا ذکر اللہ میں ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھ (ترمذی) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہو۔ یہاں تک کہ لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں (مسند احمد) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو یہاں تک کہ منافق تمہیں ریاکار کہنے لگیں عـہ (طبرانی) فرماتے ہیں جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں۔ وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت و افسوس کا باعث بنے گی عـہ (مسند) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ہر فرض کام کی کوئی حد ہے۔ پھر عذر کی حالت میں وہ معاف بھی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد نہیں نہ وہ کسی وقت ساقط ہوتا ہے ہاں کوئی دیوانہ ہو تو اور بات ہے۔ کھڑے بیٹھے رات کو دن کو خشکی میں تری میں سفر میں حضر میں غنا میں فقر میں صحت میں بیماری میں پوشیدگی میں ظاہر میں غرض ہر حال میں ذکر اللہ کرنا چاہئے۔ صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کرنی چاہئے۔ تم جب یہ کرلوگے تو اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور فرشتے تمہارے لئے ہر وقت دعا گو رہیں گے۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث و آثار ہیں۔ اس آیت میں بھی بکثرت ذکر اللہ کرنے کی ہدایت ہو رہی ہے۔ بزرگوں نے ذکر اللہ اور وظائف کی بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے امام نسائیؒ۔ امام معمریؒ وغیرہ۔ ان سب میں بہترین کتاب اس موضوع پر حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ صبح وشام اس کی تسبیح بیان

عـہ ظاہر ہے کہ منافقین اپنے نفاق کیوجہ سے ہر خوبی اور اچھائی کو ریاکاری ہی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لئے جب وہ مخلص مسلمانوں کو ذکر اللہ کی کثرت میں مصروف پائیں گے تو اپنی مذموم عادت کیوجہ سے اس کو بھی ریاکاری سے تعبیر کریں گے عـہ کہ اپنی مہلت اور فرصت کو بھی بیکار مشغلہ میں کیوں صرف کیا۔

کرتے رہو، جیسے فرمایا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ الخ اللہ کے لئے پاکی ہے جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور بعد از زوال اور ظہر کے وقت. پھر اس کی فضیلت بیان کرنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے وہ خود تم پر رحمت بھیج رہا ہے یعنی جب وہ تمہاری یاد رکھتا ہے تو کیا وجہ کہ تم اس کے ذکر سے غفلت کرو؟ جیسے فرمایا کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ الخ جس طرح ہم نے تم میں خود تمہیں میں سے رسول بھیجا جو تم پر ہماری کتاب پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ سکھاتا ہے جسے تم جانتے ہی نہ تھے. پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہاری یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو. حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے. جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اُسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے میں اُسے جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے صَلٰوۃ جب خدا کی طرف مضاف ہو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اپنے فرشتوں کے سامنے بیان کرتا ہے اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ مراد اس سے رحمت ہے اگرچہ دونوں قولوں کا مفاد ایک ہی ہے. فرشتوں کی صلٰوۃ تو ان کی دُعا اور استغفار ہے جیسے اور آیت میں ہے اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ الخ عرش کے اُٹھانے والے اور اس کے آس پاس والے اپنے رب کی حمد وتسبیح بیان کرتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومن بندوں کے لئے استغفار کرتے ہیں کہ اے اللہ تو! تو انھیں بخش جو توبہ کرتے ہیں اور تیری راہ پر چلتے ہیں انھیں عذاب جہنم سے بھی نجات دے انھیں ان جنتوں میں لے جا جن کا تو ان سے وعدہ کر چکا ہے اور انھیں بھی ان کے ساتھ پہنچا دے جو اُن کے باپ داداؤں، بیویوں اور اولادمیں سے نیک ہوں، انھیں برائیوں سے بچالے الخ وہ اپنی رحمت کو تم پر نازل فرماکر اپنے فرشتوں کی دُعا، کو تمہارے حق میں قبول فرماکر تمہیں جہالت وضلالت کی اندھیریوں سے نکال کر ہدایت ویقین کے نور کی طرف لے جاتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں مومنوں پر رحیم وکریم ہے دنیا میں حق کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے اور روزیاں عطا فرماتا ہے اور آخرت میں گھبراہٹ اور ڈر خوف سے بچالے گا. فرشتے انھیں بشارت دیں گے کہ تم جہنم سے آزاد ہو اور جنتی ہو. کیونکہ فرشتوں کے دل مومنوں کی محبت والفت سے پُر ہیں. حضور صلعم ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے ایک چھوٹا بچہ راستے میں تھا اُس کی ماں نے جب ایک جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو میرا بچہ میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی اور بچہ کو گود میں لے کر ایک طرف ہٹ گئی. ماں کی اس محبت کو دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ خیال تو فرمایئے کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ حضور ان کے مطلب کو سمجھ کر فرمانے لگے. قسم خدا کی اللہ تعالےٰ بھی اپنے دوستوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا. (مسند احمد) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اسنے اپنے بچے کو دیکھتے ہی اٹھالیا اور اپنے کلیجے سے لگاکر اسے دودھ پلانے لگی، آپ نے فرمایا بتلاؤ تو اگر اس کے اختیار میں ہو تو کیا یہ اپنی خوشی سے اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ صحابہؓ نے کہا ہرگز نہیں. آپ نے فرمایا قسم ہے خدا کی اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے. خدا کی طرف سے ان کا تحفہ جس دن یہ اس سے ملیں گے سلام ہوگا. جیسے فرمایا: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۝ قتادہؒ فرماتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے. اس کی تائید بھی آیت دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا الخ سے ہوتی ہے اللہ نے ان کے لئے اجر عظیم یعنی جنت مع اس کی تمام نعمتوں کے تیار کر رکھی ہے جس میں سے ہر نعمت کھانا پینا پہننا اوڑھنا عورتیں لذتیں منظر وغیرہ ایسے ہیں کہ کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتے چہ جائیکہ دیکھنے میں یا سُننے میں آئیں.

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ

اے نبی ہم نے بیشک آپکو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہونگے اور آپ (مومنین کو) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کو) ڈرانے والے ہیں اور آپکو اللہ کیطرف اسکے حکم سے بلانیوالے

بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا

ہیں اور آپ تو ایک روشن چراغ ہیں۔　　اور مومنین کو بشارت دیجیے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونیوالا ہے

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى

اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ کیجیے اور ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال نہ کیجیے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے اور اللہ

بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

کافی کارساز ہے۔

## آفتاب درخشاں

عطار بن یسارؒ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفات آپ کی قرآن میں ہیں انھیں میں کے بعض اوصاف آپ کے تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ، خوشی سنانے والا، ڈرانے اور امیوں کا بچاؤ بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے اسے اللہ تعالےٰ موت نہیں دے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کر دئے ہوئے دین کو اس کی ذات سے بالکل سیدھا کر دے اور وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں، اور بہرے کان سننے والے بن جائیں اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں (بخاری) ابن ابی حاتم میں ہے۔ حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیا علیہ السلام پر خدائے تعالےٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا میں امیوں میں سے ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں نہ بدخلق ہے نہ بدگو نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا، اسقدر سکینت والا ہے کہ اگرچہ چراغ کے پاس سے بھی گزر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر بھی چلے تو پیر کی چاپ نہ معلوم ہو۔ میں اُسے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا۔ جو حق گو ہوگا۔ میں اس کی وجہ سے اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو شنوا کر دوں گا اور زنگ آلود دلوں کی صاف کر دوں ہر بھلائی کی طرف اس کی رہبری کروں گا ہر نیک خصلت اُس میں موجود رکھوں گا۔ دلجمعی اس کا لباس ہوگی۔ نیکی اس کا وطیرہ ہوگا۔ تقوٰی اس کا دل ہوگا حکمت اس کی گویائی ہوگی، صدق و وفا اس کی عادت ہوگی عفو و درگزر اس کا تعلق ہوگا، حق اس کی شریعت ہوگی عدل اس کی سیرت ہوگی، ہدایت اس کی امام ہوگی، اسلام اس کا دین ہوگا۔ احمد اس کا نام ہوگا، گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا۔ جاہلوں کو اس کی بدولت علماء بنا دوں گا، تنزل والوں کو ترقی پر پہنچا دوں گا، غیر معروف لوگوں کو مشہور کر دوں گا قلت کو اس کی وجہ سے کثرت سے، فقیری کو امیری سے، افتراق کو الفت سے، اختلاف کو اتفاق سے بدل دوں گا۔ مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کر دوں گا۔ لوگوں کی مختلف خواہشات کو متحد کر دوں گا، دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچا لوں گا، تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ و افضل بنا دوں گا۔ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے، ہر ایک کو نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے، وہ موحد ہوں گے، مومن ہوں گے، اخلاص والے ہوں گے، رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب کو سچ ماننے والے ہوں گے، وہ اپنی مسجدوں مجلسوں اور بستروں پر چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے میری تسبیح حمد و ثنا بزرگی اور بڑائی بیان کرتے

رہیں گے کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے، دشمنانِ خدا سے صفیں باندھ کر حملے کر کر کے جہاد کریں گے۔ ان میں سے ہزارہا لوگ میری رضامندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے، مُنہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے۔ تہبند آدھی پنڈلی تک کا باندھیں گے۔ میری راہ میں قربانیاں دیں گے، میری کتاب ان کے سینوں میں ہو گی، راتوں کو عابد اور دن کے اوقات میں مجاہد ہوں گے۔ میں اُس نبی کے اہلبیت اور اولاد میں سبقت کرنے والے صدیق، شہید اور صالح لوگ پیدا کروں گا۔ اُس کی امت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی اور حق کیساتھ عدل و انصاف کرے گی۔ ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا اور ان کو ملانے والوں کی میں مدد کروں گا ان کے مخالفین اور ان کے باغی اور اُن کے بدخواہوں پر میں بُرے دن لاؤں گا۔ میں انھیں اُن کے نبی کا وارث کر دوں گا جو اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے نیکیوں کی باتیں بتلائیں گے بُرائیوں سے روکیں گے، نماز ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے وعدے پورے کریں گے۔ اس خیر کو میں ان کے ہاتھوں پوری کروں گا جو ان سے شروع ہوئی تھی۔ یہ ہے میرا فضل جسے چاہوں دوں اور میں بہت بڑے فضل و کرم کا مالک ہوں ابنِ ابی حاتم میں ہے کہ آپ حضرت علیؓ اور حضرت معاذ رضؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے جو یہ آیت اُتری۔ تو آپ نے ان سے فرمایا جاؤ خوشخبریاں سُنانا نفرت نہ دلانا، آسانی کرنا سختی نہ کرنا، دیکھو مجھ پر یہ آیت اُتری ہے الخ طبرانی میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مجھ پر یہ اُترا ہے کہ اے نبی ہم نے تجھے تیری امت پر گواہ بنا کر جنت کی خوشخبری دینے والا بنا کر اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر اور اللہ کے حکم سے اس کی توحید کی شہادت کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر اور روشن چراغ قرآن کے ساتھ بنا کر بھیجا ہے پس آپ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر کہ اس کیساتھ اور کوئی معبود نہیں، گواہ ہیں۔ اور قیامت کے دن آپ لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ جیسے ارشاد ہے وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ یعنی ہم تجھے ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تم پر یہ رسولؐ گواہ ہیں آپ مومنوں کو بہترین اجر کی بشارت سُنانے والے اور کافرین کو بدترین عذاب کا ڈر سُنانے والے ہیں اور چونکہ خدا کا حکم ہے اس کی بجاآوری کے ماتحت آپ مخلوق کو خالق کی عبادت کی طرف بلانے والے ہیں آپ کی سچائی اس طرح ظاہر ہے جیسے سورج کی روشنی۔ ہاں کوئی معاند مانے تو اور بات ہے۔ اے نبی کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو نہ ان کی طرف کان لگاؤ اور ان سے درگزر کر دو جو ایذا پہنچاتے ہیں انھیں خیال میں بھی نہ لاؤ اور خدا پر پورا بھروسہ کرو۔ وہ کافی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ

اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دیدو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۖ فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (۴۹)

تو تمہاری ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو تو ان کو کچھ (مال و) متاع دیدو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کر دو۔

**مسائل** اس آیت میں بہت سے احکام ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں اس سے زیادہ صراحت والی آیت اور نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لفظ نکاح حقیقت میں صرف ایجاب و قبول کے لئے ہے؟ یا صرف جماع کے لئے ہے؟ یا ان دونوں کے مجموعے کے لئے؟ قرآن کریم میں اطلاق عقد وطی دونوں پر ہی ہوا ہے لیکن اس آیت میں صرف عقد پر ہی اطلاق ہے۔ اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمبستری سے پہلے بھی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ مومنات کا ذکر یہاں پر بوجہ غلبہ کے ہے، ورنہ حکم کتابیہ عورت کا بھی یہی ہے۔ سلف کی ایک بڑی جماعت نے آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح ہو گیا ہو۔ اس آیت میں نکاح کے بعد طلاق کو فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے نہ طلاق صحیح ہے نہ وہ واقع ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور بہت بڑی جماعتِ سلف و خلف کا یہی

مذہب ہے مالکؒ اور ابو حنیفہؒ کا خیال ہے کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے تو اب جب بھی اس سے نکاح کرے گا طلاق پڑ جائے گی پھر مالکؒ اور ابو حنیفہؒ میں اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو امام ابو حنیفہؒ تو کہتے ہیں جس سے وہ نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالک کا قول ہے کہ نہیں پڑے گی کیونکہ کسی خاص عورت کو مقرر کر کے اس نے یہ نہیں کہا۔ جمہور جو اس کے خلاف ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا۔ اس صورت میں طلاق نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق کو نکاح کے بعد فرمایا ہے پس نکاح سے پہلے کی طلاق کوئی چیز نہیں عہ۔ مسند احمد۔ ابوداؤد ترمذی۔ ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابن آدم جس کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں اور حدیث میں ہے جو طلاق نکاح سے پہلے کی ہو وہ کسی شمار میں نہیں (ابن ماجہ) پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب تم عورتوں کو نکاح کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دیدو تو ان پر کوئی عدت نہیں بلکہ وہ جس سے چاہیں اسی وقت نکاح کر سکتی ہیں۔ ہاں اگر ایسی حالت میں اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو یہ حکم نہیں، اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی پڑے گی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے پس نکاح کے بعد ہی میاں نے بیوی کو چھونے سے پہلے ہی اگر طلاق دیدی ہے تو اگر مہر مقرر ہو چکا ہے تو تو اس کا آدھا دینا پڑے گا ورنہ تھوڑا بہت دیدینا کافی ہے۔ اور آیت میں ہے۔ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ یعنی اگر مہر مقرر ہو چکا ہے اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی تو آدھے مہر کی وہ مستحق ہے اور آیت میں ارشاد ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاۤءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ الخ یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دیدو تو یہ کچھ گناہ کی بات نہیں اگر ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو تو تم انھیں کچھ نہ کچھ دیدو اپنی اپنی طاقت کے مطابق امیر غریب دستور کے مطابق ان سے سلوک کر دے بھلے لوگوں پر یہ ضروری ہے چنانچہ ایسا ایک واقعہ خود حضور صلعم کے ساتھ بھی گزرا کہ آپ نے امیمہ بنت شرجیل سے نکاح کیا یہ رخصت ہو کر آگئیں۔ آپ گئے ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے اسے پسند نہ کیا۔ آپ نے حضرت ابو اُسید کو حکم دیا کہ ان کا سامان تیار کر دیں اور دو کپڑے ارزقیہ کے انھیں دیدیں۔ پس سراح جمیل یعنی اچھائی سے رخصت کر دینا یہی ہے کہ اس صورت میں اگر مہر مقرر ہے تو آدھا دیدے اور اگر مقرر نہیں تو اپنی طاقت کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کر دے۔

---

عہ یہ تو بالکل ہی ظاہر ہے کہ نکاح سے پہلے کسی کو طلاق دینا قطعاً ایک غیر معقول اور احمقانہ فعل ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے قبل یوں کہدیا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں اور پھر اس سے نکاح بھی کر لیا تو طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اب وقوع طلاق ہو گا اور بالکل سیدھی سی بات ہے کہ طلاق، نکاح کے بعد ہی واقع ہو رہی ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو عقل و نقل کے خلاف ہو۔ ہاں صرف اتنا ہوا کہ ان کے خیال کے مطابق وہ طلاق جو کسی عورت سے متعلق کہی گئی، نکاح سے پہلے وہ معلق ہے اور نکاح کے بعد واقع ہو جائے گی جیسا کہ کوئی اپنی منکوحہ ہی کو کہدے کہ اگر تو گھر کے اندر داخل ہوئی تو تجھ پر طلاق یعنی طلاق فوراً واقع نہ ہو گی بلکہ جب گھر میں داخل ہو گی تو واقع ہو گی جس طرح یہاں طلاق کو سب معلق سمجھتے ہیں ایسے ہی پہلی صورت میں امام اعظم معلق تصور کرتے ہیں۔

سہ یعنی فوراً طلاق واقع ہو ایسا نہیں مارہی تعلیق سو اس کی ممانعت حدیث میں موجود نہیں ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

اے نبی! ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیبیاں جن کو آپ اُنکے مہر دے چکے ہیں (۲) حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں

مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ

جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں (۳) آپکے چچا کی بیٹیاں اور آپکی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپکے ماموں کی بیٹیاں اور آپکی خالاؤں کی

هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ

بیٹیاں بھی جنہوں نے آپکے ساتھ ہجرت کی ہو (۴) اور وہ مسلمان عورت بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں

اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ

لانا چاہیں یہ سب آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں نہ اور مومنین کے لئے ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر

فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

اُن کی بیبیوں (۵) اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کئے ہیں تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی (واقع) نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰

غفور رحیم ہے۔

## کچھ اور احکام

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی جن بیویوں کو مہر دیئے ہیں وہ سب آپ پر حلال ہیں۔ آپ کی تمام ازواج مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں۔ ہاں اُمّ المومنین حضرت حبیبہ بنت ابی سفیان رضہ کا مہر حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے چار سو دینار دیا تھا اور اسی طرح اُمّ المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضہ کا مہر صرف ان کی آزادی تھی خیبر کے قیدیوں میں آپ بھی تھیں۔ پھر آپ نے انھیں آزاد کر دیا اور اسی آزادی کو مہر قرار دیا اور نکاح کر لیا۔ اور حضرت جویریہ بنت حارث مُصطلقیہ نے جتنی رقم پر مکاتبہ کیا تھا وہ پوری رقم آپ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس کو ادا کر کے ان سے عقد باندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ازواج مطہرات پر اپنی رضامندی نازل فرمائے۔ اسی طرح جو لونڈیاں غنیمت میں آپ کے قبضہ میں آئیں، وہ بھی آپ پر حلال ہیں۔ صفیہ رضہ اور جویریہ رضہ کے مالک آپ ہو گئے تھے۔ پھر آپ نے انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ریحانہ بنت شمعون نصریہ رضہ اور ماریہ قبطیہ رضہ بھی آپ کی ملکیت میں آئی تھیں۔ حضرت ماریہ رضہ سے آپ کا فرزند بھی ہوا جن کا نام حضرت ابراہیم رضہ تھا۔ چونکہ نکاح کے بارے میں نصرانیوں نے افراط اور یہودیوں نے تفریط سے کام لیا تھا۔ اس عدل و انصاف والی سہل اور صاف شریعت نے درمیانہ راہِ حق کو ظاہر کر دیا۔ نصرانی تو سات پشتوں تک جس عورت مرد کا نسب نہ ملتا ہو۔ ان کا نکاح جائز جانتے تھے اور یہودی بہن اور بھائی کی لڑکی سے بھی نکاح کر لیتے تھے پس اسلام نے بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنے کو روکا اور چچا کی لڑکی پھوپھی کی لڑکی ماموں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کو مباح قرار دیا۔ اس آیت کے الفاظ کی خوبی پر نظر ڈالئے کہ عم اور خال، چچا اور ماموں کے لفظ کو تو واحد لائے اور عمات اور خالات یعنی پھوپھی اور خالہ کے لفظ کو جمع لائے۔ جس میں مردوں کی ایک قسم کی فضیلت عورتوں پر ثابت ہو رہی ہے جیسے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور جیسے جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ یہاں بھی چونکہ ظلمات اور نور یعنی اندھیرے اور اُجالے کا ذکر تھا اور اُجالے کو اندھیرے پر فضیلت ہے اس لئے لفظ ظلمات جمع لائے اور لفظ نور مفرد لائے اس کی اور بھی بہت سی وجہ بیان کی جا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا جنھوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے

حضرت اُم ہانی رضؓ فرماتی ہیں۔ میرے پاس حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ (منگنی) آیا تو میں نے اپنی معذوری ظاہر کی جسے آپ نے تسلیم کرلیا اور یہ آیت اُتری۔ میں ہجرت کرنے والیوں میں نہ تھی بلکہ فتح مکہؔ کے بعد ایمان لانے والیوں میں تھی مفسرین نے بھی یہی کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جنھوں نے مدینے کی طرف آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ قتادہؒ سے ایک روایت میں اس سے مراد اسلام لانا بھی منقول ہے۔ ابن مسعودؓ کی قرات میں وَالّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ ہے پھر فرمایا اور وہ مومنہ عورت جو اپنا نفس اپنے نبی کے لئے ہبہ کردے اور نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو بے مہر دئے اسے نکاح میں لاسکتے ہیں پس یہ حکم دو شرطوں کے ساتھ ہے جیسے آیت وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اِنْ کَانَ اللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ میں یعنی حضرت نوح علیہ السّلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں اگر میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں اور اگر اللہ تعالےٰ تمہیں اِس نصیحت سے مستفید کرنا نہ چاہے تو میری نصیحت تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتی اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان میں یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ٥ یعنی اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اگر مسلمان ہوگئے ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ پس جیسے ان دونوں آیتوں میں دو دو شرطیں ہیں اسی طرح اس آیت میں بھی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کا اپنا نفس ہبہ کرنا دوسرے آپ کا بھی اسے اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کرنا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئیں اور کہا میں اپنا نفس آپ کے لئے ہبہ کرتی ہوںؑ۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہیں تو ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ان سے نکاح کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو میرے نکاح میں دیدیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ جو انھیں مہر میں دیں۔ جواب دیا کہ اس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اگر تم انھیں دیدوگے تو خود بغیر تہبند کے رہ جاؤگے کچھ اور تلاش کرو۔ اُس نے کہا میں اور کچھ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا تلاش تو کرو گو لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ انھوں نے ہر چند دیکھ بھال کی لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ آپ نے فرمایا قرآن کی کچھ سورتیں بھی تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بس تو انہی سورتوں پر میں نے انھیں تمہارے نکاح میں دیدیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے حضرت انسؓ جب یہ واقعہ بیان کرنے لگے تو ان کی صاحبزادی بھی سُن رہی تھیں کہنے لگیں اس عورت میں بہت ہی کم حیا تھی۔ تو آپ نے فرمایا تم سے وہ بہتر تھیں کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی رغبت کر رہی تھیںؑ۔ اور آپ پر اپنا نفس پیش کر رہی تھیں (بخاری) مسند احمد میں ہے کہ ایک عورت حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور اپنی بیٹی کی بہت سی تعریفیں کر کے کہنے لگیں کہ حضورؐ میری مُراد یہ ہے کہ آپ اس سے نکاح کرلیں۔ آپ نے قبول فرمالیا۔ وہ پھر بھی تعریف کرتی رہیں یہاں تک کہا حضورؐ نہ وہ کبھی بیمار پڑی ہیں نہ سر میں درد ہوا ہے یہ سُن کر آپ نے فرمایا پھر مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا تھیں اور روایت میں ہے یہ قبیلۂ بنو سلیم میں سے تھیں۔ اور روایت میں ہے یہ بڑی نیک بخت عورت تھیں۔ ممکن ہے اُم سلیم ہی حضرت خولہ ہوں رضی اللہ عنہا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دوسری کوئی عورت ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے چھ تو قرشیہ تھیں، خدیجہؓ عائشہؓ حفصہؓ اُم حبیبہؓ سودہؓ

---

ع۱ نفس کو ہبہ کرنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپکو اپنے بارے میں اختیار کا ملے رہی ہوں۔ چاہے آپ خود نکاح کرلیں یا کسی سے میرا نکاح کردیں چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ جو معاملہ فرمایا یعنی خود نکاح نہیں کیا بلکہ ایک دُوسرے صحابی سے کردیا۔ اس سے تائید ہوتی ہے کہ ہبہ کرنے کا مطلب صرف یہی نہیں تھا کہ آپؐ ہی مجھ سے نکاح کریں۔ اگر ایسا ہوتا تو آپؐ پھر ان کا نکاح کسی دوسرے سے کراتے بلکہ اپنی طرف سے صرف معذرت و انکار فرما کر قصہ ختم کردیتے حالانکہ آپ نے ایسا نہیں کیا۔ ع۲ جی ہاں یہ خواہش مقدم تھی لیکن آپؐ کے ہاتھوں سے نکاح کرانا بھی ان صحابیہ کی ایک تمنا تھی۔

اور اُمّ سلمہؓ اور تین بنو عامر بن صعصعہ کے قبیلے میں سے تھیں اور دو عورتیں قبیلۂ بنو ہلال بن عامر میں سے تھیں۔ حضرت میمونہ بنتِ حارثؓ یہی وہ ہیں جنھوں نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا جن کی کنیت اُمّ المساکین تھی اور ایک عورت بنو ابی بکر بن کلاب سے یہ وہی ہے جس نے دنیا کو اختیار کیا تھا اور بنو جون میں سے ایک عورت جس نے پناہ طلب کی تھی۔ اور عورت اسدیہ جن کا نام زینب بنت جحش ہے رضی اللہ عنہا دو کنیزیں تھیں صفیہ بنت حیی بن اخطبؓ اور جویریہ بنت حارث بن عمرو بن مصطلق خزاعیہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت حضرت میمونہ بنت حارثؓ تھیں لیکن اس میں انقطاع ہے اور یہ روایت مُرسل ہے یہ مشہور بات ہے کہ حضرت زینبؓ جن کی کنیت اُمّ المساکین تھی، یہ زینب بنت خزیمہ تھیں۔ قبیلۂ انصار میں سے تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی انتقال کر گئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا واللہ اعلم۔ مقصد یہ ہے کہ وہ عورتیں جنھوں نے اپنے نفس کا اختیار آپ کو دیا تھا وہ بہت سی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور کو ہبہ کر دیتی تھیں اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں۔ جب یہ آیت اتری کہ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ الخ تو ان میں سے جسے چاہ اس سے نہ کر اور جسے چاہ اپنے پاس جگہ دے اور جن سے تو نے یکسوئی کر لی ہے۔ انھیں بھی اگر تم لے آؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں تو میں نے کہا بس تو اللہ تعالےٰ نے آپ پر خوف و وسعت و کشادگی کر دی۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کوئی ایسی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہو۔ حضرت یونس بن بکیرؒ فرماتے ہیں گو آپ کے لئے یہ مباح تھا کہ جو عورت اپنے تئیں آپ کو سونپ دے آپ اُسے اپنے گھر میں رکھ لیں۔ لیکن آپ نے ایسا کیا نہیں کیونکہ یہ امر آپ کی مرضی پر رکھا گیا تھا۔ یہ بات کسی اور کے لئے جائز نہیں۔ ہاں مہر ادا کر دے تو بے شک جائز ہے چنانچہ حضرت بروعؓ بنت واشقؓ کے بارے میں جنھوں نے اپنا نفس سونپ دیا تھا۔ جب اس کے شوہر انتقال کر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ان کے خاندان کی اور عورتوں کے مثل انھیں مہر دیا جائے جس طرح موت مہر کو مقرر کر دیتی ہے اسی طرح صرف ہمبستری سے بھی مہر واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں حضورؐ اس حکم سے مستثنیٰ تھے ایسی عورتوں کو کچھ دینا آپ پر واجب نہ تھا۔ گو اسے شرف بھی حاصل ہو چکا ہو اس لئے کہ آپ کو بغیر مہر کے اور بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے نکاح کر لینے کا اختیار تھا جیسے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے قصے میں ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کسی عورت کو یہ جائز نہیں کہ خود کو بغیر ولی اور بغیر مہر کے کسی کے نکاح میں دیدے ہاں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تھا اور مومنوں پر جو ہم نے مقرر کر دیا ہے اُسے ہم خوب جانتے ہیں یعنی وہ چار سے زیادہ بیویاں ایک ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ ہاں ان کے علاوہ لونڈیاں رکھ سکتے ہیں اور ان کی کوئی تعداد مقرر نہیں اسی طرح ولی کی مہر کی گواہوں کی بھی شرط ہے۔ پس امت کے لئے تو یہ حکم ہے اور آپ پر اس کی پابندی نہیں تاکہ آپ پر کوئی حرج نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـــٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ

ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جبتک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو دور

عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ

کر رکھا ہے ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اسمیں زیادہ توقع ہے کہ انکی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی

وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ

اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیدینگے اس پر سب کی سب راضی رہینگی اور خدا تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ (یہی کیا) سب کچھ

عَلِيمًا حَلِيمًا ﴿۱۱﴾

جاننے والا بُردبار ہے۔

## ایک مخصوص حکم

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ان عورتوں پر عار کیا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کریں۔ اور کہتی تھی کہ عورتیں بغیر مہر کے اپنے آپ کو حضورؐ کے حوالے کرنے میں شرماتی نہیں ہیں؟ یہاں تک یہ آیت اتری تو میں نے کہا کہ آپ کا رب آپ کے لئے کشادگی کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ آیت سے مراد یہی عورتیں ہیں۔ ان کے بارے میں نبی اللہ کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں قبول کریں اور جسے چاہیں قبول نہ فرمائیں پھر اس کے بعد یہ بھی آپ کے اختیار میں ہے کہ جنھیں قبول نہ فرمائیں انھیں جب چاہیں نواز دیں، عامر شعبیؒ سے منقول ہے کہ جنھیں مؤخر کر رکھا ہے ان میں حضرت امّ شریکؓ تھیں۔ ایک مطلب اس جملہ کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اپنی بیویوں کے بارے میں آپ کو اختیار تھا کہ اگر چاہیں تقسیم کریں چاہیں نہ کریں، جسے چاہیں مقدم کریں جسے چاہیں مؤخر کریں، اسی طرح خاص بات چیت میں بھی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضورؐ اپنی پوری عمر برابر اپنی ازواج مطہرات میں عدل کے ساتھ برابری کی تقسیم کرتے رہے۔ بعض فقہا شافعیہ کا قول ہے کہ حضورؐ پر تقسیم واجب تھی۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی اللہ کے نبیؐ ہم سے اجازت لیا کرتے تھے۔ مجھ سے تو جب دریافت فرماتے میں کہتی اگر میرے بس میں ہو تو میں کسی اور کے پاس ہرگز نہ جانے دوں، پس صحیح بات جو بہت اچھی ہے اور جس سے ان اقوال میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آیت عام ہے اپنے نفس سونپنے والیوں اور آپ کی بیویوں سب شامل ہے ہبہ کرنے والیوں کے بارے میں نکاح کرنے نہ کرنے کا اور نکاح والیوں میں تقسیم کرنے نہ کرنے کا آپ کو اختیار تھا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہی حکم بالکل مناسب ہے اور ازواج رسولؐ کے لئے سہل ہے۔ جب وہ جان لیں گی کہ آپ باریوں کے مکلف نہیں ہیں پھر بھی مساوات قائم رکھتے ہیں تو انھیں بہت خوشی ہوگی اور ممنون و مشکور رہیں گی اور آپ کے انصاف کی داد دیں گی، اللہ دلوں کی حالتوں سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کسے کس طرف زیادہ رغبت ہے، مسند میں ہے کہ حضورؐ اپنے طور پر صحیح تقسیم اور پورے عدل کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے کہ الٰہ العالمین جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے انصاف کر دیا اب جو میرے بس میں نہیں اس پر تو مجھے ملامت نہ کرنا یعنی دل کے رجوع کرنے کا اختیار مجھے نہیں، اللہ تو سینوں کی باتوں کا عالم ہے لیکن حلم و کرم والا ہے چشم پوشی کرتا ہے معاف فرماتا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ

ان کے علاوہ اور عورتیں آپکے لئے حلال نہیں ہیں (۷) اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں اگرچہ

أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ﴿۱۲﴾

آپ کو ان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز (کی حقیقت اور آثار و مصالح) کا پورا نگران ہے۔

## یہ حکم

پہلی آیتوں میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو حضورؐ کی زوجیت میں رہیں اور اگر چاہیں تو آپ سے علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن امہات المومنینؓ نے دامن رسول

کو چھوڑنا پسند نہ فرمایا۔ اس پر انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیوی بدلہ ایک یہ بھی ملا کہ حضورؐ کو اس آیت میں حکم ہوا کہ اب ان کے سوا آپ کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتے نہ آپ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کے بدلے دوسری لا سکتے ہیں گو وہ کتنی ہی حسین کیوں نہ ہو؟ ہاں لونڈیوں اور کنیزوں کی اور بات ہے۔ اس کے بعد رب العالمین نے یہ تنگی آپ پر سے اٹھالی اور نکاح کی اجازت دیدی لیکن خود حضورؐ نے پھر اور کوئی نکاح کیا ہی نہیں۔ اس حرج کے اٹھانے اور پھر عمل کے نہ ہونے میں بہت بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضورؐ کا یہ احسان اپنی بیویوں پر رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ سے منقول ہے آپ کی وفات سے پہلے ہی خدائے تعالیٰ نے آپ کے لئے اور عورتیں بھی حلال کر دی تھیں (ترمذی نسائی وغیرہ) حضرت ام سلمہؓ سے بھی یہ منقول ہے۔ حلال کرنے والی آیت تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ الخ ہے یعنی جو اس آیت سے پہلے گزر چکی ہے بیان میں وہ پہلے ہے اور اترنے میں وہ پیچھے ہے سورۂ بقرہ میں بھی اسی طرح عدتِ وفات کی پچھلی آیت منسوخ ہے اور پہلی آیت اس کی ناسخ ہے، (واللہ اعلم) اس آیت کے ایک اور معنی بھی بہت سے حضرات سے منقول ہیں۔ وہ کہتے ہیں مطلب اس سے یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر اس سے پہلے ہے ان کے سوا اور حلال نہیں۔ ابی بن کعبؓ سے سوال ہوا کہ کیا حضورؐ کی جو بیویاں تھیں اگر وہ آپ کی موجودگی میں انتقال کر جاتیں تو آپ اور عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے تھے؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ تو سائل نے لَا یَحِلُّ الخ والی آیت پڑھی۔ یہ سن کر حضرت ابی نے فرمایا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ عورتوں کی جو قسمیں اس سے پہلے بیان ہوئی ہیں یعنی منکوحہ عورتیں، لونڈیاں، چچا کی پھوپھیوں کی ماموں کی خالاؤں کی بیٹیاں، ہبہ کرنے والی عورتیں، ان کے سوا جو اور قسم کی ہوں، جن میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ آپ پر حلال نہیں ہیں (ابن جریر) ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سوائے ان مہاجر مومنات کے اور عورتوں سے نکاح کرنے کی آپ کو ممانعت کر دی گئی غیر مسلم عورتوں سے نکاح حرام کر دیا گیا۔ قرآن میں ہے وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ الخ یعنی ایمان کے بعد کفر کرنے والے کے اعمال غارت ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّآ اَحْلَلْنَا الخ میں عورتوں کی جن قسموں کا ذکر کیا وہ تو حلال ہیں ان کے علاوہ اور حرام ہیں۔ مجاہد رح فرماتے ہیں ان کے سوا ہر قسم کی عورتیں خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ یہودیہ ہوں خواہ نصرانیہ سب حرام ہیں۔ ابو صالح فرماتے ہیں کہ اعرابیہ اور انجان عورتوں کے نکاح سے روک دیئے گئے لیکن جو عورتیں حلال تھیں ان میں سے اگر چاہیں سینکڑوں کر لیں حلال ہیں۔ الغرض آیت عام ہے ان عورتوں کو جو آپ کے گھر میں تھیں اور ان عورتوں کو جن کے اقسام بیان ہوئے سب کو شامل ہے اور جن لوگوں سے اس کے خلاف منقول ہے ان سے اس کے مطابق بھی نقل ہے لہذا کوئی منافات نہیں۔ ہاں اس پر ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ حضورؐ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دیدی تھی پھر ان سے رجوع کر لیا تھا۔ اور حضرت سودہؓ کے فراق کا بھی ارادہ کیا تھا جس پر انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دیدیا تھا۔ اس کا جواب امام ابن جریرؒ نے یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے، بات یہی ہے لیکن ہم کہتے ہیں اس جواب کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اس آیت میں ان کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنے اور انہیں نکال کر اوروں کو لانے کی ممانعت ہے نہ کہ طلاق دینے کی۔ واللہ اعلم۔ حضرت سودہؓ والے واقعہ میں آیت وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ الخ اتری ہے اور حضرت حفصہؓ والا واقعہ ابو داؤد وغیرہ میں موجود ہے۔ ابو یعلےٰ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے پاس ایک دن آئے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کہ شاید تمہیں حضورؐ نے طلاق دیدی۔ سنو اگر رجوع ہو گیا اور پھر یہی موقع پیش آیا تو قسم خدا کی میں مرتے دم تک تم سے کلام نہ کروں گا۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عورتوں میں اضافہ کرنے سے اور کسی کو نکال کر اس کے بدلے دوسری کو لانے سے منع کیا ہے مگر لونڈیاں حلال رکھی گئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں ایک غلط رواج یہ بھی تھا کہ لوگ آپس میں بیویوں کا تبادلہ کر لیا کرتے تھے، یہ اپنی اسے دیدیتا تھا اور وہ اپنی اسے دیدیتا تھا۔ اسلام نے اس گندے طریقے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ ایک مرتبہ

کا واقعہ ہے کہ عُیینہ بن حصن فزاری حضور صلعم کے پاس آئے اور اپنی جاہلیت کی عادت کے مطابق بغیر اجازت چلے آئے۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت عائشہ رضؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا تم بے اجازت کیوں چلے آئے؟ اس نے کہا واہ! میں نے تو آج تک قبیلہ مضر کے خاندان کے کسی شخص سے اجازت مانگی ہی نہیں، پھر کہنے لگا یہ آپ کے پاس کونسی عورت بیٹھی ہوئی تھیں؟ آپ نے فرمایا یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ تھیں۔ تو کہنے لگا حضور انھیں چھوڑ دیں۔ میں ان کے بدلے اپنی بیوی آپ کو دیتا ہوں جو خوبصورتی میں بے مثل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ایسا کرنا حرام کر دیا ہے، جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا ایک احمق سردار تھا، تم نے اس کی باتیں سُنیں؟ اس پر بھی یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اس روایت کا ایک راوی اسحٰق بن عبد اللہ نہایت ناقابل اعتبار ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تمکو کھانے کے لئے اجازت دی جائے ایسے طور پر

نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا

کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت

مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ ۖ وَاللَّهُ

بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ

لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ

صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا۔ اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں سے

ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا

اور ان کے دلوں سے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تمکو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم

أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا

آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک، بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے

إِن تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ○

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالےٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

## پردہ کا حکم

اس آیت میں پردے کا حکم ہے اور شرعی آداب و احکام کا بیان ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جو آیتیں اُتری ہیں ان میں یہ ایک بھی ہے۔ بخاری مسلم میں آپ سے روایت ہے کہ تین باتیں میں نے کہیں جن کے مطابق ہی رب العالمین کے احکام نازل ہوئے میں نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ مقام ابراہیم کو قبلہ بنائیں تو بہتر ہو۔ خدائے تعالیٰ کا بھی یہی حکم اُترا کہ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ گھر میں ہر کہہ و مہ آ جائے، آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیں تو اچھا ہے، پس اللہ تعالےٰ کی طرف سے پردے کا حکم نازل ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات غیرت کی وجہ سے کچھ کہنے سُننے لگیں تو میں نے کہا کسی غرور میں نہ رہنا، اگر حضور تمہیں چھوڑ دیں تو اللہ تعالےٰ تم سے بہتر بیویاں

آپ کو دلوائے گا چنانچہ یہی آیت قرآن میں نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں ایک چوتھی موافقت بھی مذکور ہے وہ بدر کے قیدیوں کا فیصلہ ہے اور روایت میں ہے ۵ھ ماہ ذی قعدہ میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی سے نکاح کیا جو نکاح خود اللہ تعالےٰ نے کرایا تھا تو اسی صبح کو پردے کی آیت نازل ہوئی ہے بعض حضرات کہتے ہیں یہ واقعہ ۳ھ ہجری کا ہے۔ واللہ اعلم

صحیح بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی وہ کھاپی کر باتوں میں بیٹھے رہے۔ آپ نے اُٹھنے کی تیاری بھی کی پھر بھی وہ نہ اُٹھے یہ دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے۔ آپ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چلدیئے لیکن پھر بھی تین شخص وہیں بیٹھے رہ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ حضورؐ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ پھر لوٹ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انسؓ نے حضورؐ کو خبر دی۔ اب آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ میں نے بھی جانا چاہا تو آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کر دیا اور یہ آیت اُتری۔ اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اس موقعہ پر گوشت روٹی کھلائی تھی اور حضرت انسؓ کو بھیجا تھا کہ لوگوں کو بُلا لائیں لوگ آتے تھے کھاتے تھے اور واپس جاتے تھے۔ جب ایک بھی ایسا نہ بچا کہ جسے حضرت انسؓ بلاتے، تو آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا اب دستر خوان بڑھا دو۔ لوگ سب چلے گئے مگر تین شخص باتوں میں لگے رہے۔ حضورؐ یہاں سے نکل کر حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور فرمایا السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرمایئے حضورؐ بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ آپ نے فرمایا خدا تمہیں برکت دے۔ اسی طرح آپ اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور سب جگہ یہی باتیں ہوئیں۔ اب لوٹ کر جو آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں صاحب اب تک گئے نہیں۔ چونکہ آپ میں شرم وحیا لحاظ ومروت بیحد تھا اس لئے آپ کچھ فرما نہ سکے اور پھر سے حضرت عائشہؓ کے حجرے کی طرف چلے، اب نہ جانے میں نے خبر دی یا تو آپ کو کہیں اور سے اطلاع ملی کہ وہ تینوں بھی چلے گئے تو آپ پھر آئے اور چوکھٹ میں ایک قدم رکھتے ہی آپ نے پردہ ڈالدیا اور پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت میں بجائے تین شخصوں کے دو کا ذکر ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ کے کئی نئے نکاحوں پر حضرت اُمّ سلیمؓ نے مالیدہ بنا کر ایک لگن میں رکھ کر حضرت انسؓ سے کہا اسے خدا کے رسول کو پہنچاؤ اور کہہ دینا یہ تھوڑا سا تحفہ ہماری طرف سے قبول فرمایئے اور میرا سلام بھی کہدینا۔ اس وقت لوگ تھے بھی تنگی میں۔ میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ اور ان کا سلام پہنچایا اور پیغام بھی۔ آپ نے اسے دیکھا اور فرمایا اچھا اسے رکھ دو۔ میں نے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا جاؤ فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ۔ بہت سے لوگوں کے نام لئے اور فرمایا۔ ان کے علاوہ جو مسلمان مل جائے میں نے یہی کیا۔ جو ملا اُسے حضورؐ کے یہاں کھانے کے لئے بھیجتا رہا واپس لوٹا تو دیکھا کہ گھر اور انگنائی اور بیٹھک سب لوگوں سے پُر ہے۔ تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے تھے۔ اب مجھ سے آپ نے فرمایا۔ جاؤ وہ پیالہ اٹھا لاؤ میں لایا تو آپ نے اپنا ہاتھ اُس پر رکھ کر دُعا کی اور جو خدا نے چاہا آپ نے زبان سے کہا۔ پھر فرمایا چلو دس دس آدمی حلقہ کر کر کے بیٹھ جاؤ اور بسم اللہ کہہ کہہ کر اپنے اپنے آگے سے کھانا شروع کرو۔ اسی طرح کھانا شروع ہوا۔ اور سب کے سب کھا چکے تو آپ نے فرمایا پیالہ اُٹھالو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے پیالہ اٹھا کر دیکھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ جب رکھا تھا اس وقت اس میں زیادہ کھانا تھا یا اب؟ چند لوگ آپ کے گھر میں ٹھہر گئے ان میں باتیں ہو رہی تھیں اور ام المومنین دیوار کی طرف مُنہ پھیرے بیٹھی ہوئی تھیں ان کا اتنی دیر تک نہ ہٹنا حضورؐ پر شاق گزر رہا تھا۔ لیکن شرم ولحاظ کی وجہ سے کچھ فرماتے نہ تھے اگر انھیں اس بات کا علم ہو جاتا تو وہ نکل جاتے لیکن وہ بے فکری سے بیٹھے ہی رہے۔ آپ گھر سے نکل کر اور ازواج مطہرات کے حجروں کے پاس چلے گئے۔ پھر واپس آئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تو یہ بھی سمجھ گئے بڑے نادم ہوئے اور جھٹ سے نکل چلے آپ اندر بڑھے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں بھی حجرے ہی میں تھا جو یہ آیت اُتری اور آپ اس کی تلاوت کرتے ہوئے باہر آئے۔ سب سے پہلے اس آیت

کو عورتوں نے سُنا اور میں تو سب سے اوّل ان کا سُننے والا ہوں۔ پہلے حضرت زینب کے پاس آپ کا رشتہ (منگنی) لیجانے کی روایت آیت فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہے اس کے آخر میں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ پھر لوگوں کو نصیحت کی گئی۔ اور ہاشم کی اِس حدیث میں اس آیت کا بیان بھی ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ راتوں کے وقت ازواج مطہرات قضائے حاجت کے لئے جنگل کو جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کو یہ پسند نہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انھیں اس طرح نہ جانے دیجئے۔ حضورؐ اس پر توجہ نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نکلیں تو چونکہ فاروق اعظمؓ کی منشا یہ تھی کہ کسی طرح ازواج مطہرات کا یہ نکلنا بند ہو۔ اس لئے انھیں ان کے قد و قامت کی وجہ سے پہچان کر بآواز بلند کہا کہ ہم نے تمھیں اے سودہؓ پہچان لیا۔ اس کے بعد پردے کی آیتیں اُتریں۔ اس روایت میں یونہی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ واقعہ نزولِ حجاب کے بعد کا ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حجاب کے حکم کے بعد حضرت سودہؓ نکلیں الخ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ اسی وقت واپس آگئیں۔ آنحضرت شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے ایک ہڈی ہاتھ میں تھی، آکر واقعہ بیان کیا، اسی وقت وحی نازل ہوئی، جب ختم ہوئی اس وقت بھی وہ ہڈی ہاتھ میں ہی تھی، اسے چھوڑی ہی نہ تھی، تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں تمہاری ضرورتوں کی بنا پر باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔ آیت میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس عادت سے روکتا ہے جو جاہلیت میں اور ابتداءِ اسلام میں ان میں تھیں کہ بے اجازت دوسرے کے گھر میں چلے جاتے۔ پس اللہ تعالےٰ اس امت کا اکرام کرتے ہوئے اُسے یہ ادب سکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون ہے کہ خبردار عورتوں کے پاس نہ جاؤ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے انھیں مستثنیٰ کر دیا جنھیں اجازت دیدی جائے تو فرمایا مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے کھانے کی طرف اس طرح کے تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ مجاہد اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور اس کے تیار ہونے کے وقت ہی نہ پہنچو۔ جب سمجھا کہ کھانا تیار ہو گا، جا گھسے۔ یہ خصلت خدا کو پسند نہیں۔ یہ دلیل ہے طفیلی بننے کی حرمت پر۔ امام خطیب بغدادیؒ نے اس کی مذمت میں پوری ایک کتاب لکھی ہے۔ پھر فرمایا جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل جاؤ۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ تم میں سے کسی کو جب اس کا بھائی بلائے تو اُسے دعوت قبول کرنی چاہیے خواہ نکاح کی ہو یا کوئی اور۔ اور حدیث میں ہے کہ اگر مجھے ایک کھُر کی دعوت دی جائے تو بھی میں اُسے قبول کروں گا۔ دستور دعوت میں یہ بھی بیان فرمایا کہ جب کھا چکو تو پھر میزبان کے ہاں ہتیا دے کر نہ بیٹھ جاؤ، بلکہ وہاں سے چلے جاؤ، باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ جیسے ان تین شخصوں نے کیا تھا۔ جس سے حضورؐ کو تکلیف ہوئی۔ لیکن مروت اور لحاظ سے کچھ نہ بولے اسی طرح یہ مطلب بھی ہے کہ تمہارا بے اجازت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں چلے جانا آپ پر شاق گزرتا ہے لیکن آپ بوجہ شرم و حیا کے تم سے کہہ نہیں سکتے۔ اللہ تعالےٰ تم سے صاف صاف بیان فرما رہا ہے کہ ایسا نہ کرنا۔ وہ حق تعالےٰ حکم دینے سے حیا نہیں کرتا۔ تمہیں جس طرح بے اجازت آپ کی بیویوں کے پاس جانا منع ہے۔ اسی طرح ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے۔ اگر تمہیں ان سے کوئی ضروری چیز لینی دینی بھی ہو تو پس پردہ لین دین ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ مالیدہ کھا رہے تھے حضرت عمرؓ کو بھی بلا لیا۔ آپ بھی کھانے بیٹھ گئے حضرت صدیقہؓ پہلے ہی سے کھانے میں شریک تھیں۔ حضرت عمرؓ ازواج مطہرات کے پردے کی تمنا میں تھے کھاتے ہوئے انگلیوں سے انگلیاں لگ گئیں تو بے ساختہ فرمانے لگے۔ کاش کہ میری مان لی جاتی اور پردہ کرایا جاتا تو کسی کی نگاہ بھی نہ پڑتی، اس وقت پردے کا حکم اُترا۔ پھر پردے کی تعریف فرما رہا ہے کہ مردوں عورتوں کے دلوں کی پاکیزگی کا یہ ذریعہ ہے۔ کسی شخص نے آپ کی کسی بیوی سے آپ کے بعد نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہوگا۔ اس آیت میں یہ حرام قرار دیا گیا کیونکہ حضورؐ کی بیویاں زندگی میں اور جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہیں اور جملہ مسلمانوں کی بیویاں ہیں اور جملہ مسلمانوں کی مائیں ہیں اس لئے مسلمانوں پر ان سے نکاح کرنا محض حرام ہے یہ حکم ان بیویوں کے لئے جو آپ کے گھر میں آپ کے انتقال کے وقت تھیں، سب کے نزدیک اجماعاً ہے لیکن جس بیوی کو آپ نے اپنی زندگی میں

طلاق دیدی اور اس سے میل ہو چکا ہو تو اس سے کوئی اور نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو مذہب ہیں اور جس سے ہمبستری نہ ہوا اور طلاق دیدی ہو اس سے دوسرے نکاح کر سکتے ہیں. قیلہ بنت اشعث بن قیس حضورؐ کی ملکیت میں آگئی تھی آپ کے انتقال کے بعد. اس نے عکرمہؓ بن ابوجہل سے نکاح کر لیا حضرت ابو بکرؓ پر یہ گراں گزرا لیکن حضرت عمرؓ نے سمجھایا کہ اے خلیفۂ رسول یہ حضورؐ کی بیوی نہ تھی نہ اسے حضورؐ نے اختیار دیا نہ اسے پردے کا حکم دیا اور اس کی قوم کی ردت کے ساتھ ہی اس کی ردت کی وجہ سے خدا نے اسے حضورؐ سے بری کر دیا یہ سنکر حضرت صدیقؓ کا اطمینان ہو گیا. پس ان دونوں باتوں کی برائی بیان فرماتا ہے کہ رسولؐ کو ایذا دینا ان کی بیوی سے ان کے بعد نکاح کر لینا یہ دونوں گناہ خدا کے نزدیک بہت بڑے ہیں. تمہاری چھپی اور علانیہ باتیں سب خدا پر ظاہر ہیں اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں. آنکھوں کی خیانت کو سینے میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے ارادوں کو وہ جانتا ہے.

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ

پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ

وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ

اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے اور خدا سے

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝

ڈرتی رہو بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے .

### کیا مضائقہ ہے

چونکہ اوپر کی آیتوں میں اجنبیوں سے پردے کا حکم ہوا تھا اس لئے جن قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ تھا ان کا بیان اس آیت میں کر دیا. سورۂ نور میں بھی اسی طرح فرمایا کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوند باپ سسر لڑکوں، خاوند کے لڑکوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں عورتوں، اور ملکیت جن کی ان کے ہاتھوں میں ہو، ان کے سامنے کام کرنے والے غیر خواہشمند مردوں یا بچوں کے سامنے، اس کی پوری تفسیر اسی آیت کے تحت میں گزر چکی ہے. چچا اور ماموں کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے لڑکوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کریں. حضرت شعبی اور حضرت عکرمہ تو ان دونوں کے سامنے عورت کا دوپٹہ اتارنا مکروہ جانتے تھے نِسَآئِهِنَّ سے مراد مومن عورتیں ہیں، ماتحت سے مراد لونڈی غلام ہیں، جیسے کہ پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے اور حدیث بھی ہم وہیں ذکر کر چکے ہیں. سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف لونڈیاں ہی ہیں. اللہ تعالےٰ سے ڈرتی رہو. اللہ تعالےٰ ہر چیز پر شاہد ہے چھپا کھلا سب اسے معلوم ہے. اس موجود اور حاضر کا خوف رکھو اور اس کا لحاظ کرتی رہو.

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

اور خوب سلام بھیجا کرو

## نبی پہ لاکھوں سلام

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو العالیہؒ سے روایت ہے کہ خدا کا اپنے نبی پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ کی ثنا صفت کا بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود آپ کے لئے دعا کرنا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی برکت کی دعا۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ خدا کا درود رحمت ہے فرشتوں کا درود استغفار ہے۔ عطاؒ فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالےٰ کی صلوٰۃ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ ہے۔ مقصود اس آیت شریفہ سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت، عزت اور مرتبت لوگوں کی نگاہوں میں قائم ہو جائے اور وہ جان لیں کہ خود خدا تعالےٰ آپ کا ثنا خواں ہے اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی آپ پر درود وسلام بھیجا کرو تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی کے لوگوں کا اس پر اجماع ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے پوچھا تھا کہ کیا خدا تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو کہ ہاں خدا تعالےٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر رحمت بھیجتا رہتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ یہی رحمت اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر بھی نازل فرماتا ہے ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ الخ یعنی اے ایمان والو! تم اللہ تعالےٰ کا بہ کثرت ذکر کرتے رہا کرو اور صبح وشام اسی کی تسبیح بیان کیا کرو۔ وہ خود تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اور آیت میں ہے: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الخ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اِنَّا لِلّٰهِ الخ پڑھتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے درود نازل ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنی طرف والوں پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی ایک شخص کے لئے یہ دعا منقول ہے کہ "خدایا! ابی اوفیٰ پر اپنی رحمت نازل فرما" حضرت جابرؓ کی بیوی نے حضورؐ سے درخواست کی کہ میرے لئے اور میرے خاوند کے لئے صلوٰۃ بھیجئے تو آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر درود نازل فرمائے درود شریف کے بیان کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے تھوڑی ہم یہاں ذکر کرتے ہیں وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔ بخاری شریف میں ہے آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں صلوٰۃ کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے اَلتَّحِيَّاتُ کے بعد دونوں درود بتلائے لیکن دونوں میں وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ لفظ نہیں ہے۔ ایک اور روایت میں عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ کا لفظ نہیں اور روایت میں پہلا درود تو پورے لفظوں کے ساتھ ہے دوسرا کچھ تغیر کے ساتھ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ آخر میں وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ بھی کہتے تھے (ترمذی) جس سلام کا اس میں ذکر ہے وہ تحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ہے یہ التحیات آپ مثل قرآن کی سورت کے سکھایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ بھی ہے اور پہلے درود میں قدرے تغیر ہے۔ ایک روایت میں درود کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ بعض روایتوں میں عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ کے بعد فِي الْعٰلَمِيْنَ کا لفظ بھی ہے۔ ایک روایت میں سوال میں یہ لفظ بھی ہیں کہ درود نماز میں ہم کس طرح پڑھیں الخ امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں اگر کسی نے درود نہیں پڑھا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی درود کا پڑھنا اس جگہ واجب ہے بعض متاخرین نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صرف انہی کا قول ہے اور اس کے خلاف اجماع ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے صحابہؓ کی ایک اور جماعت نے بھی کہا ہے۔ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو مسعود بدریؓ حضرت جابر بن عبد اللہؓ تابعین میں بھی اس مذہب کے لوگ گزرے ہیں جیسے شعبی ابو جعفر باقر مقاتل بن حیان وغیرہ اور شافعیہ کا تو سب کا یہی مذہب ہے امام احمد کا بھی آخری قول یہی ہے جیسے کہ ابو زرعہ دمشقی کا بیان ہے۔ اسحٰق بن راہویہؒ امام محمد بن ابراہیم فقیہؒ بھی یہی کہتے ہیں بلکہ بعض حنبلی ائمہ نے بھی کہا ہے کہ کم از کم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا نماز میں کہنا واجب ہے جیسے کہ صحابہؓ کے سوال پر آپ نے تعلیم دی اور ہمارے بعض ساتھیوں

نے آپ کی آل پر درود بھیجنا بھی واجب کہا ہے۔ الغرض درود کا نماز میں واجب ہونے کا قول بہت ظاہر ہے اور حدیث میں اس کی دلیل بھی موجود ہے اور سلف و خلف میں امام شافعیؒ کے علاوہ اور ائمہ بھی اس کے قائل رہے ہیں۔ پس یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ امام صاحب ہی کا یہ قول ہے اور یہ خلاف اجماع ہے اس کی تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد، ترمذی، ابو داؤد نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے ایک شخص نے بغیر خدا کی حمد و ثنا کئے اور بغیر حضورؐ پر درود پڑھے اپنی نماز میں دعا کی تو آپ نے فرمایا اس نے بہت جلدی کی۔ پھر اُسے بلا کر فرمایا یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی تعریفیں بیان کرے پھر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگے۔ ابن ماجہ میں ہے جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔ جو وضو میں بِسْمِ اللّٰہ نہ کہے اس کا وضو نہیں۔ جو نبی پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔ جو انصار سے محبت نہ رکھے اس کی نماز نہیں۔ لیکن اس کی سند میں عبدالمہیمن نامی راوی متروک ہے طبرانی میں یہ روایت ان کے بھائی سے نقل ہے لیکن اس میں بھی تامل ہے اور معروف روایت پہلی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ مسند میں ہے کہ ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر سلام کہنا تو جانتے ہیں درود سکھا دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا یوں کہو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اس کا ایک راوی ابو داؤد اعمیٰ جس کا نام نفیع بن حارث ہے وہ متروک ہے۔ حضرت علیؓ سے لوگوں کو اس دعا کا سکھانا بھی منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِئَ الْمَسْمُوْكَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوٰتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَفَضَائِلَ اٰلَائِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِكَ بِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَكِلٍ فِيْ قَدَمٍ وَّلَا وَهْنٍ فِيْ عَزْمٍ وَاعِيًا لِوَحْيِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ مَاضِيًا عَلٰی نَفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِقَابِسٍ اٰلَاءُ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَهْلِهٖ اَسْبَابَهٗ بِهٖ هُدِيَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْكَامِ وَمُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَّرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً اَللّٰھُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِيْ عَدْنِكَ وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ لَهٗ مُهَنَّئَاتٍ غَيْرَ مُكَدَّرَاتٍ مِّنْ فَوْزِ ثَوَابِكَ الْمَعْلُوْلِ وَجَزِيْلِ عَطَائِكَ الْمَحْلُوْلِ اَللّٰھُمَّ اَعْلِ عَلٰی بِنَاءِ النَّاسِ بِنَاءَهٗ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزُلَهٗ وَاَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ وَاجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَّخُطَّةٍ فَصْلٍ وَّحُجَّةٍ وَّبُرْهَانٍ عَظِيْمٍ۔

مگر اس کی سند ٹھیک نہیں، اس کا راوی ابو الحجاج مزی سلامہ کندی نہ تو معروف ہے نہ اس کی ملاقات حضرت علیؓ سے ثابت ہے۔ ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو بہت اچھا اور بہتر پڑھا کرو بہت ممکن ہے کہ تمہارا یہ درود حضورؐ پر پیش کیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر آپ ہمیں کوئی ایسا درود سکھایئے۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے یہ پڑھو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔ اس کے بعد التحیات کے بعد کے دونوں درود ہیں۔ یہ روایت بھی موقوف ہے۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت یونس بن خباب نے اپنے فارس کے ایک خطبے میں اس آیت کی تلاوت کی پھر لوگوں کے درود کے طریقے کے سوال کو بیان فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا رَحِمْتَ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ کو بھی بیان فرمایا ہے اس سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے رحم کی دعا بھی ہے جمہور کا یہی مذہب ہے اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی

دعا میں کہا تھا. خدایا مجھ پر اور محمدؐ پر رحم کر اور ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر تو آپ نے اس سے فرمایا تو نے بہت ہی زیادہ چیز کو تنگ کر دیا۔ عـہ
قاضی عیاض نے جمہور مالکیہ سے اس کا عدم جواز نقل کیا ہے۔ ابو محمد بن ابو زید بھی اس کے جواز کی طرف گئے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے
جب تک کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے بھی اس کے لئے دعائے رحم کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ
کمی کرو یا زیادتی کرو (ابن ماجہ) حضور فرماتے ہیں سب سے زیادہ قریب قیامت میں مجھ سے وہ ہو گا جو سب سے زیادہ مجھ پر
درود پڑھا کرتا تھا (ترمذی) فرمان ہے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالےٰ اُس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ اس پر ایک
شخص نے کہا پھر میں اپنی دعا کا آدھا وقت درود ہی میں خرچ کروں گا۔ فرمایا جیسی تیری مرضی۔ اس نے کہا پھر میں دو تہائی کروں؟
آپ نے فرمایا اگر چاہے۔ اس نے کہا پھر تو میں اپنا سارا ہی وقت اس کے لئے ہی کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس وقت اللہ
تعالےٰ تجھے دین و دنیا کے غم سے نجات دیدے گا۔ (ترمذی) اُبی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ آدھی رات کو حضورؐ باہر نکلتے
اور فرماتے۔ ہلا دینے والی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی بھی ہے۔ حضرت اُبیؓ نے ایک مرتبہ کہا۔ حضورؐ میں رات کو
جو نماز پڑھا کرتا ہوں تو اس کا تہائی حصہ آپ پر درود پڑھتا رہوں۔ آپ نے فرمایا آدھا حصہ۔ انہوں نے کہا آدھا کروں؟
فرمایا دو تہائی کہا اچھا میں پورا وقت اسی میں گزاروں گا۔ آپ نے فرمایا تو اللہ تعالےٰ تیرے تمام گناہ معاف فرما دے
گا۔ (ترمذی) اسی روایت کی ایک اور سند میں ہے تہائی رات گذرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو خدا کی
یاد کرو، لوگو ذکر اللہ کرو۔ دیکھو کپکپا دینے والی آ رہی ہے موت اپنے ساتھ کل کی مصیبتوں اور آفتوں کو لئے ہوئے چلی آ رہی
ہے، موت اپنے ساتھ کی تمام چیزوں کو لئے ہوئے آ رہی ہے۔ حضرت اُبیؓ نے کہا۔ یا رسول اللہؐ میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا
ہوں پس کتنا وقت اس میں گزاروں؟ آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے۔ کہا چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو اور زیادہ کرو تو اور اچھا ہے۔
کہا آدھا؟ تو یہی جواب دیا۔ پوچھا دو تہائی؟ تو یہی جواب ملا۔ کہا بس تو میں سارا ہی وقت اس میں گزاروں گا۔ فرمایا پھر
اللہ تعالےٰ تجھے تیرے تمام غموں سے بچائے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔ (ترمذی) ایک شخص نے آپ سے کہا
حضورؐ اگر میں اپنی تمام تر صلوات آپ ہی پر کر دوں تو؟ آپ نے فرمایا۔ دنیا اور آخرت کے تمام مقاصد پورے ہو جائیں
گے۔ (مسند احمد) حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں۔ آپ ایک مرتبہ گھر سے نکلے میں ساتھ ہو لیا۔ آپ کھجوروں کے ایک
باغ میں گئے وہاں جا کر سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا اس قدر دیر لگائی کہ مجھے تو یہ کھٹکا گزرا کہ کہیں آپ کی روح
پرواز نہ کر گئی ہو۔ قریب جا کر آپ کو دیکھنے لگا۔ اتنے میں آپ نے سر اٹھایا مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے اپنی حالت ظاہر کی۔
فرمایا بات یہ تھی کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا میں تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ جناب باری عزّ اسمہٗ فرماتا
ہے جو تجھ پر درود بھیجے گا میں بھی اس پر درود بھیجوں گا اور جو تجھ پر سلام بھیجے گا میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا (مسند امام
احمد بن حنبلؒ) اور روایت میں ہے کہ یہ سجدہ اس امر پر خدا کے شکریے کا تھا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
کسی کام کے لئے نکلے، کوئی نہ تھا جو آپ کے ساتھ جاتا تو حضرت عمرؓ جلدی سے پیچھے پیچھے گئے۔ دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں۔ دور
ہٹ کر کھڑے ہو گئے آپ نے سر اٹھا کر اُن کی طرف دیکھ کر فرمایا تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ مجھے سجدے میں دیکھ کر پیچھے ہٹ
گئے۔ سنو میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور فرمایا آپ کی امت میں سے جو ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس پر
دس رحمتیں اُتارے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا (طبرانی) ایک مرتبہ آپ اپنے صحابہؓ کے پاس آئے چہرہ

عـہ یعنی خدا تعالےٰ کی رحمت جو بالکل عام ہے تو نے اس کو یہ کہکر کہ صرف ہم دو پر کرنا اور کسی پر نہ کرنا تنگ کر دیا۔ عـہ ورنہ
اگر تم مخل ہوتے تو یقیناً سجدے کی کیفیت میں فرق پڑتا اور وہ کیف محسوس نہ ہوتا جو اب حاصل ہوا۔

سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ صحابہؓ نے سبب دریافت کیا تو فرمایا۔ ایک فرشتے نے آکر مجھے یہ بشارت دی کہ میرا اُمتی جب مجھ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر اتریں گی۔ اسی طرح ایک سلام کے بدلے دس سلام (نسائی) اور روایت میں ہے کہ ایک درود کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی، دس گناہ معاف ہوں گے دس درجے بڑھیں گے اور اسی کے مثل اس پر لوٹایا جائیگا (مسند احمد) جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (مسلم وغیرہ) فرماتے ہیں مجھ پر درود بھیجا کرو، وہ تمہارے لئے زکوٰۃ ہے اور میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو وہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جو ایک شخص کو ہی ملے گا کیا عجب کہ وہ میں ہی ہوں۔ (احمد) حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود بھیجتا ہے اللہ اور اُس کے فرشتے اس پر ستر درود بھیجتے ہیں۔ اب جو چاہے کم کرے اور جو چاہے زیادتی کرے۔ سنو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے ایسے کہ گویا کسی کو رخصت کر رہا ہو تین بار فرمایا کہ میں اُمّی نبی محمد ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، مجھے نہایت کھلا بہت جامع اور ختم کر دینے والا کلام دیا گیا ہے مجھے جہنم کے داروغوں کی، عرش کے اٹھانے والوں کی گنتی بتلادی گئی ہے مجھ پر خاص عنایت کی گئی ہے اور مجھے اور میری اُمت کو عافیت عطا فرمائی گئی ہے۔ جب تک میں تم میں موجود ہوں سُنتے اور مانتے رہو جب مجھے میرا رب لے جائے تو تم کتاب اللہ کو مضبوط تھامے رہنا۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھنا (مسند امام احمدؒ) فرماتے ہیں کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اُسے چاہیئے کہ مجھ پر درود بھیجے ایک مرتبہ کے درود بھیجنے سے خدا تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے (ابوداؤد طیالسی) ایک درود دس رحمتیں دلواتا ہے اور دس گناہ معاف کراتا ہے (مسند) بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا (ترمذی) اور روایت میں ہے۔ ایسا شخص سب سے بڑا بخیل ہے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ انسان کو یہ بخل کافی ہے کہ میرا نام سُن کر درود نہ پڑھے۔ فرماتے ہیں وہ شخص برباد ہوا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔ وہ بھی برباد ہوا جس کی زندگی میں رمضان آیا اور نکل جانے تک اس کے گناہ معاف نہ ہوئے۔ عہ وہ بھی برباد ہوا جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کے زمانے کو پالیا پھر بھی انہوں نے اُسے جنت میں نہ پہنچایا عہ (ترمذی) یہ حدیثیں دلیل ہیں اس امر پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے جیسے طحاوی، حلیمی وغیرہ۔ ابن ماجہ میں ہے۔ جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا۔ اُس نے جنت کی راہ سے خطا کی۔ یہ حدیث مرسل ہے لیکن پہلی حدیثوں سے اس کی پوری تقویت ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں مجلس میں ایک دفعہ تو واجب ہے۔ پھر مستحب ہے۔ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور خدا کے ذکر اور درود بغیر اُٹھ کھڑے ہوں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر وبال ہو جائے گی اگر خدا چاہے تو انھیں عذاب کرے چاہے معاف کرے۔ اور روایت میں ذکر اللہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ گو وہ جنت میں جائیں۔ لیکن محرومیٔ ثواب کے باعث انھیں سخت افسوس رہے گا۔ بعض کا قول ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ آپ پر درود واجب ہے پھر مستحب ہے تاکہ آیت کی تعمیل ہو جائے۔ قاضی عیاضؒ نے حضورؐ پر درود بھیجنے کے وجوب کو بیان فرما کر اسی قول کی تائید کی ہے۔ لیکن طبریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے تو استحباب ہی ثابت ہوتا ہے اور اسی پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان کا مطلب بھی یہی ہو کہ ایک مرتبہ واجب پھر مستحب جیسے آپ کی نبوت کی گواہی۔ لیکن میں کہتا ہوں بہت سے ایسے اوقات ہیں جن میں حضور صلعم پر درود پڑھنے کا ہمیں حکم ملا ہے۔ لیکن بعض وقت واجب

---

عہ یعنی خدا تعالیٰ نے اسکو اس کا موقع دیا تھا کہ وہ روزے رکھتا اور اس عبادت کے نتیجہ میں اپنے تمام گناہ معاف کرا لیتا، لیکن بدقسمتی سے سارا رمضان گزر گیا اور وہ روزے نہ رکھ سکا عہ مطلب یہ کہ انکی خدمت کرتا تو جنت کا مستحق ہو جاتا لیکن اس بدنصیب نے خدمت کی نہ جنت کا مستحق

ہے اور بعض جگہ واجب نہیں۔ چنانچہ (۱) اذان سُن کر۔ دیکھئے مسند کی حدیث میں ہے جب تم اذان سُنو تو جو مؤذن کہہ رہا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو۔ ایک کے بدلے دس درود اللہ تم پر بھیجے گا پھر میرے لئے وسیلہ مانگو جو جنت کی ایک منزل ہے اور ایک ہی بندہ اس کا مستحق ہے مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سُنو جو میرے لئے وسیلہ کی دُعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔ پہلے درود کی زکوٰۃ ہونے کی حدیث میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ فرمان ہے کہ جو شخص درود بھیجے اور کہے اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہو جائے گی (مسند) ابن عباس سے دُعا منقول ہے اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَۃَ مُحَمَّدِنِ الْکُبْرٰی وَارْفَعْ دَرَجَتَہُ الْعُلْیَا وَاَعْطِہٖ سُؤْلَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی کَمَآ اٰتَیْتَ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی عَلَیْھِمُ السَّلَامُ۔ (۲) مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کے وقت۔ چنانچہ مسند میں ہے حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں جب آں حضرت صلعم مسجد میں جاتے تو درود و سلام پڑھ کر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔ اور جب مسجد سے نکلتے تو درود و سلام کے بعد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ پڑھتے۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے جب مسجد میں جاؤ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرو۔ (۳) نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کا درود۔ اس کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ہاں اول تشہد میں اُسے کسی نے واجب نہیں کہا۔ البتہ مستحب ہونے کا ایک قول شافعیؒ کا ہے گو دوسرا قول اس کے خلاف بھی انہیں سے منقول ہے (۴) جنازے کی نماز میں آپ پر درود پڑھنا چنانچہ سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ پڑھے دوسری میں درود پڑھے تیسری میں میت کے لئے دُعا کرے چوتھی میں اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ الخ پڑھے۔ ایک صحابی کا قول ہے مسنون نماز جنازہ یوں ہے کہ امام تکبیر کہہ کر آہستہ سے الحمد پڑھے پھر حضورؐ پر درود بھیجے اور جنازے کے لئے مخلصانہ دعا کرے اور تکبیروں میں کچھ نہ پڑھے۔ پھر آہستہ سلام پھیر دے (نسائی) (۵) عید کی نماز میں حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت حذیفہؓ کے پاس آکر ولید بن عقبہ کہتا ہے کہ عید کا دن ہے۔ بتاؤ تکبیروں کی کیا کیفیت ہے؟ عبد اللہ نے فرمایا تکبیر تحریمہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کر، اپنے نبیؐ پر درود بھیج پھر دعا مانگ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر قرأت کر پھر تکبیر کہہ کر رکوع کر۔ پھر کھڑا ہو کر پڑھ اور اپنے رب کی حمد بیان کر اور حضورؐ پر صلوٰۃ پڑھ اور دعا کر اور تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر رکوع میں جا۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ نے بھی اس کی تصدیق کی۔ (۶) دُعا کے خاتمے پر۔ ترمذی میں حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ دعا آسمان و زمین میں معلق رہتی ہے یہاں تک کہ تو درود پڑھے تب چڑھتی ہے۔ ایک روایت مرفوع بھی اسی طرح کی آئی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دُعا کے اول میں درمیان میں اور آخر میں درود پڑھ لیا کرو۔ ایک غریب اور ضعیف حدیث میں ہے کہ مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ کرلو کہ جب وہ اپنی تمام ضروری چیزیں لے لیتا ہے تو پانی کا کٹورہ بھی بھر لیتا ہے اگر وضو کی ضرورت پڑی تو وضو کر لیا پیاس لگی تو پی لیا ورنہ پانی بہا دیا۔ دعا کی ابتدا میں دعا کے درمیان میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھا کرو۔ خصوصاً دعائے قنوت میں درود کی زیادہ تاکید ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں مجھے حضورؐ نے یہ کلمات سکھائے جنہیں وتروں میں پڑھا کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ (اہل السنن) نسائی کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ (۷) جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں۔ مسند احمد میں ہے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے اسی میں قبض کئے گئے اسی میں نفخہ ہے اسی میں بے ہوشی ہے۔ پس تم اس دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا، آپ تو زمین میں دفنا دئیے گئے ہوں گے پھر ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔

ابو داؤد، نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ابن ماجہ میں ہے جمعہ کے دن بکثرت درود پڑھو۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک وہ فارغ ہو۔ پوچھا گیا موت کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو گلانا سڑانا حرام کر دیا ہے نبی اللہ زندہ ہیں[۶] روزی دیئے جاتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس میں انقطاع ہے۔ عبادہ بن نسی نے حضرت ابو الدرداء رض کو پایا نہیں، واللہ اعلم۔ بیہقی میں بھی حدیث ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر بکثرت درود بھیجو۔ لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا جسم زمین نہیں کھاتی جس سے روح القدس نے کلام کیا ہو لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی جمعہ کے دن اور رات میں درود کی کثرت کا حکم ہے (۸) اسی طرح خطیب پر بھی دونوں خطبوں میں درود واجب ہے اس کے بغیر خطبے صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور اس میں ذکر اللہ واجب ہے پس ذکر رسول بھی واجب ہو گا۔ جیسے اذان و نماز۔ شافعیؒ اور احمدؒ کا یہی مذہب ہے (۹) آپ کی قبر شریف کی زیارت کے وقت ابو داؤد میں ہے جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ ابو داؤد میں ہے اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ میری قبر پر عرس[۷] میلہ نہ لگاؤ ہاں مجھ پر درود پڑھو گو تم کہیں بھی ہو۔ لیکن تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ قاضی اسمٰعیل بن اسحاق اپنی کتاب فضل الصلوٰۃ میں ایک روایت لائے ہیں کہ ایک شخص ہر صبح روضۂ رسول پر آتا تھا۔ ایک دن اس سے حضرت علی بن حسین بن علی نے کہا۔ تم روز ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضورؐ پر سلام کرنا مجھے بہت محبوب ہے، آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں ایک حدیث سناؤں۔ میں نے اپنے باپ سے انہوں نے میرے دادا سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری قبر پر عید[۸] نہ مناؤ، نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ۔ جہاں کہیں تم ہو وہیں سے مجھ پر درود سلام بھیجو، وہ مجھے پہنچ جاتے ہیں۔ اس کی اسناد میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام مذکور نہیں۔ اور سند سے یہ روایت مرسل ہے حسن بن حسن بن علی رح سے منقول ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر کے پاس کچھ لوگوں کو دیکھ کر انہیں یہ حدیث سنائی کہ آپ کی قبر پر میلہ لگانے سے آپ نے روک دیا ہے۔ ممکن ہے ان کی کسی بے ادبی کی وجہ سے یہ حدیث آپ کو سنانے کی ضرورت پڑی ہو۔ مثلاً وہ بلند آواز سے بول رہے ہوں۔ یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حضورؐ کے روضے پر پے در پے آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو اور جو شخص اندلس میں ہو، حضورؐ پر سلام بھیجنے کے اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔ طبرانی میں ہے جہاں کہیں تم ہو وہیں سے سلام بھیجو۔ تمہارے سلام مجھے پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ خاص راز ہے اگر تم مجھ سے نہ پوچھتے تو میں بھی نہ بتاتا۔ سنو میرے ساتھ فرشتے مقرر ہیں۔ جب میرا ذکر کسی مسلمان کے سامنے کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں۔ خدا تجھے بخشے اور خود خدا اور اس کے فرشتے ہیں جو زمین پر آمین کہتے ہیں۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے یہ حدیث سنداً صحیح نہیں محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔ (۱۰) ہمارے ساتھیوں کا قول ہے کہ احرام والا جب لبیک کہے

---

[۶] یہ حیات کیسی ہے آیا دنیوی یا برزخی؟ جھگڑا بہت ہے لیکن بالکل بیکار کیونکہ حیات کا عقیدہ اور اس کی کیفیت پر یقین و ایمان، نہ اسلام اور نہ ایمان کے لئے ضروری پھر بیکار کی باتوں پر قوت گویائی، تحریر و تقریر صرف کرنا کھلی حماقت ہے۔ [۷] یعنی نماز تلاوت قرآن مجید، ذکر اللہ و درود کے گھر میں چرچے رہنے چاہئیں ایسا نہ ہو کہ گھر قبرستان کی طرح ایک "ہو" کا عالم پیش کرتا ہو۔ [۸] اور اگر عرس کوئی اچھی چیز ہوتی تو آپؐ اسکو اپنے لئے پسند کرتے اچھی چیز نہیں اس لئے آپؐ نے منع کر دیا اس لئے اب ہر ایک کے لئے عرس بدعت اور ایک مذموم طریقہ قرار دیا جائے گا۔ [۹] یعنی میری قبر پر عرس وغیرہ کا اہتمام نہ کرنا۔

تو اُسے بھی درود پڑھنا چاہئے۔ دارقطنی وغیرہ میں قاسم بن محمد ابوبکر صدیق کا فرمان ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم کیا جاتا تھا صحیح سند سے حضرت فاروق اعظم کا قول ہے کہ جب تم مکہ پہنچو تو سات مرتبہ طواف کرو۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرو پھر صفا پر چڑھو اتنا کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آئے۔ وہاں کھڑے رہ کر سات تکبیریں کہو۔ ان کے درمیان اللہ کی حمد وثنا بیان کرو، اور درود پڑھو اور اپنے لئے دُعا کرو۔ پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرو (۱۱) ہمارے ساتھیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ذبح کے وقت بھی اللہ کے نام کے ساتھ درود پڑھنا چاہئے۔ آیت وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ سے انھوں نے تائید پیش کی ہے کیونکہ اس کی تفسیر میں ہے کہ جہاں خدا کا ذکر کیا جائے، وہیں آپ کا نام بھی لیا جائے گا جمہور اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں صرف ذکر اللہ کافی ہے۔ جیسے کھانے کے وقت اور جماع کے وقت وغیرہ وغیرہ۔ کہ ان اوقات میں درود کا پڑھنا سنت سے ثابت نہیں ہوا ایک حدیث میں ہے کہ خدا کے تمام انبیاء اور رسولوں پر بھی صلوٰۃ وسلام بھیجو وہ بھی میری طرح خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں عمر بن ہارون اور اُن کے استاد (۱۲)۔ کان کی سنسناہٹ کے وقت بھی درود پڑھنا ایک حدیث میں ہے اگر اس کی اسناد صحیح ثابت ہو جائے تو صحیح ابن خزیمہ میں ہے جب تم میں سے کسی کے کان میں سرسراہٹ ہو تو مجھے ذکر کرکے درود پڑھے اور کہے کہ جس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا اسے خدا بھی یاد کرے۔ اس کی سند غریب ہے اور اس کے ثبوت میں کافی تامل ہے۔ مسئلہ۔ اہل کتاب اس بات کو مستحب جانتے ہیں کہ کاتب جب حضور کا نام لکھے صلی اللہ علیہ وسلم لکھے ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھے اس کے درود کا ثواب اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ کتاب رہے لیکن کئی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔ بلکہ امام ذہبیؒ کے استاد تو اسے موضوع کہتے ہیں یہ حدیث بہت سے طریق سے منقول ہے لیکن ایک سند بھی صحیح نہیں۔ امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب آداب الراوی والسامع میں لکھتے ہیں۔ میں نے امام احمدؒ کی دستی لکھی ہوئی کتاب میں بہت جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دیکھا جہاں درود لکھا ہوا نہ تھا۔ آپ زبانی درود پڑھ لیا کرتے تھے۔ فصل نبیوں کے سوا غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنا اگر تبعاً ہو تو بے شک جائز ہے جیسے حدیث میں ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ ہاں غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنے میں اختلاف ہے بعض تو اسے جائز بتلاتے ہیں اور دلیل میں آیت هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ الخ اور اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ اور وَصَلِّ عَلَيْهِمْ پیش کرتے ہیں اور حدیث میں بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپ فرماتے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں جب میرے والد آپ کے پاس اپنا صدقہ کا مال لائے تو آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی (صحیحین) ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا۔ یا رسول اللہ مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰۃ بھیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰی زَوْجِكِ لیکن جمہور علماء اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء کے سوا اوروں پر خاصۃً صلوٰۃ بھیجنا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ اس لفظ کا استعمال انبیاءؑ کے لئے اس قدر بہ کثرت ہو گیا کہ سنتے ہی ذہن میں یہی خیال جاتا ہے کہ یہ نام کسی نبیؑ کا ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ غیر نبی کے لئے یہ الفاظ نہ کہے جائیں۔ مثلاً ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ نہ کہا جائے گو معنیً اس میں کوئی قباحت نہیں جیسے محمد عزوجل نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ ذی عزت اور ذی مرتبہ آپ بھی ہیں۔ اس لئے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مشہور ہو چکے ہیں اور کتاب و سنت میں صلوٰۃ کا استعمال غیر انبیاء کے لئے ہوا ہے۔ وہ بہ طور دُعا کے ہے۔ اسی وجہ سے آلِ ابی اوفیٰ کو اس کے بعد کسی نے ان الفاظ سے یاد نہیں کیا۔ نہ حضرت جابرؓ اور ان کی بیوی کو یہی مسلک ہمیں بھی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بعض ایک اور وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ غیر انبیاءؑ کے لئے یہ الفاظ صلوٰۃ استعمال کرنا بد دینوں کا شیوا ہو گیا ہے وہ اپنے بزرگوں کے حق میں یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں پس اُن کی اقتدا ہمیں نہ کرنی چاہئے۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مخالفت کس درجہ کی ہے حرمت کے طور پر یا کراہیت کے طور پر یا خلاف اولیٰ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ و تنزیہی ہے۔ اس لئے کہ بدعتیوں کا طریقہ ہے جس پر کاربند ہونا ہمیں ٹھیک نہیں اور مکروہ وہی ہوتا ہے جس میں نہی مقصود ہو۔ زیادہ تر اعتبار اس میں اسی پر ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ سلف

میں نبیوں پر ہی بولا جاتا رہا جیسے کہ عزّ وجلّ کا لفظ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بولا جاتا رہا۔ اب رہا سلام سو اس کے بارے میں شیخ ابو محمد جوینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے پس غائب پر اس کا استعمال نہ کیا جائے اور جو نبی نہ ہو اس کے لئے خاص طور سے بھی نہ بولا جائے۔ پس علی علیہ السلام نہ کہا جائے۔ زندوں اور مردوں کا یہی حکم ہے ہاں جو سامنے موجود ہو اس سے خطاب کر کے سَلَامٌ عَلَیْکَ یا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ یا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یا عَلَیْکُمْ کہنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عموماً مصنفین کے قلم سے علی علیہ السلام نکلتا ہے یا علی کرم اللہ وجہہ نکلتا ہے گو معنی اس میں کوئی حرج نہ ہو لیکن اس سے اور صحابہؓ کی جناب میں ایک طرح کی سوءِ ادبی پائی جاتی ہے ہمیں سب صحابہؓ کے ساتھ حسن عقیدت رکھنی چاہئے۔ یہ الفاظ تعظیم و تکریم کے ہیں اس لئے حضرت علیؓ سے زیادہ مستحق ان کے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اور عثمانؓ ہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ نہ بھیجنی چاہئے۔ ہاں مسلمان مردوں عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ بعض لوگ آخرت کے اعمال سے دنیا کے جمع کرنے کی فکر میں ہیں اور بعض مولوی وعظ میں اپنے خلفاء اور امراء کے لئے صلوٰۃ کے وہی الفاظ بولتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان سے کہدینا کہ صلوٰۃ صرف نبیوں کے لئے ہے اور عام مسلمانوں کے لئے اس کے سوا جو چاہیں دعا کریں۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں ہر صبح ستر ہزار فرشتے آ کر قبر رسول اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پر سمیٹ کر حضورؐ کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور ستر ہزار رات کو آتے ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن جب آپ کی قبر مبارک شق ہوگی تو آپ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے (فرع) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ پر صلوٰۃ سلام ایک ساتھ بھیجنے چاہئیں صرف صلی اللہ علیہ یا صرف علیہ السلام نہ کہے۔ اس آیت میں بھی دونوں ہی کا حکم ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا

عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ

عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں

مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۶﴾

تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔

**لعنت اُن پر** جو لوگ خدا کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے نہ رک کر اس کی نافرمانیوں پر جم کر اسے ناراض کر رہے ہیں اور اس کے رسول کے ذمہ طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں وہ ملعون اور معذب ہیں۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں اس سے مراد تصویریں بنانے والے ہیں۔ صحیحین میں فرمان رسول ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے، وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور زمانہ میں ہی ہوں، میں ہی دن رات کا ہیر پھیر کر رہا ہوں، مطلب یہ

لہ ابن کثیر نے جو کچھ لکھا ہے احتیاط تو اسی میں ہے کہ ایسا کوئی انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں باہمی طور پر کوئی امتیاز کرنا مقصود ہو لیکن اصل ممانعت حضرت علی کیساتھ کرم اللہ وجہہ کے استعمال کرنے کی اس وقت ہے جبکہ کوئی بدنیت حضرت علی کے لئے اس دعائیہ کلمہ کو اُن کی دوسرے اصحاب پر فضیلت اور ترجیح کیلئے استعمال کرتا ہے عدہ یعنی انقلابات زمانہ تو میرے تصرف کا نتیجہ ہے کسی کیلئے اچھے حالات کا پیدا ہونا کسی کے لئے بُرے حالات کا سامنے آنا، شادی، غمی، موت و حیات، فتح و شکست، ترقی و تنزل یہ زمانے کی کرشمہ ربانی مظہر الٰہی پر ملاحظہ ہو

کہ جاہلیت والے کہا کرتے تھے. ہائے زمانے کو بلا کی اس نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور یوں کیا. پس اللہ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کرکے پھر زمانے کو بُرا کہتے تھے تو گویا افعال کے فاعل یعنی خود خدا کو بُرا کہتے تھے. حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جب حضورؐ نے نکاح کیا تو اس پر بھی بعض لوگوں نے باتیں بنانی شروع کی تھیں. بقول ابن عباسؓ یہ آیت اس بارے میں اُتری. آیت عام ہے کسی طرح بھی خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دے وہ اس آیت کے ماتحت ملعون اور معذب ہے اس لئے کہ رسول اللہؐ کو ایذا دینی گویا خدا کو ایذا دینی ہے جس طرح آپ کی اطاعت عین اطاعتِ خدا ہے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں. میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں. دیکھو خدا کو بیچ میں رکھ کر میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحابؓ کو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا. میری محبت کی وجہ سے ان سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض و بیر رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے انھیں جس نے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی یقین مانو کہ خدا اُس کی بھوسی اُڑا دے گا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے جو لوگ ایمان داروں کی طرف ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہیں وہ بڑے بہتان باز ہیں اور زبردست گنا ہگار ہیں. اس وعید میں سب سے پہلے تو کفار داخل ہیں. پھر رافضی شیعہ جو صحابہؓ پر عیب گیری کرتے ہیں اور خدا نے جن کی تعریفیں کی ہیں یہ انھیں بُرا کہتے ہیں اللہ تعالےٰ نے صاف فرما دیا کہ وہ انصار و مہاجرین سے خوش ہے قرآن کریم میں جگہ جگہ اُن کی مدح و ستائش موجود ہے لیکن یہ بے خبر بد باطن انھیں بُرا کہتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے متعلق وہ کچھ کہتے ہیں جس سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں. حق یہ ہے کہ خدا کی طرف سے اُن کے دل اندھے ہو گئے ہیں اس لئے اُن کی زبانیں بھی الٹی چلتی ہیں. قابل مدح لوگوں کی مذمت کرتے ہیں اور مذمت والوں کی تعریفیں کرتے ہیں. حضورؐ سے سوال ہوتا ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں تیرا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جسے اگر وہ سُنے تو اُسے برا معلوم ہو. آپ سے سوال ہوا کہ اگر وہ بات اس میں ہو تب؟ آپ نے فرمایا جبھی تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے (ترمذی وغیرہ) ایک مرتبہ آپ نے اصحاب سے سوال کیا کہ سب سے بڑی سود خواری کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ جانے اور اللہ کا رسول آپ نے فرمایا سب سے بڑا سُود اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرنا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی.

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کر لیا کریں

مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

اپنے تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کریگی تو آزار نہ دی جایا کریگی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ ٱلْمُنَٰفِقُونَ وَٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْمُرْجِفُونَ فِى ٱلْمَدِينَةِ

یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑا دیا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوٓا۟

ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے　　وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملینگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰ ملاحظہ ہو)

کاریاں تھوڑی ہیں یہ تو میرے تصرفات ہیں بس اس کو جاننے کے بعد اب اگر کوئی یوں کہتا ہے کہ میاں دنیا کا یہ حال ہے زمانہ ایسا بگڑ گیا تو گویا کہ وہ مجھ کو برا بھلا کہہ رہا ہے والعیاذ باللہ.

أُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝۳ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ

پکڑے دھکڑے اور مار دھاڑ کی جا دے گی اللہ تعالےٰ نے انکی دمفسد لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور آپ

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۴

خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے رد و بدل نہ پاوینگے۔

## یہ حجاب شرعی

اللہ تعالےٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کو فرماتا ہے کہ آپ مومن عورتوں سے فرمادیں بالخصوص اپنی بیویوں سے اور صاحبزادیوں سے کیونکہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں تاکہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہوجائیں اسی طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہوجائے جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنی دوپٹیا کے اوپر ڈال لیتی ہیں حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں. اللہ تعالےٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے باہر نکلیں تو جو چادر وہ اوڑھتی ہیں اسے سر پر سے جھکا کر منھ ڈھک لیا کریں، صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر بتلا دیا کہ یہ مطلب اس آیت کا ہے۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلا ڈھانپ لے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. اس آیت کے اُترنے کے بعد انصارؓ کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اسطرح لگی چھپی چلتی تھیں کہ گویا اُن کے سروں پر پرندؑ ہیں. سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں جب زہری سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں بھی چادر اوڑھیں؟ خواہ خاوندوں والی ہوں یا بے خاوند کی ہوں. فرمایا دوپٹیا تو ضرور اوڑھیں اگر وہ خاوند والیاں ہوں اور چادر نہ اوڑھیں تاکہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے حضرت سفیانؓ سے منقول ہے کہ ذمی کافروں کی عورتوں کی زینت کا دیکھنا صرف خوفِ زنا کی وجہ سے ممنوع ہے نہ کہ ان کی حرمت و عزت کی وجہ سے کیونکہ آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے چادر کا لٹکانا چونکہ علامت ہے. آزاد پاک دامن عورتوں کی اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ بدکار عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں. سدیؒ کا قول ہے کہ فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ علامت ہوگئی کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہوجائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے. پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بے پردگی کی رسم تھی. جب تم خدا کے اس حکم کے عامل بن جاؤ گے. تو اللہ تعالےٰ تمام اگلی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا اور تم پر مہر و کرم کرے گا. پھر فرماتا ہے کہ اگر منافق لوگ اور بدکار لوگ اور جھوٹی افواہیں دشمنوں کی چڑھائی وغیرہ کی اڑانے والے اب بھی باز نہ آئے اور حق کے طرفدار نہ ہوئے تو ہم اے نبی تجھے ان پر غالب اور مسلط کردیں گے پھر تو وہ مدینہ میں ٹھہر ہی نہیں سکیں گے بہت جلد تباہ کردیئے جائیں گے اور جو کچھ دن ان کے مدینے کی اقامت کے گزریں گے وہ بھی لعنت و پھٹکار میں گزریں گے. ہر طرف سے دھتکارے جائیں گے راندۂ درگاہ ہوجائیں گے جہاں پائے جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے. ایسے کفار و منافقین پر جب کہ وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں مسلمانوں کو غلبہ دینا یہ ہماری قدیمی سنت ہے جس میں نہ کبھی تغیر و تبدل ہوا نہ ہوگا۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۚ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ

یہ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر عجب نہیں کہ

السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝۶

قیامت قریب ہی واقع ہوجائے بیشک اللہ تعالےٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور انکے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے۔

ﻋﮯ اور ظاہر ہے کہ وہ شخص جسکے سر پر پرند بیٹھا ہو نہایت احتیاط سے چلتا ہے کیونکہ اسکو خطرہ ہوتا ہے کہ اگر چلنے میں تیز رفتاری اختیار کی تو جانور اس حقیقت پر مطلع ہوکر کہ یہ درخت نہیں بلکہ ایک متحرک

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۚ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۶۵﴾ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ

جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ

فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ

پلٹ کئے جاوینگے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب

اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ

ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا اے ہمارے رب اُن کو

مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ﴿۶۸﴾

دہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے

**تا ۶۸ (الساعۃ)** لوگ یہ پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ آپ سے سوال کرتے تھے تو خدائے تعالیٰ نے سب کو اپنے نبی کی زبانی معلوم کرادیا کہ اس کا نبی کو مطلق علم نہیں یہ صرف خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان ہے اور اس سورت میں بھی پہلی سورت مکے میں اُتری تھی یہ سورت مدینے میں نازل ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ ابتدا سے انتہا تک قیامت کے صحیح وقت کی تعیین آپ کو معلوم نہ تھی۔ ہاں اتنا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو معلوم کرادیا تھا کہ قیامت کا وقت ہے قریب جیسے اور آیت میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ اور آیت میں ہے، اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ اور اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰهِ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے ان پر اپنی ابدی لعنت نازل فرمائی ہے۔ دار آخرت میں ان کے لئے جہنم تیار ہے جو بڑی بھڑکنے والی چیز ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کبھی نکل سکیں نہ چھوٹ سکیں اور وہاں نہ کوئی اپنا فریادرس پائیں گے نہ کوئی دوست و مددگار جو انہیں چھڑا لے یا بچا سکے۔ یہ جہنم میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم خدا رسول کے تابعدار ہوتے۔ میدان قیامت میں بھی ان کی یہی تمنائیں رہیں گی۔ ہاتھوں کو چباتے ہوئے کہیں گے کہ کاش ہم قرآن کے عامل ہوتے۔ کاش کہ میں نے فلاں کو دوست بنا لیا ہوتا۔ اُس نے تو مجھے قرآن حدیث سے بہکا دیا۔ فی الواقع شیطان انسان کو ذلیل کرنے والا ہے اور آیت میں ہے رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔ عنقریب کفار آرزو کریں گے کہ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔ اس وقت کہیں گے کہ خدایا ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے علماء کی پیروی کی، امراء اور مشائخ کے پیچھے لگے اور رسول کا خلاف کیا اور یہ سمجھا کہ ہمارے بڑے راہ راست پر ہیں ان کے پاس حق ہے۔ آج ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ کچھ نہ تھے انہوں نے تو ہمیں بہکا دیا۔ پروردگار تو انہیں دوہرا عذاب کر ایک تو ان کے اپنے کفر کا ایک ہمیں برباد کرنے کا۔ اور ان پر بدترین لعنت نازل کر۔ ایک قرأت میں كَبِیْرًا کے بدلے كَثِیْرًا ہے مطلب دونوں کا ایک ہے۔ صحیحین میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسی دُعا کی درخواست کی جسے وہ نماز میں پڑھیں تو آپ نے یہ دُعا تعلیم فرمائی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ یعنی خدایا میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی انہیں معاف نہیں کر سکتا۔ پس تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر، تو بڑا ہی بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ اس حدیث میں بھی ظُلْمًا كَثِیْرًا اور كَبِیْرًا دونوں ہی ہیں بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دُعا میں كَثِیْرًا كَبِیْرًا دونوں لفظ ملائے لیکن یہ ٹھیک نہیں بلکہ ٹھیک یہ ہے کبھی كَثِیْرًا کہے کبھی كَبِیْرًا دونوں لفظوں میں سے جسے چاہے کہے اختیار ہے جیسے کہ آیت میں دونوں قرأتوں میں سے جسے چاہے پڑھ سکتا ہے لیکن دونوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔

حضرت علیؓ کا ایک ساتھی آپ کے مخالفین سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم خدا کے ہاں جا کر یہ کہو گے کہ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا الخ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ

اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذا دی تھی سو ان کو خدا تعالیٰ نے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (۱)

کے نزدیک بڑے معزز تھے۔

## موسیٰ علیہ السلام پر ایک تہمت

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شرمیلے اور بڑے باحیا تھے۔ یہی مطلب ہے قرآن کی اس آیت کا۔ کتاب التفسیر میں تو امام صاحبؒ اس حدیث کو اتنی ہی مختصر لائے ہیں۔ لیکن احادیث انبیاء کے بیان میں اسے مطول لائے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ وہ بوجہ حیا و شرم کے اپنا بدن کسی کے سامنے ننگا نہیں کرتے تھے۔ بنو اسرائیل آپ کی ایذا کے درپے ہو گئے اور یہ اڑا دیا کہ چونکہ اُن کے جسم پر برص کے داغ ہیں یا ان کے بیضے بڑھ گئے ہیں یا کوئی اور آفت ہے اس وجہ سے یہ اس قدر پردہ داری کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہوا کہ یہ بدگمانی آپ سے دُور کر دے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہائی میں ننگے نہا رہے تھے۔ ایک پتھر پر آپ نے کپڑے رکھ دیئے تھے۔ جب غسل سے فارغ ہو کر آئے۔ کپڑے لینے چاہے تو پتھر آگے کو سرک گیا آپ اپنی لکڑی لئے اس کے پیچھے گئے وہ دوڑنے لگا۔ آپ بھی اے پتھر میرے کپڑے، میرے کپڑے کہتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے، بنی اسرائیل کی جماعت ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ جب آپ وہاں تک پہنچ گئے تو خدا کے حکم سے پتھر ٹھہر گیا۔ آپ نے اپنے کپڑے پہن لئے بنو اسرائیل نے آپ کے تمام جسم کو دیکھ لیا اور جو غلط باتیں ان کے کانوں میں پڑی تھیں ان سے اللہ نے اپنے نبی کو بری کر دیا۔ غصے میں حضرت موسیٰؑ نے تین چار یا پانچ لکڑیاں پتھر پر ماری تھیں، رسول اللہؐ فرماتے ہیں۔ واللہ اُن لکڑیوں کے نشان اس پتھر پر پڑ گئے۔ اسی برأت وغیرہ کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث مسلم میں نہیں یہ روایت بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں ہے۔ بعض روایتیں موقوف بھی ہیں۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام پہاڑ پر گئے تھے۔ جہاں حضرت ہارونؑ کا انتقال ہو گیا لوگوں نے حضرت موسیٰ کی طرف بدگمانی کی اور آپ کو ستانا شروع کیا پروردگار عالم نے فرشتوں کو حکم دیا اور وہ اُسے اٹھا لائے اور بنو اسرائیل کی مجلس کے پاس سے گزرے اللہ نے اسے زبان دی اور قدرتی موت کا اظہار کیا۔ ان کی قبر کا صحیح نشان نامعلوم ہے صرف اس ٹیلے کا لوگوں کو علم ہے اور وہی اُن کی قبر کی جگہ جانتے ہیں لیکن بے زبان ہے تو ہو سکتا ہے کہ ایذا یہی ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ ایذا ہو۔ جس کا بیان پہلے گزرا لیکن میں کہتا ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اور وہ دونوں ہوں بلکہ ان کے سوا اور بھی ایذائیں ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لوگوں میں کچھ تقسیم کیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا اس تقسیم سے خدا کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں، میں نے جب یہ سُنا تو میں نے کہا۔ اے خدا کے دشمن میں تیری اس بات کی خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور پہنچاؤں گا۔ چنانچہ میں نے جا کر حضورؐ کو خبر کر دی۔ آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو حضرت موسیٰؑ پر وہ اس سے بہت زیادہ ایذا دیئے گئے۔ لیکن صبر کیا (بخاری و مسلم) اور روایت میں ہے کہ حضورؐ کا عام ارشاد تھا کہ کوئی بھی میرے پاس کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں آ کر بیٹھوں تو میرے دل میں کسی طرف سے کوئی بات چبھتی نہ ہو۔ ایک مرتبہ کچھ مال آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ دو شخص اس کے بعد آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اُن کے پاس سے گزرے، ایک دوسرے کہہ رہا تھا کہ واللہ اس تقسیم سے

تو حضورؐ نے خدا کی خوشی کا ارادہ کیا نہ آخرت کے گھر کا۔ میں ٹھہر گیا اور دونوں کی باتیں سُنیں۔ پھر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ کسی کی کوئی بات میرے سامنے نہ لایا کرو۔ ابھی کا واقعہ ہے کہ میں جا رہا تھا جو فلاں اور فلاں سے میں نے یہ باتیں سُنیں۔ اسے سُنکر حضورؐ کا چہرہ غصّے کے مارے سُرخ ہو گیا اور آپ پر یہ بات بہت ہی ناگوار گزری پھر میری طرف دیکھکر فرمایا۔ عبد اللہ جانے دو۔ دیکھو موسیٰ ؑ اس سے بھی زیادہ ستائے گئے لیکن انہوں نے صبر کیا۔ قرآن فرماتا ہے موسیٰ علیہ السلام خدا کے نزدیک بڑے مرتبے والے تھے مُستَجابُ الدّعوۃ تھے۔ جو دعا کرتے تھے قبول ہوتی تھی۔ ہاں خدا کا دیدار نہ ہوا اس لئے کہ یہ طاقتِ انسانی سے خارج تھا۔ سب سے بڑھ کر ان کی وجاہت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے نبوت مانگی، خدا نے وہ بھی عطا فرمائی۔ فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۲﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۳﴾

کو قبول کریگا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچیگا۔

## عظیم الشان کامیابی

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے تقوے کی ہدایت کرتا ہے اُن سے فرماتا ہے کہ اِس طرح وہ اُس کی عبادت کریں کہ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور بات بالکل صاف سیدھی اینچ پینچ بغیر کجی اور بھلی بولا کریں۔ جب وہ دل میں تقویٰ زبان پر سچائی اختیار کرلیں گے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انھیں اعمال صالح کی توفیق دے گا۔ اور ان کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ بلکہ آئندہ کے لئے بھی استغفار کی توفیق دے گا تاکہ گناہ باقی نہ رہ جائیں خدا رسول کے فرمانبردار سچے کامیاب ہیں جہنم سے دُور اور جنّت سے سرفراز ہیں۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مردوں کی طرف متوجہ ہو کر حضورؐ نے فرمایا۔ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور سیدھی بات بولنے کا حکم دوں۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر بھی یہی فرمایا (ابن ابی حاتم) ابنِ ابی الدنیا کی کتابُ التقویٰ میں ہے کہ حضورؐ ہمیشہ منبر پر ہر خطبے میں یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس کی سند غریب ہے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اُس کی عزت کریں اُسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ عکرمہ فرماتے ہیں۔ قول سدید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ جناب فرماتے ہیں سچی بات قولِ سدید ہے۔ مجاہدرح فرماتے ہیں سیدھی بات قولِ سدید ہے۔ یہ سب قولِ سدید میں داخل ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا

ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمان و زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اسکی

وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۴﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ

ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا وہ ظالم ہے جاہل ہے انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

منافقین اور منافقات اور مشرکین و مشرکات کو سزا دیگا اور مومنین و مومنات پر توبہ (ورحمت)

وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ع ۹ ۵ ۶

فرمائیگا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

## ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں، جاہل ہوں میں

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ "امانت" سے مراد یہاں اطاعت ہے اسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کرنے سے پہلے زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا لیکن وہ بار امانت نہ اٹھا سکے اور اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار کیا۔ جناب باری عزّ وسمہ نے اسے اب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر پیش کیا کہ یہ سب تو لینے سے انکار کرتے ہیں اب تم کہو۔ آپ نے پوچھا خدا اس میں بات کیا ہے؟ فرمایا اگر بجا لاؤ گے تو ثواب پاؤ گے اور برائی کی سزا پاؤ گے۔ آپ نے فرمایا میں تیار ہوں۔ آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں دوسروں پر جو پیش کیا تھا یہ بطور حکم کے نہ تھا بلکہ جواب طلب کیا تھا تو ان کا انکار اور اظہار مجبوری گناہ نہ تھی۔ بلکہ اس میں ایک قسم کی تعظیم تھی کہ باوجود پوری طاقت کے خدا کے خوف سے تھرا اٹھے کہ کہیں پوری ادائیگی نہ ہو سکے اور مارے نہ جائیں لیکن انسان جو کہ بھولا تھا۔ اس نے اس بار امانت کو خوشی خوشی اٹھا لیا۔ آپ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ عصر کے قریب یہ امانت اٹھائی تھی اور مغرب سے پہلے ہی خطا سرزد ہو گئی۔ حضرت اُبی کا بیان ہے کہ عورت کی پاکدامنی بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ قتادہؒ کا قول ہے دین فرائض حدود سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ جنابت کا غسل بھی بقول بعض امانت ہے۔ زید بن اسلمؒ فرماتے، تین چیزیں خدا تعالیٰ کی امانت ہیں۔ غسل جنابت اور روزہ اور نماز، مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سب کی سب امانت خدا میں داخل ہیں، کل احکام کو بجا لانے کل ممنوعات سے پرہیز کرنے کا انسان مکلف ہے جو بجا لائے گا ثواب پائے گا جو گناہ کرے گا سزا پائے گا۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ خیال کرو آسمان باوجود اس پختگی اور زینت اور نیک فرشتوں کا مسکن ہونے کے خدا کی امانت برداشت نہ کر سکا جب اس نے یہ معلوم کر لیا کہ بجا آوری اگر نہ ہوئی تو عذاب ہوگا۔ زمین باوجود صلابت اور سختی کے لمبائی اور چوڑائی کے ڈر گئی اور اپنی عاجزی ظاہر کرنے لگی۔ پہاڑ باوجود اپنی بلندی اور طاقت اور سختی کے اس سے کانپ گئے اور اپنی لاچاری ظاہر کرنے لگے مقاتل فرماتے ہیں پہلے آسمانوں نے جواب دیا اور کہا یوں تو ہم مطیع ہیں لیکن ہاں ہمارے بس کی یہ بات نہیں، کیونکہ عدم تعمیل کی صورت میں خطرہ بہت بڑا ہے۔ پھر زمین سے کہا گیا کہ اگر پوری اُتری تو فضل و کرم سے نوازوں گا۔ لیکن اُس نے کہا یوں تو ہر طرح تابع فرمان ہوں جو فرمایا جائے عمل کروں میری وسعت سے تو یہ باہر ہے۔ پھر پہاڑوں سے کہا گیا۔ انہوں نے بھی جواب دیا کہ نافرمانی تو ہم کرنے کے نہیں، امانت ڈال دی جائے تو اٹھا لیں گے لیکن یہ بس کی بات نہیں۔ ہمیں معاف فرمایا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا۔ انہوں نے کہا خدایا اگر پورا اتروں تو کیا ملے گا؟ فرمایا بڑی بزرگی و جنت ملے گی، رحم و کرم ہوگا۔ اور اگر اطاعت نہ کی تو نافرمانی کی پھر سخت سزا ہوگی، اور آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ انھوں نے کہا خدایا منظور ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں آسمان نے کہا۔ میں نے ستاروں کو جگہ دی فرشتوں کو اٹھا لیا لیکن یہ نہیں اٹھا سکوں گا۔ یہ تو فرائض کا تحمل ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ زمین نے کہا مجھ میں تو نے درخت بوئے دریا جاری کئے، لوگوں کو بسائے گا۔ لیکن یہ امانت میرے بس کی نہیں، میں فرض کی پابند ہو کر ثواب کی امید پر عذاب کے احتمال کو نہیں اٹھا سکتی۔ پہاڑوں نے بھی یہی کہا۔ لیکن انسان نے آگے بڑھ کر اٹھا لیا۔ بعض روایات میں ہے کہ تین دن تک وہ گریہ وزاری کرتے رہے اور اپنی بے بسی بتلاتے رہے لیکن انسان نے اسے اپنے ذمے لے لیا۔ خدا تعالیٰ نے اس سے فرمایا۔ اب سن اگر تو نیک نیت رہا تو میری اعانت ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی۔ تیری آنکھوں پر میں دو پلکیں کر دیتا ہوں، کہ میری ناراضگی کی چیزوں سے تو انھیں بند کر لے، میں تیری زبان پر دو ہونٹ بنا دیتا ہوں کہ جب وہ میری مرضی کے خلاف بولنا چاہے تو تو اسے بند کر لے تیری شرمگاہ کی حفاظت کے لئے میں لباس اتارتا ہوں کہ میری مرضی کے خلاف تو اُسے نہ کھولے۔ زمین و آسمان نے ثواب

(عذاب سے انکار کر دیا اور فرمانبرداری میں مسخر رہے لیکن انسان نے اُسے اُٹھا لیا۔ ایک بالکل غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ امانت اور وفا انسان پر نبیوں کی معرفت نازل ہوئیں خدا کا کلام ان کی زبانوں میں اترا نبیوں کی سنتوں سے انہوں نے ہر بھلائی بُرائی معلوم کر لی۔ ہر شخص کی نیکی بدی کو جان گیا۔ یاد رکھو! سب سے پہلے لوگوں میں امانت داری تھی پھر وفا اور عہد کی نگہبانی اور ذمہ داری کو پورا کرنا تھا۔ امانت داری کے دھندلے سے نشان لوگوں کے دلوں پر رہ گئے۔ کتابیں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ عالم عمل کرتے ہیں۔ جاہل جانتے ہیں۔ لیکن انجان بن رہے ہیں۔ اب یہ امانت و وفا مجھ تک اور میری امت تک پہنچی یاد رکھو خدا اسی کو ہلاک کرتا ہے جو خود کو ہلاک کرے اسے چھوڑ کر غفلت میں پڑ جائے لوگو، ہوشیار رہو دیکھتے بھالتے رہو شیطانی وسوسوں سے بچو۔ خدا تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص ایمان کے ساتھ ان چیزوں کو لائے گا۔ جنت میں جائیگا پانچوں اوقات میں نماز کی حفاظت کرتا ہو۔ وضو، رکوع، سجدہ اور وقت کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتا ہو دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ کی رقم نکالتا ہو۔ سُنو یا اللہ پر بغیر ایمان کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور امانت کو ادا کرے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ امانت کی ادائیگی سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا جنابت کا غسل۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اپنے دین میں سے کسی چیز کی اس کے سوا امانت نہیں دی (تفسیر ابن جریر) میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کی راہ کا قتل تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے مگر امانت کی خیانت کو نہیں مٹاتا۔ ان خائنوں سے قیامت کے دن کہا جائیگا جاؤ ان کی امانتیں ادا کرو۔ یہ جواب دیں گے۔ خدایا کہاں سے ادا کریں؟ دنیا تو جاتی رہی، تین مرتبہ یہی سوال و جواب ہوگا۔ پھر حکم ہوگا کہ انھیں ان کی ماں ہاویہ میں لے جاؤ! فرشتے دھکے دیتے ہوئے گرا دیں گے۔ تلے تک پہنچ جائیں گے تو انھیں اسی امانت کی ہم شکل جہنم کی آگ کی چیز نظر پڑے گی، یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھیں، جب کنارے تک پہنچیں گے تو پاؤں پھسل جائے گا۔ پھر گر پڑیں گے اور جہنم کے نیچے تک گرتے چلے جائیں گے۔ پھر لائیں گے پھر گریں گے۔ ہمیشہ اسی عذاب میں رہیں گے۔ امانت وضو میں بھی ہے نماز میں بھی ہے، امانت بات چیت میں بھی ہے اور ان سب سے زیادہ امانت ان چیزوں میں ہے جو کسی کے پاس بہ طور امانت رکھی جائیں۔ حضرت براءؓ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضہ یہ کیا حدیث بیان فرما رہے ہیں تو آپ نے اس کی تصدیق کی کہ ہاں ٹھیک ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دو حدیثیں سُنی ہیں۔ ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دوسری کے ظہور کا انتظار ہے ایک تو یہ کہ آپ نے فرمایا۔ امانت لوگوں کی جبلّت میں اُتاری گئی۔ پھر قرآن اُترا حدیثیں بیان ہوئیں پھر آپ نے امانت کے اُٹھ جانے کی بابت فرمایا۔ انسان سوئے گا جو اس کے دل سے امانت اُٹھ جائے گی اور ایسا نشان رہ جائے گا جیسے کسی کے پیر پر کوئی انگارہ ڈھلک کر آ گیا ہو اور پھپھولا پڑ گیا ہو کہ اُبھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اندر کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے ایک کنکرے کر اسے اپنے پیر پر لڑھکا کر دکھایا کہ اس طرح لوگ لین دین خرید و فروخت کیا کریں گے۔ لیکن تقریباً ایک بھی ایماندار نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا فلاں قبیلے میں کوئی امانت دار ہے اور یہاں تک کہ کہا جائے گا یہ شخص کیسا عقلمند کس قدر زیرک دانا اور فراست والا ہے حالانکہ اس میں دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہیں۔ دیکھو اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے اُدھار سُدھار کر لیا کرتا تھا کیونکہ اگر مسلمان ہے تو خود وہ میرا حق مجھے دے جائے گا اور اگر یہود و نصرانی ہے تو حکومت اسلام مجھے اس سے دلوا دے گی۔ لیکن اب تو صرف فلاں فلاں کو ہی اُدھار دیتا ہوں باقی بند کر دیا (مسلم وغیرہ) مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ چار باتیں جب تجھ میں ہوں پھر

اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں۔ امانت کی حفاظت، بات چیت کی صداقت حسن اخلاق اور وجہ حلال کی روزی۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی کتاب الزہد میں ہے کہ جب ابن سحیم حضرت زیاد کے ساتھ تھے اتفاق سے ان کے منہ سے باتوں ہی باتوں میں نکل گیا۔ قسم ہے امانت کی، اس پر حضرت زیاد رونے لگے اور بہت روئے۔ میں ڈر گیا کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا۔ میں نے کہا کیا وہ اسے مکروہ جانتے تھے؟ فرمایا ہاں، حضرت عمر بن خطابؓ اسے بہت مکروہ جانتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے ابوداؤد میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے۔ امانت داری جو حضرت آدم علیہ السّلام نے کی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منافق مرد و عورت اور مشرک مرد و عورت۔ یعنی جو ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافر تھے۔ اور وہ جو اندر باہر یکساں کافر تھے انھیں تو سخت سزا ملے اور مومن مرد و عورت پر رحمتِ خدا نازل ہو۔ جو خدا کو اس کے فرشتوں کو اور اس کے رسول کو مانتے تھے اور خدا تعالٰے کے سچے فرمانبردار رہے۔ اللہ تعالٰے غفور و رحیم ہے۔

(الحمدللہ، سورۂ احزاب کی تفسیر ختم ہوئی)

# تفسیر سُورَۂ سَبَا مَکِّیَّہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ

تمام تر حمد (وثنا) اس اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کو حمد (وثنا) آخرت میں (بھی) سزاوار ہے

وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا

اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً

یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ②

نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے اور وہ (اللہ) رحیم (اور) غفور (بھی) ہے۔

**الغفور الرحیم** چونکہ دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں خدا ہی کی طرف سے ہیں، ساری حکومتوں کا حاکم وہی ایک ہے اس لئے ہر قسم کی تعریف وثنا کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اس کے لئے دنیا اور آخرت کی حمد وثنا سزاوار ہے اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جاتے ہیں۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کی ماتحتی میں ہے، جتنے بھی ہیں سب اس کے غلام ہیں اس کے قبضے میں ہیں۔ سب پر تصرف اسی کا ہے۔ جیسے اور آیت ہے وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی۔ آخرت میں اسی کی تعریفیں ہوں گی۔ وہ اپنے اقوال وافعال اور تقدیر سب میں حکمتوں والا ہے اور ایسا خبردار ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں، جو اپنے احکام میں حکیم جو اپنی مخلوق سے باخبر۔ جتنے قطرے بارش کے زمین میں جاتے ہیں جتنے دانے اس میں بوئے جاتے ہیں، اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو زمین سے نکلتا ہے اگتا ہے۔ اُسے بھی وہ جانتا ہے۔ اس کے محیط وسیع اور بے پایاں علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ ہر چیز کی گنتی کیفیت اور صفت اسے معلوم ہے۔ آسمان سے جو بارش برستی ہے اس کے قطروں کی گنتی بھی اس کے علم میں محفوظ ہے جو رزق وہاں سے اُترتا ہے، اس کے علم سے نیک اعمال وغیرہ جو آسمان پر چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں وہ اپنے بندوں پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے اس وجہ سے ان کے گناہوں پر اطلاع رکھتے ہوئے انہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں اور برائیاں چھوڑ دیں، رب کی طرف رجوع کرلیں۔ پھر غفور ہے۔ اِدھر بندہ جھکا روپا پیٹا، اُدھر اس نے بخشدیا معاف فرما دیا درگزر کردیا۔ توبہ کرنے والا دھتکارا نہیں جاتا۔ توکل کرنیوالا نقصان نہیں اُٹھاتا۔

مطلب یہ ہر آدمی کو خود اپنی کتنی فکر ہوتی ہے، اپنے آرام اور راحت کا کسقدر خیال کرتا ہے اپنی ترقی کے کتنے راستے نکالتا ہے خوشحال ہونے کی کیا کیا تدابیر سوچتا ہے مصائب سے محفوظ رہنے کیلئے کون کون سی راہیں تجویز کرتا ہے گویا کہ ہر خیر کو چاہتا ہے اور ہر شر سے محفوظ رہنا اسکا مطلوب ہوتا ہے لیکن وہ ارحم الراحمین اس انسان پر خود اس سے زیادہ رحیم ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ

اور یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں قسم ہے پروردگار عالم الغیب کی وہ ضرور تم

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ

پر آویگی اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں. نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی

ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۳ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ

ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی ہو مگر یہ سب کتاب مبین میں (مرقوم) ہے تاکہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

(سو) ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے. اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق (انکے ابطال کی) کوشش

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۵ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ

کی تھی ہرانے کے لئے ایسے لوگوں کیواسطے سختی کا دردناک عذاب ہوگا. اور جن لوگوں کو (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶

جو کہ آپکے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ خدائے غالب محمود (کی رضا) کا رستہ بتلاتا ہے.

## ایک ایک ذرہ کا نگراں کار

پورے قرآن میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے. ایک تو سورۂ یونس میں وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ڼ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڼ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کیا قیامت کا آنا حق ہی ہے؟ تو کہدے کہ ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے اور تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے. دوسری آیت یہی ہے تیسری آیت سورۂ تغابن میں زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ یعنی کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے تو کہدے کہ ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر اپنے اعمال کی خبر دیئے جاؤ گے اور یہ تو خدا پر بالکل ہی آسان ہے. پس یہاں بھی کافروں کا انکار قیامت ذکر کر کے اپنے نبی کو ان کا جواب قسمیہ بتلا کر پھر اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے، کہ وہ خدا جو عالم الغیب ہے جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں سب اس کے علم میں ہے. گو سڑ گل جائیں، ان کے ریزے متفرق ہو جائیں. لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ سب وہ جانتا ہے. وہ ان سب کے جمع کرنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ ابتداً ان کے پیدا کرنے پر قادر تھا. وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور تمام چیزیں اس کے پاس اس کی کتاب میں بھی لکھی ہوئی ہیں. پھر قیامت کے آنے کی حکمت بیان فرمائی تاکہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے. وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں. اور جنہوں نے خدا کی باتوں سے ضد کی رسولوں کی نہ مانی انہیں بدترین اور سخت سزائیں ہوں. نیکوکار مومن جزا اور بدکار کفار سزا پائیں. جیسے فرمایا جہنمی اور جنتی برابر نہیں. جنتی کامیاب اور فلاح یاب ہیں. اور آیت میں ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ یعنی مومن اور مفسد، متقی اور فاجر برابر نہیں. پھر قیامت کی ایک اور حکمت بیان فرمائی کہ ایمان دار بھی قیامت کے دن نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل کر لیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے اور اس وقت کہا جائے گا کہ یہ ہے جس کا وعدہ رحمان نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا. خدا نے تو لکھ دیا تھا کہ تم قیامت تک رہو گے تو اب قیامت کا دن آ پہنچا وہ خدا عزیز ہے

یعنی بلند جناب والا، بڑی سرکار والا ہے، بہت عزت والا ہے پورے غلبے والا ہے نہ اس پر کسی کا بس نہ کسی کا زور، ہر چیز اس کے سامنے پست اور عاجز۔ وہ قابل تعریف ہے اپنے اقوال و افعال شرع و فعل ان تمام میں اس کی ساری مخلوق اس کی ثنا خواں ہے جل و علا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ

اور یہ کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں جو کہ تم کو یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (اس کے بعد قیامت

لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿٧﴾ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا

کو) ضرور تم ایک نئے جنم میں آؤ گے معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر (قصداً) جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ﴿٨﴾ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا

بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے (وہی) عذاب اور دور دراز گمراہی میں (مبتلا) ہیں تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ

کی طرف نظر نہیں کی جو ان کے آگے بھی اور ان کے پیچھے (بھی) موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں

الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ

یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں اس (دلیل مذکور) میں (قدرت الٰہی کی) پوری دلیل ہے (مگر) اس بندے کے

عَبْدٍ مُّنِيبٍ ﴿٩﴾ ع ۱

لئے جو (خدا کی طرف) متوجہ (بھی) ہو۔

## فریب عقل

کافر اور ملحد جو قیامت کے آنے کو محال جانتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے نبی کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان کے کفریہ کلمات کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آپس میں کہتے تھے لو اور سنو ہم میں ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب مر کر مٹی میں مل جائے گے اور چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے اس شخص کی نسبت دو ہی خیال ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ہوش و حواس کی درستی میں وہ عمداً خدا کے ذمے ایک جھوٹ بول رہا ہے اور جو اس نے نہیں فرمایا وہ اس کی طرف نسبت کر کے یہ کہہ رہا ہے اور اگر یہ نہیں تو اس کا دماغ خراب ہے، مجنون ہے، بے سوچے سمجھے جو جی میں آیا کہہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ یہ دونوں باتیں نہیں، آں حضرت صلعم سچے ہیں نیک ہیں راہ یافتہ ہیں دانا ہیں صاحب بصیرت ہیں۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ منکر لوگ جہالت اور بے سمجھی سے کام لے رہے ہیں اور غور و فکر سے بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ایک انکار سیکھ لیا ہے جسے استعمال کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے حق بات اور سیدھی راہ ان سے چھوٹ جاتی ہے اور بہت دور نکل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا اس کی قدرت میں تم کوئی کمی دیکھ رہے ہو جس نے محیط آسمان اور بسیط زمین پیدا کر دی۔ جہاں جاؤ نہ آسمان کا سایہ چھوٹے نہ زمین کا فرش جیسے فرمان ہے۔ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ۝ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں۔ زمین کو ہم نے ہی بچھایا اور ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں، یہاں بھی فرمایا کہ آگے دیکھو تو اور پیچھے دیکھو تو اسی طرح دائیں نظر ڈالو تو اور بائیں طرف التفات کرو تو وسیع آسمان اور بسیط زمین نظر آئے گی۔ اتنی بڑی مخلوق کا خالق اتنا زبردست قادر کیا تم جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے پھر پیدا کرنے پر قدرت کھو بیٹھا؟ وہ تو قادر ہے کہ اگر چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے یا آسمان تم پر توڑ دے

یقیناً تمہارے ظلم اور گناہ اسی قابل ہیں۔ لیکن خدا کا حلم اور عفو ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیے ہوئے ہے۔ جس میں عقل ہو جس میں دوربینی ہو، جس میں غور و فکر کی عادت ہو، جس کی خدا کی طرف جھکنے والی طبیعت ہو، جس کے سینے میں دل، دل میں حکمت اور حکمت میں نور ہو۔ وہ تو ان زبردست نشانات کو دیکھنے کے بعد اس قادر و خالق خدا کی اس قدرت میں شک کر ہی نہیں سکتا کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے، آسمانوں جیسے شامیانے اور زمینوں جیسے فرش جس نے پیدا کر دیئے اس پر انسان کی پیدائش کیا مشکل ہے؟ جس نے ہڈیوں گوشت اور کھال کو ابتداً پیدا کیا۔ اسے ان کے سڑگل جانے اور ریزہ ریزہ ہو کر جھڑ جانے کے بعد اکٹھا کر کے اٹھانا تمہانا کیا بھاری ہے؟ اس کو اور آیت میں فرمایا اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ الخ یعنی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک قادر ہے اور آیت میں ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی انسانوں کی پیدائش سے بہت زیادہ مشکل تو آسمان و زمین کی پیدائش ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ۙ

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی (یعنی) پہاڑو داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی حکم دیا اور ہم نے انکے واسطے لوہے کو

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ⑪

(مثل موم) نرم کر دیا اور یہ حکم دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں۔

## فضائل داؤد علیہ السلام

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر دنیوی اور اخروی رحمت نازل فرمائی نبوت بھی دی بادشاہت بھی لاؤ لشکر بھی دیئے۔ طاقت و قوت بھی دی پھر ایک پاکیزہ معجزہ یہ عطا فرمایا کہ ادھر نغمۂ داؤدی ہواؤں میں گونجا۔ ادھر پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر خدا کی حمد و ثنا شروع کی پرندوں نے پر ہلانے چھوڑ دیئے اور اپنی قسم قسم کی پیاری پیاری بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رات کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے۔ دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے۔ انہیں نغمۂ داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا ہے ابو عثمان نہدی رح کا بیان ہے کہ واللہ ہم نے حضرت ابو موسیٰ رض سے زیادہ پیاری آواز کسی باجے کی بھی نہیں سنی۔ اَوِّبِیْ کے معنی حبشی زبان میں یہ ہیں کہ تسبیح بیان کرو۔ لیکن ہمارے نزدیک اس میں مزید غور کی ضرورت ہے لغت عرب میں یہ لفظ ترجیع کے معنی میں موجود ہے پس پہاڑوں کو اور پرندوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ حضرت داؤد کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بھی ملا لیا کریں۔ تاؤیب کے ایک معنی دن کو چلنے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے سُری کے معنی رات کو چلنے کے ہیں لیکن یہ معنی بھی یہاں کچھ زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوتے یہاں تو یہی مطلب ہے کہ داؤد ع کی تسبیح کی آواز میں تم بھی آواز ملا کر خوش آوازی سے رب کی حمد بیان کرو۔ اور فضل آپ پر یہ ہوا کہ ان کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا۔ نہ انہیں لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت۔ ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا جیسا کہ نرم و نازک ریشم۔ اب اس لوہے سے بہ فرمان خداوندی آپ زرہیں بناتے تھے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ہر روز ایک زرہ بناتے چھ ہزار میں بک جاتی دو ہزار گھر بار کے خرچ کے لئے رکھ لیتے چار ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔ زرہ بنانے کی ترکیب خود خدا کی سکھائی ہوئی تھی کہ کڑیاں ٹھیک رکھیں حلقے چھوٹے نہ ہوں کہ ٹھیک نہ بیٹھیں بہت بڑے نہ ہوں کہ ڈھیلا پن رہ جائے، بلکہ ناپ تول اور صحیح اندازے سے حلقے اور کڑیاں ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ لیکن ہر شخص کو تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے

کوئی بات اپنی نسبت قابلِ اصلاح نہ سُنتے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤدؑ کی اُن سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا۔ انہوں نے کہا داؤد ہے تو اچھا آدمی لیکن اگر ایک کمی اُس میں نہ ہوتی تو کامل بنجاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ وہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہے۔ خود بھی اس میں سے لیتا ہے اور اپنی اہل وعیال کو بھی اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں بات بیٹھ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دُعائیں کرنے لگے کہ خدایا مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھا دے جس سے میرا پیٹ بھر جایا کرے کوئی صنعت اور کاری گری مجھے بتا دے جس سے میں اتنا حاصل کر لیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے اللہ تعالےٰ نے انھیں زرہیں بنانی سکھائیں اور پھر اپنی رحمت سے لوہے کو ان کے لئے بالکل نرم کر دیا۔ سب سے پہلے زرہیں آپ نے ہی بنائی ہیں۔ ایک زرہ بنا کر فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصے کر لیتے۔ ایک اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے ایک صدقہ کے لئے ایک رکھ چھوڑنے کے لئے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک خدا کے بندوں کو دیتے رہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو جو نغمہ دیا گیا تھا۔ وہ بے نظیر تھا خدا کی کتاب پڑھنے بیٹھتے آواز نکلتے ہی چرند پرند وحوش طیور پہاڑ کنکر سب وجد میں آجاتے اور ہر چیز صبر وسکون کے ساتھ محویت کے عالم میں آپ کی آواز سے متاثر ہو کر کتاب خدا میں مشغول ہو جاتی، سارے باجے شیاطین نے نغمۂ داؤدی سے نکالے ہیں۔ آپ کی بے مثل خوش آوازی کی یہ چڑا ؤنی نقلیں ہیں۔ اپنی ان نعمتوں کو بیان فرما کر حکم دیتا ہے کہ اب تمہیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کرتے رہو۔ میرے فرمان کا خلاف نہ کرو یہ بہت بری بات ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں اس کی فرمانبرداری ترک کر دی جائے۔ میں تمہارے اعمال کا نگراں ہوں تمہارا کوئی عمل چھوٹا بڑا نیک بد مجھ سے پوشیدہ نہیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ

اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور اُس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور ہم نے ان کے لئے

مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ

تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے آگے کام کرتے تھے اُن کے رب کے حکم سے اور ان میں سے جو شخص ہمارے (اس) حکم سے سرتابی کرے گا ہم اس کو (آخرت میں)

عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۱۲ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ

دوزخ کا عذاب چکھا دیں گے وہ جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو (بنوانا) منظور ہوتا۔ بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن (ایسے بڑے

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ

جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں اے داؤد کے خاندان والو تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار

الشَّكُوْرُ ۝۱۳

کم ہی ہوئے ہیں۔

ٔ ۵ حالانکہ حضرت داؤد کے نغمے عبرت کے قابل تھے، مگر شیطان نے ان سے بڑا کام لیا۔ ایسا ہے جیسا کہ کوئی نماز کو ریا کا ذریعہ روزہ کو نمائش کا وسیلہ، زکوٰۃ کو داد ودہش کا باب حج کو، سیر وسیاحت طریقہ بنائے، پس جیسے اس شخص نے یہاں تریاق سے زہر کا کام لیا، اسی طرح ملعون شیطان نے، نغمۂ داؤدی سے برائیوں کی اشاعت کی۔

## سلیمان علیہ السلام کا اڑن کھٹولہ

حضرت داؤد علیہ السلام پر جو نعمتیں رہیں، ان کا بیان کر کے پھر آپ کے فرزند حضرت سلیمان ؑ پر جو نعمتیں کی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا مہینے بھر کی راہ صبح ہی صبح طے ہو جاتی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو ہو جاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت مع فوج و اسباب کے اڑایا اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا۔ اسی طرح شام کو وہاں سے تخت اڑا اور شام ہی کو کابل پہنچ گیا۔ تانبے کو بطور پانی کے کر کے خدائے تعالےٰ نے اس کے چشمے بہا دیئے تھے کہ جس کام میں جس طرح جس وقت لانا چاہیں بلا دقت لا یا کریں۔ یہ تانبا انہیں کے وقت سے کام میں آ رہا ہے۔ سدیؒ کا قول ہے کہ تین دن تک یہ بہتا رہا۔ جنات کو ان کی ماتحتی میں کر دیا۔ جو وہ چاہتے اپنے سامنے ان سے کام لیتے ان میں سے جو جن احکام سلیمانی کی تعمیل سے جی چراتا فوراً آگ سے جلا دیا جاتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جنات کی تین قسمیں ہیں ایک تو پردار ہے دوسری قسم سانپ اور کتے ہیں تیسری قسم وہ ہے جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں، اترتے ہیں وغیرہ یہ حدیث بہت غریب ہے، ابن نعم سے روایت ہے کہ جنات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کے لئے تو عذاب ثواب ہے۔ ایک آسمان و زمین میں اڑتے رہتے ہیں ایک سانپ کتے ہیں۔ انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا جس دن بجز اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہو گا اور ایک قسم مثل چوپایوں کے ہے بلکہ ان سے بھی بدتر اور تیسری قسم انسانی صورتوں میں شیطانی دل رکھنے والے حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدم ؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ دونوں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی، عذاب ثواب میں دونوں شریک ہیں دونوں کے ایمان دار ولی اللہ ہیں۔ اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں مَحَارِیْب کہتے ہیں بہترین عمارتوں کو گھر کے بہترین حصے کو مجلس کی صدارت کی جگہ کو بقول مجاہدؒ ان عمارتوں کو جو محلات سے کم درجہ کی ہوں۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں مسجدوں کو۔ قتادہؒ کہتے ہیں بڑے بڑے محل اور مسجدوں کو ابن زید کہتے ہیں گھروں کو تماثیل کہتے ہیں۔ تصویروں کو یہ تانبے کی تھیں۔ بقول قتادہؒ وہ مٹی اور شیشے کی تھیں جواب جمع ہے جابیۃ کی جابیہ اس حوض کو کہتے ہیں جس پانی آتا رہتا ہے یہ مثل تالاب کے تھیں۔ بہت بڑے بڑے لگن تھے تا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بہت بڑی فوج کے لئے کھانا بیک وقت بہت سا تیار ہو سکے اور ان کے سامنے لایا جا سکے اور جمی ہوئی دیگیں جو بھاری اور بڑے ہونے کی وجہ سے ادھر ادھر نہیں کی جا سکتی تھیں۔ ان سے خدا نے فرما دیا تھا کہ دین و دنیا کی جو نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں ان پر میرا شکر کرو۔ شکراً مصدر ہے۔ بغیر فعل کے یا مفعول لہٗ ہے۔ اور دونوں تقدیروں پر اس میں دلالت ہے کہ شکر جس طرح قول اور ارادہ سے ہوتا ہے فعل سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے شاعر کا قول ہے ؎

أَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّيْ ثَلَاثَةً
يَدِيْ وَلِسَانِيْ وَالضَّمِيْرُ الْمُحَجَّبَا

اس میں بھی شاعر نعمتوں کا شکر تینوں طرح مانتا ہے۔ فعل سے زبان سے اور دل سے۔ حضرت عبدالرحمٰن سلمی سے منقول ہے کہ نماز بھی شکر ہے اور روزہ بھی شکر ہے اور بھلا عمل جسے تو اللہ تعالیٰ کے لئے کرے، شکر ہے اور سب سے افضل شکر حمد ہے۔ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں۔ شکر اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اور نیک عمل ہے۔ آل داؤد دونوں طرح کا شکر ادا کرتی تھی۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اہل و عیال اولاد اور عورتوں پر اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ نفل نماز تقسیم کی تھی کہ ہر وقت

---

؎ تیز رفتار جہازوں کی موجودگی میں اب اس معجزہ سلیمانی کا انکار کون کر سکتا ہے؟ ؎ فولاد کو پگھلا کر پانی کی صورت میں منتقل کرنے کے جو ذرائع وسیع ترقیوں کیساتھ آج دنیا سائنس کا حیرت انگیز کارنامہ ہیں اس کی ابتدا، گو یا کہ خدا تعالےٰ کا ایک برگزیدہ پیغمبر پہلے ہی کر چکا تھا ؎ اور یہ شبہ نہ ہو کہ شیطان کے اولاد نہیں، اور مومن کیسے ہو گئے کیونکہ اگر یہ معاملہ کچھ تعجب انگیز ہے تو پھر اس پر حیرت کیوں نہیں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں اور پھر کافر

کوئی نہ کوئی نماز میں مشغول نظر آتا۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی، آپ آدھی رات سوتے تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سو رہتے۔ اسی طرح سب روزوں سے زیادہ محبوب روزے بھی اللہ تعالیٰ کو آپ ہی کے تھے۔ آپ ایک دن روزے سے رہتے اور ایک دن بے روزہ۔ ایک خوبی آپ میں یہ تھی کہ دشمن سے جہاد کے وقت منہ نہ پھیرتے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ رات کو بہت نہ سویا کرو۔ رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔ ابن ابی حاتم میں اس موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک مطول حدیث ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہ العالمین تیرا شکر کیسے ادا ہوگا شکر گزاری خود تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا۔ داؤد اب تو نے میری شکر گزاری ادا کر لی جب کہ تو نے اسے جان لیا کہ کل نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔

پھر ایک واقعہ کی خبر دی جاتی ہے بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ

پھر جب ہم نے اُن پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝

سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

## سلیمان علیہ السلام کی وفات اور شیاطین کی بے بسی

حضرت سلیمانؑ کی موت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اور یہ بھی کہ جو جنات ان کے فرمان کے ماتحت کام کاج میں معروف تھے اُن پر ان کی مُوت کیسے نامعلوم رہی وہ انتقال کے بعد بھی لکڑی کو ٹیکے کھڑے ہی رہے اور یہ انھیں زندہ سمجھتے ہوئے سر جھکائے اپنے سخت سخت کاموں میں مشغول رہے۔ مجاہدؒ وغیرہ فرماتے ہیں۔ تقریباً سال بھر اسی طرح گزرا جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے۔ جب اُسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہو گئی تو آپ گر پڑے۔ اب جنات اور انسان کو آپ کی موت کا پتہ چلا۔ تب تو نہ صرف انسانوں کو بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہو گیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب داں نہیں۔ ایک مرفوع منکر اور غریب حدیث میں ہے۔ لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے۔ اس سے پوچھتے کہ تو کیسا درخت ہے تیرا کیا نام ہے؟ وہ بتا دیتا آپ اُسے اسی استعمال میں لاتے۔ ایک مرتبہ جب نماز کو کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا خروب۔ پوچھا کس لئے ہے؟ کہا اس گھر کو اجاڑنے کے لئے۔ تب آپ نے دعا مانگی کہ خدایا میری مُوت کی خبر جنات پر ظاہر نہ ہونے دے تاکہ انسانوں کو یقین ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ اب آپ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور جنات کو نہایت مشکل کام سونپ دیئے۔ آپ کا انتقال ہو گیا لیکن لکڑی کے سہارے آپ ویسے ہی کھڑے رہے، جنات دیکھتے رہے اور سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں۔ اپنے اپنے کام میں مشغول رہے۔ ایک سال کامل ہو گیا چونکہ دیمک آپ کی لکڑی کو چاٹ رہی تھی۔ سال بھر گزرنے پر وہ اسے کھا گئی اور اب حضرت سلیمان گر پڑے اور انسانوں نے جان لیا کہ جنات غیب نہیں جانتے۔ ورنہ سال بھر تک اس مصیبت میں نہ رہتے، لیکن اس کا راوی عطا بن مسلم خراسانی کی بعض حدیثوں میں نکارت ہوتی تھی۔ بعض صحابہؓ سے منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عادت تھی آپ سال سال دو دو سال یا کم و بیش مدت کے لئے مسجد قدس میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے آخری مرتبہ انتقال کے وقت بھی آپ مسجد بیت المقدس میں تھے ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا۔ آپ اس سے نام پوچھتے فائدہ پوچھتے، وہ بتاتا۔ آپ اسی کام میں لیتے۔ بالآخر ایک درخت ظاہر ہوا جس نے اپنا نام خروب بتایا۔ کہا تو کس مطلب کا ہے؟ کہا اس

عہ ممی لگا کر، انسانی جسموں کو صدیوں محفوظ رکھنے کا طریقہ مشہور ہے اگر خدا تعالیٰ کی قدرت نے سلیمان علیہ السلام کی نعش مبارک کیساتھ کوئی ایسا ہی معاملہ کیا ہو تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟

مسجد کے اُجاڑنے کے لئے حضرت سلیمانؑ سمجھ گئے۔ فرمانے لگے میری زندگی میں تو یہ مسجد ویران ہوگی نہیں۔ البتہ تو میری موت اور ویرانی کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اُسے اپنے باغ میں لگا دیا۔ مسجد کی بیچ کی جگہ میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی۔ وہیں انتقال ہو گیا لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ شیاطین سب کے سب اپنی ڈیوٹی بجالاتے رہے کہ ایسا نہ ہو ہم سستی کریں اور خدا کے رسول آجائیں تو ہمیں سزا دیں یہ محراب کے آگے پیچھے آئے۔ ان میں جو ایک بہت بڑا شیطان تھا۔ اس نے کہا دیکھو اس میں آگے اور پیچھے سوراخ ہیں اگر میں یہاں جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا۔ لیکن اسے حضرت سلیمانؑ کی آواز نہ آئی۔ دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمانؑ کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے ہی وہ مرجاتے تھے۔ لیکن اس کے دل میں کچھ خیال سا گزرا۔ اس نے پھر اور جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا۔ دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد بھی وہ نہ جلا تو اُس کی ہمت اور بڑھ گئی۔ اور اُس نے نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا تو دیکھا کہ وہ گر پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں۔ اب آکر سبکو خبر کی لوگ آئے، محراب کو کھولا تو واقعی خدا کے رسول کو زندہ نہ پایا۔ آپ کو مسجد سے نکال لائے۔ مدت انتقال کا علم حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اسی لکڑی کو دیمک کے سامنے ڈال دیا۔ ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اُسے کھایا، اُسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا ہے تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہو گیا کہ جنات جو کہتے تھے کہ ہم غیب کی خبریں جانتے ہیں یہ محض ڈھونگ تھا۔ ورنہ سال بھر تک کیوں مصیبت میں پھنسے رہتے۔ اس وقت سے جنات گھن کے کیڑے کو مٹی اور پانی لا دیا کرتے ہیں گویا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، کہا یہ بھی تھا کہ اگر تو کچھ کھاتا پیتا ہوتا تو ہم بہتر سے بہتر غذا تجھے پہنچاتے۔ لیکن ہیں یہ سب باتیں بنی اسرائیل کے علماء کی، ان میں سے جو مطابق حق ہوں قبول، خلاف حق ہوں مردود دونوں سے الگ ہوں، وہ نہ تصدیق کے قابل نہ تکذیب کے۔ واللہ اعلم۔ حضرت زید بن اسلم سے منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ملک الموت سے کہہ رکھا تھا کہ میری موت مجھے کچھ پہلے بتا دینا۔ حضرت ملک الموت نے یہی کیا تو آپ نے جنات کو بغیر دروازے کے ایک شیشے کا مکان بنانے کا حکم دیا اور اُس میں ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر نماز شروع کی یہ موت کے ڈر کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ملک الموت اپنے وقت پر آئے اور روح قبض کر گئے۔ پھر لکڑی کے سہارے آپ سال بھر تک اسی طرح کھڑے رہے جنات اِدھر اُدھر سے دیکھکر آپ کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے مشغول رہے۔ لیکن جو کیڑا آپ کی لکڑی کو کھا رہا تھا جب وہ آدھی کھا چکا تو اب لکڑی بوجھ نہ سہار سکی اور آپ گر پڑے، جنات کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بھی بہت سے سلف سے یہ منقول ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ

سبا کے لوگوں کے لئے انکے وطن (کی مجموعی حالت) میں نشانیاں موجود تھیں دو قطاریں تھیں باغ کے دائیں اور بائیں اپنے رب کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ

وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ (۱۵) فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

اور اس کا شکر کرو (کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور والا پروردگار سو انہوں نے سرتابی کی تو ہم نے اُن پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ (۱۶)

اور ہم نے انکے ان دو رویہ باغوں کے بدلے اور دو باغ دیدیے جن میں دو چیزیں رہ گئیں بد مزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری

ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ (۱۷)

ان کو یہ سزا ہم نے ان کی ناسپاسی کے سبب دی اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں۔

## قوم سبا

قوم سبا یمن میں رہتی تھی۔ تبع بھی ان میں سے ہی سے تھے۔ بلقیس بھی ان ہی میں سے تھیں۔ یہ بڑی نعمتوں اور راحتوں میں تھے چین آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ خدا کے رسول ان کے پاس آئے انھیں شکر کرنے کی تلقین کی۔ رب کی وحدانیت کی طرف بلایا۔ اس کی عبادتیں سمجھائیں تو کچھ زمانے تک یونہی رہے لیکن پھر جب کہ انھوں نے

سرتابی اور روگردانی کی۔ احکام خدا سے بے پرواہی سے ٹال دیئے تو ان پر زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک اور باغات اور کھیتیاں وغیرہ ہلاک برباد ہو گئیں جس کی تفصیل یہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سبا کسی عورت کا نام ہے یا مرد کا یا جگہ کا؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایک مرد تھا جس کے دس لڑکے تھے جن میں سے چھ تو یمن میں جا بسے تھے اور چار شام میں۔ مذحج۔ کندہ۔ ازد۔ اشعری۔ انمار۔ حمیر یہ چھ قبیلے یمن میں لخم جذام عاملہ اور غسان یہ چار قبیلے شامی ہیں (مسند احمد) فروہ بن مسیک رضؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں اپنی قوم میں سے ماننے والوں اور آگے بڑھنے والوں کو لیکر نہ ماننے اور پیچھے ہٹنے والوں سے لڑوں؟ آپ نے فرمایا ہاں جب میں جانے لگا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا۔ دیکھو پہلے انھیں اسلام کی دعوت دینا نہ مانیں تب جہاد کی تیاری کرنا۔ میں نے کہا حضورؐ یہ سبا کس کا نام ہے؟ الخ

آپؐ نے جو جواب دیا وہ تقریباً وہی ہے جو مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ انمار میں سے بجیلہ اور خثعم بھی ہیں ایک اور طویل روایت میں اس آیت کے شان نزول کے متعلق اسی کے ساتھ ہے کہ حضرت فروہ رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ یا رسول اللہ جاہلیت کے زمانے میں قوم سبا کی عزت تھی مجھے اب ان کے ارتداد کا خوف ہے تو اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے جہاد کروں۔ آپ نے فرمایا ان کے بارے میں مجھے حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہ آیت اتری الخ لیکن اس میں غرابت ہے۔ اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ آیت مدنی ہے حالانکہ سورت مکیہ ہے محمد بن اسحاق سبا کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں، عبد شمس بن یعرب قحطان، اسے سبا اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نے سب سے پہلے عرب میں دشمن کے قید کرنے کا رواج نکالا اور اسی نے سب سے پہلے مال غنیمت کو فوجیوں میں تقسیم کرنے کا رواج ڈالا۔ اس وجہ سے اُسے رائش بھی کہتے ہیں۔ مال کو ریش اور ریاش بھی عربی میں کہتے ہیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کی پیش گوئی کی تھی کہ ملک کا مالک ہمارے بعد ایک نبی ہوگا جو حرم کی عزت کریگا اس کے بعد اس کے خلفاء ہوں گے۔ جن کے سامنے دنیا کے بادشاہ سرنگوں ہو جائیں گے۔ پھر ہم میں بھی بادشاہت آئے گی اور بنو قحطان کے نیک بادشاہ بھی ہوں گے۔ اس نبی کا نام احمدؐ ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم) کاش کہ میں بھی ان کی نبوت کے زمانے کو پا لیتا۔ تو ہر طرح کی خدمت کو غنیمت سمجھتا۔ لوگو! جب بھی اللہ کے رسولؐ ظاہر ہوں تو تم پر فرض ہے کہ ان کا ساتھ دو۔ اور ان کے مددگار بن جاؤ۔ اور جو بھی آپ سے ملاقات کرے اس پر میری جانب سے فرض ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دے (اکلیل ہمدانی) قحطان کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ارم بن سام بن نوح کی نسل میں سے ہے، دوسرا یہ کہ وہ عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ تیسرا یہ کہ حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہے، ان سب کو تفصیل کے ساتھ حافظ عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الانباہ میں ذکر کیا ہے۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ سبا عرب میں سے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی نسل سے عرب ہوئے ان کا نسل ابراہیمی میں سے ہونا مشہور نہیں۔ واللہ اعلم۔ صحیح بخاری میں ہے قبیلہ اسلم جب تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے اور حضور ان کے پاس سے نکلے تو آپ نے فرمایا۔ اے اولاد اسمٰعیل تیر اندازی کئے جاؤ تمہارے والد بھی پورے تیر انداز تھے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا سلسلہ نسب خلیل الرحمٰن تک پہنچتا ہے۔ اسلم انصار کا ایک قبیلہ تھا اور انصار سارے کے سارے غسان میں سے ہیں اور یہ سب یمنی تھے سبا کی اولاد ہیں یہ لوگ مدینے میں اس وقت آئے تھے جب سیلاب سے اُن کا وطن تباہ ہو گیا۔ ایک جماعت یہاں آکر بسی تھی دوسری شام چلی گئی۔ انھیں غسانی اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نام کی پانی والی ایک جگہ پر یہ ٹھہرے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشلل کے قریب ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ایک پانی والی جگہ یا اس کنوئیں کا نام غسان تھا۔ یہ جو حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی دس اولادیں تھیں۔ اس سے مراد صلبی اولادیں نہیں۔ کیونکہ بعض بعض دو دو تین تین نسلوں بعد کے بھی ہیں۔ جیسے کہ کتب انساب میں موجود ہے یہ جو شام اور یمن میں جا کر آباد ہوئے یہ بھی سیلاب آنے کے بعد کا ذکر ہے۔ بعض وہیں رہے۔ بعض اِدھر اُدھر چلے گئے۔ دیوار کا قصہ یہ ہے کہ ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے اسی طرح نالے بھی اور دریا بھی اِدھر اُدھر سے آتے تھے۔ ان کے قدیمی بادشاہوں میں سے کسی نے ان

دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا۔ جس دیوار کی وجہ سے پانی اِدھر اُدھر ہوگیا تھا۔ اور خوبصورت دریا جاری رہا کرتا تھا جس کے دونوں جانب باغات اور کھیتیاں لگا دی تھیں۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت قتادہؒ کا بیان ہے کہ کوئی عورت اپنے سر پر ٹوکری رکھ کر چلتی تھی۔ کچھ دور جانے تک وہ ٹوکری پھلوں سے بالکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے جو پھل خود بخود جھڑتے تھے وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ یہ دیوار مارب میں تھی جو صنعاء سے تین منزل پر تھی اور سدِ مارب کے نام سے مشہور تھی۔ آب و ہوا کی عمدگی صحتِ مزاج اور اعتدال عنایتِ خداوندی سے اس طرح تھا کہ ان کے ہاں مکھی مچھر اور زہریلے جانور بھی نہ ہوتے تھے یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ خدا کی توحید کو مانیں اور اُس کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں۔ یہ تھی وہ نشانی قدرت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آباد بستی اور بستی کے دونوں طرف ہرے بھرے پھلدار باغات اور سرسبز کھیتیاں ان سے جنابِ باری نے فرما دیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کے شکر میں لگے رہو۔ لیکن انہوں نے خدا کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلا دیا اور سُورج کی پرستش کرنے لگے جیسا کہ ہدہد نے حضرت سُلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ جِئۡتُكَ مِنۡ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيۡنٍ الخ یعنی میں تمہارے پاس سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں، ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے جس کے پاس تمام چیزیں موجود ہیں، اور عظیم الشان تختِ سلطنت پر وہ متمکن ہے۔ شہزادی اور رعایا سب سورج پرست ہیں۔ شیطان نے ان کو گمراہ کر رکھا ہے بے راہ ہو رہے ہیں۔ منقول ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبر ان کے پاس آئے تھے بالآخر شامتِ اعمال رنگ لائی جو دیوار انہوں نے بنا رکھی تھی اُسے چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کر دی اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئی پانی کی ریل پیل ہو گئی۔ ان دریاؤں کے چشموں کے بارش کے نالوں کے سب پانی آ گئے۔ اُن کی بستیاں ان کے محلات اُن کے باغات اور ان کی کھیتیاں سب تباہ و برباد ہو گئیں۔ ہاتھ ملتے رہ گئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔ پیلو کے جھاؤ کے کیکر کے ببول کے اور ایسے ہی بے میوہ بدمزہ بےکار درخت اُگتے تھے۔ ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت اُگ آئے تھے جو نسبتاً اور درختوں سے کارآمد تھے۔ لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھلدار تھے یہ تھا اُن کے کفر و شرک، سرکشی اور تکبر کا بدلہ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحمتوں میں مُبتلا ہو گئے۔ کافروں کو یہی اور اس جیسی ہی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ حضرت ابن خیرہؒ فرماتے ہیں گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سُستی آجائے روزگار میں تنگی واقع ہو لذتیں ختم ہو جائیں۔ یعنی جہاں کسی راحت کا مُنہ دیکھا کہ کوئی زحمت آ پڑی مزہ تلخ ہو گیا۔

وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ الۡقُرَى الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرۡنَا فِيۡهَا

اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے برکت کر رکھی ہے بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان کے چلنے کا ایک

السَّيۡرَ ؕ سِيۡرُوۡا فِيۡهَا لَيَالِىَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيۡنَ ۞ ۹ فَقَالُوۡا رَبَّنَا بٰعِدۡ بَيۡنَ اَسۡفَارِنَا

خاص انداز رکھا تھا کہ بےخوف و خطر ان میں راتوں کو اور دنوں کو چلو۔ سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے

وَظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ وَمَزَّقۡنٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ

اور (علاوہ) اس ناشکری کے) انہوں نے (اور بھی نافرمانیاں کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا سو ہم نے انکو افسانہ بنا دیا اور انکو بالکل تتر بتر کر دیا بیشک اس (قصہ) میں ہر

لَاٰيٰتٍ لِّـكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ۞ ۱۰

صابر و شاکر (مومن) کیلئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

## فراموش کردہ فسانہ

ان پر جو نعمتیں تھیں، اُن کا ذکر ہو رہا ہے کہ قریب قریب آبادیاں تھیں، کسی مسافر کو اپنے سفر میں توشہ یا پانی ساتھ لیجانے کی ضرورت نہ تھی. ہر ہر منزل پر پختہ مزیدار تازہ میوے خوشگوار میٹھا پانی موجود. رات کسی بستی میں بھی گزار لیں اور راحت و آرام امن و امان سے جائیں آئیں کہتے ہیں کہ بستیاں صنعاء کے قرب وجوار میں تھیں بَاعِدْ کی دوسری قرأت بَعِّدْ ہے اس راحت و آرام سے پھول گئے اور جس طرح بنو اسرائیل نے من وسلویٰ کے بدلے لہسن پیاز وغیرہ طلب کیا تھا. انہوں نے بھی دُور دراز کے سفر طے کرنے کی تمنا کی تاکہ درمیان میں جنگل بھی آئے غیر آباد جگہیں بھی آئیں. تو سفر کا لطف بھی آئے. قومِ موسٰی کی اس طلب نے ان پر ذلت ومسکنت ڈالی. اسی طرح انھیں بھی فراخیٔ روزی کے بعد ہلاکت ملی. بھوک اور خوف میں پڑے. اطمینان اور امن غارت ہوا. انہوں نے کفر کر کے خود اپنا ہی بگاڑا، اب اُن کی کہانیاں رہ گئیں لوگوں میں اُن کے افسانے رہ گئے، تتر بتر ہو گئے، یہاں تک کہ جو قوم تین تیرہ ہو جائے تو عرب میں اُنھیں سبائیوں کی مثل سُناتے ہیں. عکرمہ ان کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں ایک کاہنہ اور ایک کاہن تھا جن کے پاس جنات اِدھر اُدھر کی خبریں لایا کرتے تھے. اس کاہن کو کہیں پتہ چل گیا. کہ اس بستی کی ویرانی کا زمانہ قریب آگیا ہے اور یہاں کے لوگ ہلاک ہونے والے ہیں. تھا یہ بڑا مالدار خصوصاً جائداد بہت ساری تھی، اس نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور ان حویلیوں مکانات اور باغات کی نسبت کیا انتظام کرنا چاہیئے. آخر ایک بات اُس کی سمجھ میں آگئی. اُس کی سسرال کے لوگ بہت سارے تھے اور وہ قبیلہ بھی علاوہ جری ہونے کے مالدار تھا. اُس نے اپنے لڑکے کو بُلایا اور اس سے کہا سُنو کل لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے. میں تجھے کسی کام کو کہوں گا تو انکار کر دینا میں تجھے بُرا بھلا کہوں گا تو بھی مجھے میری گالیوں کا جواب دینا میں اُٹھ کر تجھے تھپڑ ماروں گا تو بھی اس کے جواب میں مجھے تھپڑ مارنا. اس نے کہا. ابا جی مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا؟ کاہن نے کہا. تم نہیں سمجھتے ایک ایسا ہی اہم معاملہ درپیش ہے اور تمہیں میرا حکم مان لینا چاہیے. اس نے اقرار کیا دوسرے دن جب کہ اس کے پاس اس کے ملنے جلنے والے سب جمع ہو گئے اس نے اپنے اس لڑکے سے کسی کام کو کہا. اُس نے صاف انکار کر دیا. اُس نے اُسے گالیاں دیں، تو اُس نے بھی سامنے گالیاں دیں یہ غصے میں اُٹھا اور اُسے مارا. لڑکے نے بھی پلٹ کر اُسے پیٹا یہ اور غضبناک ہوا اور کہنے لگا چھری لاؤ میں تو اُسے ذبح کروں گا. تمام لوگ گھبرا گئے ہر چند سمجھایا. لیکن یہی کہتا رہا کہ میں تو اُسے ذبح کروں گا. لوگ دوڑے بھاگے. اور لڑکے کی ننھیال والوں کو خبر کی، وہ سب آ گئے. اول تو منت سماجت سے منوانا چاہا. لیکن یہ کب مانتا تھا. انھوں نے کہا آپ اسے کوئی اور سزا دیجئے. اس کے بدلے ہمیں جو جی چاہے سزا دیجئے. لیکن اس نے کہا. میں تو اِسے لِٹا کر باقاعدہ ذبح کروں گا. انھوں نے کہا آپ ایسا نہیں کر سکتے. اس سے پہلے ہم آپ کو مار ڈالیں گے. اُس نے کہا اچھا. جب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں میرے اور میری اولاد کے درمیان اور لوگ پڑیں. مجھ سے میرے مکانات جائدادیں اور زمینیں خرید لو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہوں. چنانچہ اُس نے سب کچھ بیچ ڈالا اور قیمت نقد وصول کر لی. جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اُس نے اپنی قوم کو خبر دی کہ سُنو عذاب خدا آ رہا ہے زوال کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اب تم میں سے جو محنت کر کے لمبا سفر کر کے نئے گھروں کا آرزو مند ہو. وہ تو عمان چلا جائے اور جو کچھ کھانے پینے کا شوقین ہو وہ بصرے چلا جائے اور جو مزیدار کھجوریں باغات میں بیٹھ کر آزادی سے کھانا چاہتا ہو وہ مدینے چلا جائے. قوم کو اس کی باتوں کا یقین تھا. جسے جو جگہ اور جو چیز پسند آئی وہ اسی طرف منہ اٹھائے بھاگا. بعض عمان کی طرف بعض بصرے کی طرف بعض مدینے کی طرف. اس طرف تین قبیلے چلے تھے اوس، خزرج، اور بنو عثمان. جب یہ لوگ بطن مر میں پہنچے تو بنو عثمان نے کہا ہمیں تو یہ جگہ بہت پسند ہے. اب ہم آگے نہیں جائیں گے چنانچہ یہیں بس گئے اور اسی وجہ سے انھیں خزاعہ کہا گیا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے. اوس وخزرج مدینے پہنچے اور یہاں آ کر قیام کیا. یہ اثر بھی عجیب وغریب ہے، جس کاہن کا اس میں ذکر ہے اس کا نام عمرو بن عامر ہے یہ یمن کا ایک سردار تھا اور سبا کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ان کا کاہن تھا سیرتِ ابن اسحاق میں ہے کہ سب سے پہلے یہی یمن سے نکلا تھا اس لئے کہ سد مآرب کو کھوکھلا کرتے ہوئے. اس نے چوہوں کو دیکھ لیا

تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب یمن کی خیر نہیں یہ دیوار گری اور سیلاب سب تہہ و بالا کر دے گا تو اس نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو وہ فریب سکھایا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ اس وقت اس نے غصے میں کہا کہ میں ایسے شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ میں اپنی جائدادیں اور زمینیں اسی وقت بیچتا ہوں۔ لوگوں نے کہا عمرو کے اس غصے کو غنیمت جانو چنانچہ سستا مہنگا سب کچھ بیچ ڈالا اور فارغ ہو کر چل پڑا۔ قبیلۂ اسد بھی اس کے ساتھ ہو لیا لیکن راستے میں عکہ ان سے لڑے۔ برابر برابر کی لڑائی رہی جس کا ذکر عباس بن مرداس اسلمی کے شعروں میں بھی ہے۔ پھر یہ یہاں سے چل کر مختلف شہروں میں پہنچ گئے۔ آل جفنہ بن عمرو بن عامر شام میں گئے۔ اوس و خزرج مدینے میں۔ خزاعہ مرا میں، ازد سراۃ سراۃ میں، ازد عمان عمان میں۔ یہاں سیل آئی۔ (یعنی سیلاب آیا) جس نے مارب کے بند کو توڑ دیا۔ سدی نے اس قصے میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ بھتیجے کو کہا تھا۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اس کی عورت جس کا نام طریفہ تھا اس نے اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے سب کو بتلائی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ عمان میں غسانی اور ازد بھی ہلاک کر دیئے گئے۔ باوجود میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل، پھلوں اور کھیتوں کی بے شمار روزی کے سیل عرم سے یہ حالت ہو گئی کہ ایک ایک لقمے کو اور ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے۔ یہ پکڑ اور عذاب یہ تنگی اور سزا جو انہیں دیکھی اس سے ہر صابر و شاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ خدا کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتی ہیں۔ مصیبتوں پر صبر نعمتوں پر شکر کرنے والے اس میں دلائل قدرت پائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالے نے مومن کے لئے حیرت ناک فیصلہ کیا ہے اگر راحت ملے اور یہ شکر کرے تو اجر پائے اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور صبر کرے تو اجر پائے غرض مومن کو ہر حالت پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس کا ہر کام نیک ہے یہاں تک کہ محبت کے ساتھ جو لقمہ اٹھا کر یہ اپنی بیوی کے منہ میں دے اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے (مسند احمد) صحیحین میں ہے آپ فرماتے ہیں تعجب ہے کہ مومن کے لئے خدائے تعالے کی ہر قضا بھلائی کے لئے ہی ہوتی ہے اگر اسے راحت اور خوشی پہنچتی ہے تو شکر کر کے بھلائی حاصل کرتا ہے اور اگر برائی اور غم پہنچتا ہے تو یہ صبر کرتا ہے اور بدلہ حاصل کرتا ہے۔ یہ نعمت تو صرف مومن کو ہی حاصل ہے کہ جس کی ہر حالت بہتری اور بھلائی کی ہوتی ہے۔ حضرت مطرفؒ فرماتے ہیں۔ صبر و شکر کرنے والا بندہ کتنا اچھا ہے کہ جب اسے نعمت ملے تو شکر کرے اور جب رحمت پہنچے تو صبر کرے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾

اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارہ میں اپنا گمان صحیح پایا کہ یہ سب اسی کی راہ پر ہو گئے مگر ایمان والوں کا گروہ

وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۲ ۸

اور ابلیس کا ان لوگوں پر (جو) تسلط (بطور اغوا ہے) بجز اسکے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو کہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے الگ کر کے معلوم کرنا ہے جو اسکی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے

## فریب ابلیس

سبا کے قصے کے بیان کے بعد شیطان کے فریب میں آئے ہوئے لوگوں کا عام طور پر ذکر فرماتا ہے کہ وہ ہدایت کے بدلے ضلالت بھلائی کے بدلے برائی لے لیتے ہیں ابلیس نے راندۂ درگاہ ہو کر جو کہا تھا کہ میں آدمؑ کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور بجز تھوڑی سی جماعت کے باقی سب لوگوں کو تیری سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا۔ اس نے یہ کر دکھایا اور اولاد آدم کو اپنے پنجے میں پھانس لیا۔ جب حضرت آدم و حوا اپنی خطا کی وجہ سے جنت سے اتار دیئے گئے۔ اور ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا۔ اس وقت وہ بہت خوش تھا اور جی میں اِٹھلا رہا تھا کہ انہیں میں نے بہکا لیا تو ان کی اولاد

کو تباہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس خبیث کا قول تھا کہ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا۔ غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا جس کے جواب میں جناب باری جل جلالہ نے فرمایا تھا۔ مجھے بھی اپنی عزت کی قسم موت کے غرغرے سے پہلے جب کبھی وہ توبہ کرے گا میں فوراً قبول کروں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی جو کچھ مانگے گا میں اُسے دوں گا۔ مجھ سے جب وہ بخشش طلب کرے گا میں اسے بخشش دوں گا (ابن ابی حاتم) اس کا کوئی غلبہ حجت زبردستی، مار پیٹ انسان پر نہ تھی۔ صرف دھوکہ فریب اور مکربازی تھی جس میں یہ سب پھنس گئے اس میں حکمت خداوندی یہ تھی کہ مومن و کافر ظاہر ہو جائیں حجت خدا ختم ہو جائے۔ آخرت کو ماننے والے شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اس کے منکر رحمان کی اتباع نہیں کریں گے۔ خدا ہر چیز پر نگہبان ہے۔ مومنوں کی جماعت اس کی حفاظت کا سہارا لیتی ہے۔ اس لئے ابلیس ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور کافروں کی جماعت خود خدا کو چھوڑ دیتی ہے۔ اس لئے ان پر سے خدا کی نگہبانی ہٹ جاتی ہے اور وہ شیطان کے ہر فریب کا شکار بن جاتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (خیل خدائی) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۱﴾ وَلَا

اور نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں (کے پیدا کرنے) میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا کسی کام میں مددگار ہے اور خدا

تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا

کے سامنے (کسی کی) سفارش کسی کے کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جسکی نسبت (شفیع کو) وہ اجازت دیدے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ

مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲﴾

دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے

**اللہ ایک ہے**

بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اکیلا ہے واحد ہے احد ہے فرد ہے صمد ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی نظیر نہیں وہ شریک سے بری اور بے مثل ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ساتھی نہیں، مشیر نہیں، وزیر نہیں، مددگار و پشتی بان نہیں۔ پھر ضد کرنے والا اور خلاف کہنے والا تو کہاں؟ جن جن کو پکارا کرتے ہو پکار کر دیکھو تو معلوم ہو جائیگا کہ وہ ایک ذرے کے بھی مختار نہیں۔ محض بے بس اور بالکل محتاج و عاجز ہیں۔ نہ زمینوں میں ان کی کچھ چلے نہ آسمانوں میں جیسے اور آیت میں ہے وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ کہ وہ ایک کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اور یہی نہیں کہ انہیں خود اختیاری حکومت نہ ہو نہیں شرکت کے طور پر بھی ہو نہیں شرکت کے طور پر بھی نہیں۔ نہ خدا تعالےٰ اُن سے اپنے کسی کام میں مدد لیتا ہے۔ بلکہ یہ سب کے سب فقیر محتاج ہیں اُس کے در کے غلام اور اس کے بندے ہیں۔ اس کی عظمت و کبریائی عزت و بڑائی ایسی ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کو جرات نہیں کہ اس کے سامنے کسی سفارش کے لئے بھی جرات کر سکے۔ جیسے فرمان ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کون ہے؟ جو اس کے سامنے کسی کی شفاعت بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے۔ اور آیت میں ہے وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ الخ یعنی آسمانوں کے کل فرشتے بھی اُس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے لب ہلا نہیں سکتے مگر جس کے لئے خدا اپنی رضامندی سے اجازت دیدے۔ اور جگہ فرمان ہے وَلَا

یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی الخ وہ لوگ صرف ان کی شفاعت کر سکتے ہیں جن کے لئے خدا کی رضامندی ہو۔ وہ تو خود ہی اُس کے خوف سے تھرار ہے ہونگے تمام اولادِ آدم کے سردار سب سے بڑے شفیع اور سفارشی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب قیامت کے دن مقامِ محمود میں شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے کہ اللہ تعالےٰ آئے اور مخلوق کے فیصلے کرے، اس وقت کی نسبت آپ فرماتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کب تک سجدے میں پڑا رہوں گا۔ اس سجدے میں اس قدر اپنے رب کی تعریف بیان کروں گا کہ اس وقت تو وہ الفاظ بھی مجھے معلوم نہیں۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے آپ بات کیجئے آپ کی بات سُنی جائے گی۔ آپ مانگئے آپ کو دیا جائے گا آپ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی الخ۔ رب کی عظمت کا ایک اور مقام بیان ہو رہا ہے کہ جب وہ اپنی وحی میں کلام کرتا ہے اور آسمانوں کے مقرب فرشتے اُسے سُنتے ہیں تو ہیبت سے کانپ اُٹھتے ہیں اور غشی والے کی طرح ہو جاتے ہیں۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ہٹ جاتی ہے فُزِّعَ کی دوسری قرأت فُرِّغَ بھی آئی ہے مطلب دونوں کا ایک ہے تو اب آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ اس وقت رب کا کیا حکم نازل ہوا؟ پس اہلِ عرش اپنے پاس والوں کو وہ اپنے پاس والوں کو یونہی درجہ بدرجہ حکمِ خدا پہنچا دیتے ہیں بلاکم وکاست ٹھیک ٹھیک اسی طرح پہنچا دیتے ہیں ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب سکرات کا وقت آتا ہے اس وقت مشرک یہ کہتے ہیں۔ اور اسی طرح قیامت کے دن بھی جب اپنی غفلت سے چونکیں گے اور ہوش و حواس قائم ہو جائیں گے اُس وقت یہ کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ جواب ملے گا۔ حق فرمایا حق فرمایا۔ اور جس چیز سے دنیا میں بے فکر تھے آج ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی تو دلوں سے گھبراہٹ دُور کئے جانے کے یہ معنیٰ ہوئے کہ جب آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ اُس وقت سب شک و تکذیب الگ ہو جائے گی۔ شیطانی وساوس دُور ہو جائیں گے۔ اُس وقت رب کی مدتوں کی حقانیت تسلیم کریں گے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے قائل ہوں گے۔ پس نہ تو موت کے وقت کا اقرار نفع دے نہ قیامت کے میدان کا اقرار فائدہ پہنچائے۔ لیکن امام ابن جریر کے نزدیک پہلی تفسیر ہی راجح ہے یعنی مراد اس سے فرشتے ہیں اور یہی ٹھیک بھی ہے اور اسی کی تائید احادیث و آثار سے بھی ہوتی ہے (صحیح بخاری شریف میں اِس آیت کی تفسیر کے موقع پر ہے کہ، جب اللہ تعالےٰ کسی امر کا فیصلہ آسمان میں کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں اور رب کا کلام ایسا واقع ہوتا ہے جیسے اس زنجیر کی آواز جو پتھر پر بجائی جاتی ہو۔ جب ہیبت کم ہو جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا؟ جواب ملتا ہے کہ جو فرمایا حق ہے اور وہ علی کبیر ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کی غرض سے گئے ہوئے ہیں اور جو تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں وہ کوئی کلمہ سُن لیتے ہیں۔ اوپر والا نیچے والے کو وہ اپنے سے نیچے والے کو سُنا دیتا ہے اور وہ کاہنوں کے کانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان کے پیچھے فوراً ان کے جلانے کو آگ کا شعلہ لپکتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی تو وہ آئے اس سے پہلے ہی ایک دوسرے کو پہنچا دیتا ہی اور کبھی پہنچائے اس سے پہلے ہی جلا دیا جاتا ہے۔ کاہن اس ایک کلمے کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں پھیلاتا ہے۔ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ اس کے مُرید بن جاتے ہیں کہ دیکھو یہ بات اس کے کہنے کے مُطابق ہی ہوئی۔ مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو ایک ستارہ جھڑا اور زبردست روشنی ہو گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ جاہلیت میں تمہارا خیال ان ستاروں کے جھڑنے کی نسبت کیا تھا؟ انہوں نے کہا ہم اس موقع پر سمجھتے تھے کہ یا تو کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا یا مرا۔ زہریؒ سے سوال ہوا کہ کیا جاہلیت کے زمانے میں بھی ستارے جھڑتے تھے۔ کہا ہاں لیکن بہت کم اور آپ کی بعثت کے زمانے سے تو ان میں بہت زیادتی ہو گئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا سُنو انھیں کسی کی موت و حیات سے کوئی واسطہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک وتعالےٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو حاملانِ عرش اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں پھر ساتویں آسمان والے پھر چھٹے آسمان والے یہاں تک کہ یہ تسبیح آسمان دنیا تک پہنچتی ہے۔ پھر عرش کے آس پاس کے فرشتے عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں سے

پوچھتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ نے کیا فرمایا؟ وہ انھیں بتلاتے ہیں، پھر ہر نیچے والا اوپر والے سے دریافت کرتا ہے اور وہ اُسے بتلاتا ہے یہانتک کہ آسمان اوّل والوں کو خبر پہنچتی ہے۔ کبھی اُچک لیجانے والے جنات اُسے سُن لیتے ہیں، تو ان پر یہ ستارے جھڑتے ہیں۔ تاہم جو بات خدا کو پہنچانی منظور ہوتی ہے اسے وہ لے اڑتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بہت کچھ باطل اور جھوٹ ملا کر لوگوں میں شہرت دیتے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے۔ اللہ تعالےٰ جب اپنے امر کی وحی کرتا ہے تو آسمان مارے خوف کے کپکپا اُٹھتے ہیں اور فرشتے ہیبت زدہ ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور خدا کا فرمان سُنتے ہیں۔ پھر ان کی زبانی اور فرشتے سُنتے ہیں اور وہ کہتے جاتے ہیں کہ خدا نے حق فرمایا وہ بلندی اور بڑائی والا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کا امین فرشتہ جس طرف ہو، اُسے پہنچا دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رض اور قتادہ رح سے منقول ہے کہ یہ اس وحی کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبیوں کے نہ ہونے کے زمانے میں بند رہ کر پھر ابتداءً ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ابتدائی وحی کے بھی اس آیت کے تحت میں داخل ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن آیت شامل ہے اسے اور اس کو سب کو۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى

آپ (تحقیق توحید کے لئے یہ بھی) پوچھئے کہ (اچھا بتلاؤ) تمکو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے، آپ (ہی) کہدیجئے اللہ روزی دیتا ہے، اور یہ بھی کہئے کہ اس مسئلہ توحید میں

اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ لَّا تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔــلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

بیشک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں۔ آپ (یہ بھی) فرما دیجئے کہ اگر ہم مجرم ہیں (تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی (اور یہ بھی

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَرُوْنِيَ

کہدیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو ایک جگہ جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ (عملی) کردیگا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے آپ (یہ بھی) کہئے کہ مجھ کو

الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے ہرگز (اسکا کوئی شریک نہیں) بلکہ (واقع میں) وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

**رزق دہندہ**

اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ صرف وہی خالق و رازق ہے اور صرف وہی الوہیت والا ہے۔ جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا اور زمینوں سے اناج اگانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ایسے ہی انھیں یہ بھی مان لینا چاہئے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں فریق ہدایت پر ہوں یا دونوں ضلالت پر ہوں ہم موحد ہیں اور توحید کے دلائل کھلے کھلے اور بہت واضح ہم بیان کر چکے ہیں اور تم شرک پر ہو جس کی کوئی دلیل تمہارے ہاتھوں میں نہیں۔ پس یقیناً ہم ہدایت پر اور یقیناً تم ضلالت پر ہو۔ اصحاب رسول نے مشرکوں سے یہی کہا تھا کہ ہم فریقین میں سے ایک فریق سچا ہے کیونکہ اس قدر تضاد و تباین کے بعد دونوں کا سچ ہونا تو عقلاً محال ہے۔ اس آیت کے ایک معنے یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر اور تم ضلالت پر ہو۔ ہمارا تمہارا بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہم تم سے اور تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں۔ ہاں جس راہ پہ ہم چل رہے ہیں، اسی راہ پر تم بھی آجاؤ تو بیشک تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں ورنہ ہم میں اور تم میں کوئی تعلق نہیں اور آیت میں بھی ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو کہدے کہ میرا عمل میرے ساتھ ہے اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے تم میرے اعمال سے چڑتے ہو اور میں تمہارے

کرتوت سے بیزار ہوں سورۂ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ الخ میں بھی اسی بے تعلقی اور برأت کا ذکر ہے۔ رب العالمین تمام عالم کو میدانِ قیامت میں جمع کر کے سچے فیصلے کر دے گا۔ نیکوں کو ان کی جزا اور بدوں کو اُن کی سزا دے گا۔ اس دن تمہیں ہماری حقانیت و صداقت معلوم ہو جائے گی۔ جیسے ارشاد ہے وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ الخ قیامت کے دن سب جدا جدا ہو جائیں گے ایماندار جنت کے خوش منظر باغیچوں میں خوش وقت و فرحاں ہوں گے۔ اور ہماری آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلانے والے کفر کرنے والے دوزخ کے گڑھوں میں حیران و پریشان ہوں گے۔ وہ حاکم و عادل ہے حقیقتِ حال کا پورا عالم ہے تم اپنے ان معبودوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ لیکن کہاں سے ثبوت دے سکو گے جب کہ میرا رب لا نظیر بے شریک اور عدیم المثل ہے وہ اکیلا ہے وہ ذی عزت ہے جس نے سب کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اور ہر ایک پر غالب آگیا ہے، حکیم ہے اپنے اقوال و افعال میں اسی طرح شریعت اور تقدیر میں بھی برکتوں والا پاک منزہ اور مشرکوں کی تمام تہمتوں سے بری ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

اور بھیجا تو نے آپکو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر یعنی ہر ایماندار کو ہماری رضا و ثواب کی خوشخبری سنانے اور ایمان نہ لانے والوں کو ہمارے غضب و عذاب سے ڈرانے والے

يَعْلَمُوْنَ ۞ ۷ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ ۸ قُلْ لَّكُمْ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور یہ لوگ (ایسے مضامین سنکر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم (یعنی نبی اور آپکے اتباع) سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہدیجئے کہ

مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۞ ۹ ع ۳

ایک خاص دن کا وعدہ (مقرر) ہے کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

**بشیر و نذیر**

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً سے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھے تمام کائنات کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسے اور جگہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا یعنی اعلان کر دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اور آیت میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۞ بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔ تاکہ وہ تمام جہان کو ہشیار کر دے۔ یہاں بھی فرمایا کہ اطاعت گزاروں کو بشارتِ جنت دے اور نافرمانوں کو جہنم سے ڈرا لیکن اکثر لوگ اپنی جہالت سے نبی کی نبوت کو نہیں مانتے جیسے فرمایا وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۞ گو تو ہر چند چاہے تاہم اکثر لوگ بے ایمان رہیں گے اور جگہ ارشاد ہوا اگر بڑی جماعت کی مانے گا تو وہ خود تجھے بھی راہ راست سے ہٹا دیں گے پس حضورؐ کی رسالت عام لوگوں کی طرف تھی۔ عرب عجم سب کی طرف خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا تابع فرمان ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر سب پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس میں تبلیغ کر دے اور آنحضرتؐ کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا۔ بخاری مسلم میں فرمان رسالتمآب ہے کہ مجھے پانچ صفتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مہینہ بھر کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے۔ میری امت میں سے جس کسی کو جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے غنیمتوں کا مال حلال نہیں کیا گیا تھا میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئیں مجھے شفاعت دی گئی، ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ یعنی جن و انس عرب عجم سب کی طرف۔ پھر کافروں کا قیامت کو محال ماننا بیان ہو رہا ہے کہ پوچھتے ہیں قیامت

کب آئے گی؟ جیسے اور جگہ ہے بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں۔ اور با ایمان اس سے کپکپا رہے ہیں اور اسے حق جانتے ہیں الخ جواب دیتا ہے کہ تمہارے لئے وعدہ کا دن مقرر ہو چکا ہے۔ جس میں تقدیم تاخیر کی زیادتی نا ممکن ہے جیسے اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ اور فرمایا وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ الخ یعنی وہ مقررہ وقت پیچھے ہٹنے کا نہیں۔ تمہیں اس وقت مقررہ تک ڈھیل ہے جب وہ دن آگیا پھر کوئی لب بھی نہ ہلا سکے گا۔ اس دن بعض نیک بخت ہوں گے اور بعض بد بخت

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ

اور یہ کفار دنیا میں تو خوب خوب باتیں بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لاویں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر اور اگر آپ

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ

(ان کی) اس وقت کی حالت دیکھیں (تو ایک ہولناک منظر نظر آوے) جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے ایک دوسرے پر بات

الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ①

ڈالتے ہوں گے۔ (چنانچہ) ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ (ہم تمہارے سبب برباد ہوئے) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى

(اس پر) یہ بڑے لوگ ان ادنیٰ درجے کے لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تمکو ہدایت (پر عمل کرنے) سے (زبردستی) روکا تھا بعد اس کے کہ وہ

بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ

(ہدایت) تم کو پہنچ چکی تھی) نہیں بلکہ تم ہی قصوروار ہو اور (اس کے جواب میں) یہ کم درجے کے لوگ ان بڑے لوگوں سے کہیں گے

اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ

کہ (ہم زبردستی کو مانع نہیں کہتے) بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا تھا جب تم ہم کو فرمائش کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے

لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ

شریک قرار دیں اور وہ لوگ (اپنی اس) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ عذاب دیکھیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں

اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ③

طوق ڈالیں گے جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھرا

## ایک حسرتناک مکالمہ

کافروں کی سرکشی کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ گو قرآن کی حقانیت کی ہزارہا دلیلیں دیکھ لیں، لیکن مان کر نہیں دیں گے۔ بلکہ اس سے اگلی کتاب پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ انھیں اپنے قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب خدا کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے کھڑے چھوٹے بڑوں کو بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا تابعدار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوتے۔ ان کے بزرگ انھیں جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا؟ ہم نے ایک بات کہی تم جانتے تھے کہ یہ بے دلیل ہے۔ دوسری جانب سے دلیلوں کی برستی ہوئی بارش تمہاری آنکھوں کے سامنے تھی۔ پھر تم نے اس کی پیروی چھوڑ کر

ہماری کیوں مان لی؟ یہ تو تمہاری اپنی بے عقلی تھی، تمہارے اپنے دل خدا کی باتوں سے بھاگ گئے تھے۔ رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہے ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ یہ بے دلیل اپنے بزرگوں کی مان لینے والے انہیں پھر جواب دیں گے کہ دن رات کی تمہاری دھوکے بازیاں جعل سازیاں فریب کاریاں ہمیں اطمینان دلانا کہ ہمارے افعال اور عقائد ٹھیک ہیں۔ ہم سے بار بار کفر اور شرک کے نہ چھوڑنے کو، پرانے دین کے نہ بدلنے کو باپ دادوں کی روش پہ قائم رہنے کو کہنا۔ ہماری کمر تھپکنا یہی سبب ہوا ہمارے ایمان سے رک جانے کا۔ تم ہی آ آ کر ہمیں عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے پھیرتے تھے۔ دونوں الزام بھی دیں گے برات بھی کریں گے لیکن دل میں اپنے کئے پر پچھتا رہے ہوں گے ان سب کے ہاتھوں کو گردن سے ملا کر طوق وزنجیر سے جکڑ دیئے جائیں گے۔ اب ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جہنمی جب ہنکا کر جہنم کے پاس پہنچائے جائیں گے تو جہنم کے ایک ہی شعلے کی لپیٹ سے سارے جسم کا گوشت جھلس کر پیروں پر آ پڑے گا (ابن ابی حاتم) حسن بن یحییٰ خشنیؒ فرماتے ہیں کہ جہنم کے ہر قید خانے ہر غار ہر زنجیر ہر قید پر جہنمی کا نام لکھا ہوا ہے۔ جب حضرت سلیمانؒ دارانی کے سامنے یہ بیان ہوا تو آپ بہت روئے اور فرمانے لگے ہائے ہائے پھر کیا حال ہوگا۔ اس کا جس پر یہ سب عذاب جمع ہو جائیں۔ پیروں میں بیڑیاں ہوں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں گردن میں طوق ہوں۔ پھر جہنم کے غار میں دھکیل دیا جائے خدایا تو بچانا پروردگار تو ہمیں سلامت رکھنا۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٤﴾

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿٥﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ

اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس

یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ ع وَمَآ

کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے کم دیتا ہے (لیکن اکثر لوگ (اس سے) واقف نہیں اور تمہارے

اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ

اموال و اولاد ایسی چیز نہیں جو درجہ میں تم کو ہمارا مقرب بنا دے (یعنی موثر و علت قرب کی یہی نہیں) مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے (سو یہ دونوں چیزیں البتہ

صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿١﴾

سبب قرب ہیں) سو ایسے لوگوں کے لئے انکے (نیک) عمل کا دونا صلہ ہے اور وہ (بہشت کے) بالاخانوں میں چین سے (بیٹھے) ہوں گے

وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٢﴾

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی متعلق (انکے ابطال کی) کوشش کر رہے ہیں (نبی کو) ہرانے کے لئے ایسے لوگ عذاب میں لائے جاویں گے

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ

آپ (مومنین سے) فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسکو چاہے تنگی سے دیتا ہے اور جو چیز تم (راہ خدا میں)

شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

خرچ کروگے سو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کا عوض دیگا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے

## ایک فریب

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلے پیغمبروں کی سیرت اختیار کرنے کو فرماتا ہے کہ جس بستی میں جو رسول بھیجا گیا اس کا مقابلہ ہوا۔ بڑے لوگوں نے کفر کیا ہاں غربا نے تابعداری کی جیسے قوم نوح نے اپنے نبی سے کہا تھا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ۔ ہم تجھ پر کیسے ایمان لائیں۔ تیرے ماننے والے تو سب نیچے درجہ کے لوگ ہیں یہی مضمون دوسری آیت وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ الخ میں ہے۔ قوم صالح کے متکبر لوگ ضعیفوں سے کہتے ہیں اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ الخ کیا تمہیں حضرت صالح کے نبی ہونے کا یقین ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں ہم تو مومن ہیں۔ تو متکبرین نے صاف کہا کہ ہم نہیں مانتے۔ اور آیت میں ہے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا یعنی اس طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے فتنے میں ڈالا تاکہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم سب میں سے احسان کیا۔ خدا شکر گزاروں کو جاننے والا نہیں۔ اور فرمان ہے۔ ہر بستی میں وہاں کے بڑے لوگ مجرم اور مکار ہوتے ہیں اور فرمان ہے وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا الخ جب کسی بستی کی ہلاکت کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس کے سرکش لوگوں کو کچھ احکام دیتے ہیں۔ وہ نہیں مانتے پھر ہم انھیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ہم نے جس بستی میں کوئی نبی و رسول بھیجا وہاں کے جاہ و حشمت شان و شوکت والے رئیسوں اور امیروں نے سرداروں اور بڑے لوگوں نے جھٹ سے اپنے کفر کا اعلان کر دیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابورزینؒ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپس میں شریک تھے۔ ایک تو سمندر پار چلا گیا ایک وہیں رہا۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس نے اپنے ساتھی سے لکھ کر دریافت کیا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب میں لکھا کہ چھوٹے لوگوں نے اس کی بات مانی ہے۔ شریف قریشیوں نے اس کی اطاعت نہیں کی اس خط کو پڑھ کر وہ اپنی تجارت چھوڑ چھاڑ کر سفر کر کے اپنے شریک کے پاس پہنچا تھا۔ یہ پڑھا لکھا آسمانی کتابوں کا علم اسے حاصل تھا۔ اس سے پوچھا کہ بتاؤ حضورؐ کہاں ہیں؟ معلوم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے اسلام کے ارکان اس کے سامنے بیان فرمائے وہ انھیں سنتے ہی ایمان لے آیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس کی تصدیق کیونکر ہو گئی؟ اس نے کہا اس بات سے کہ تمام انبیاء کے ابتداً ماننے والے ہمیشہ ضعیف مسکین لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں اور حضورؐ نے آدمی بھیج کر اس سے کہلوایا کہ تمہاری بات کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ اسی طرح ہرقل نے کہا تھا جب کہ اس نے ابوسفیان سے ان کی جاہلیت کی حالت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کیا تھا کہ کیا شریف لوگوں نے ان کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ ضعیفوں نے۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ ہر رسول کی اولاً تابعداری کرنے والے یہی ضعیف لوگ ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ خوش حال لوگ مال و اولاد کی کثرت پر ہی فخر کرتے ہیں اور اسے دلیل بناتے ہیں اس بات کی کہ وہ پسندیدۂ خدا ہیں اگر خدا کی خاص عنایت و مہربانی اس پر نہ ہوتی تو انھیں یہ نعمتیں نہ دیتا اور جب یہاں رب مہربان ہے تو آخرت میں بھی وہ مہربان ہی رہے گا قرآن نے ہر جگہ اس کا رد کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ الخ کیا ان کا خیال ہے کہ مال و اولاد میں اضافہ ان کے لئے بہتری ہے؟ نہیں بلکہ برائی ہے لیکن یہ بے شعور ہیں اور آیت میں ہے وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ الخ ان کا مال اور اولاد تجھے دھوکے میں نہ ڈالے۔ اس سے انھیں دنیا میں بھی سزا ہو گی اور مرتے دم تک یہ کفر پر ہی رہیں گے اور آیت میں ہے ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ الخ یعنی مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دے جسے میں نے ممتاز کر دیا ہے اور بہ کثرت مال دے رکھا ہے اور حاضر باش فرزند دے رکھے ہیں اور ہر طرح کا عیش اس کے لئے مہیا کر دیا ہے تاہم اسے طمع ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ایسا نہیں یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے کچھ ہی زمانہ جاتا ہے کہ اسے میں دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھاؤں گا۔ اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہوا ہے جس کے دو باغ تھے مال والا، پھلوں والا، اولاد والا تھا لیکن کسی چیز نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ عذاب الٰہی سے سب چیزیں

دنیا میں ہی تباہ اور خاک سیاہ ہوگئیں۔ خدا جس کی روزی کشادہ کرنی چاہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی تنگ روزی کرنا چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ دنیا تو وہ اپنے دوستوں دشمنوں سب کو دیتا ہے غنی یا فقیر ہونا اس کی رضامندی اور ناراضگی کی دلیل نہیں، بلکہ اس میں اور ہی حکمتیں ہوتی ہیں جنہیں اکثر لوگ جان نہیں سکتے۔ مال و اولاد کو ہماری عنایت کی دلیل بنانا غلطی ہے یہ کوئی ہمارے پاس مرتبہ بڑھانے والی چیز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے (مسلم) ہاں اس کے پاس درجات دلانے والی چیز ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ ان کی نیکیوں کے بدلے انہیں بہت بڑھا چڑھا کر دیئے جائیں گے۔ یک ایک نیکی دس دس گنی بلکہ سات سو گنی کر کے دیجائے گی جنت کی بلند ترین منزلوں میں ہر ڈر خوف سے بے کھٹکے اور غم سے پُر امن ہوں گے نہ کوئی دُکھ درد ہوگا۔ نہ ایذا اور صدمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا یہ بالاخانے کس کے لئے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو نرم کلامی کرے اور کھانا کھلائے اور بکثرت روزے رکھے، اور لوگوں کی نیند کے وقت تہجد پڑھے (ابن ابی حاتم) جو لوگ خدا کی راہ سے اوروں کو روکتے ہیں۔ رسولوں کی تابعداری سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں خدا کی آیتوں کی تصدیق نہیں کرنے دیتے وہ جہنم کی سزاؤں میں حاضر کئے جائیں گے اور برابر بدلہ پائیں گے پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق جسے چاہے بہت ساری دنیا دیتا ہے اور جسے چاہے بہت کم دیتا ہے۔ یہ سُکھ چین کر رہا ہے وہ دُکھ درد میں جلا ہے۔ رب کی حکمتوں کو کوئی نہیں جان سکتا اس کی مصلحتیں وہی خوب جانتا ہے جیسے فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ تو دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ایک دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور البتہ آخرت درجوں میں اور فضیلتوں میں بہت بڑی ہے۔ یعنی جس طرح فقر و غنا کے ساتھ درجوں کی اونچ نیچ یہاں ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی اعمال کے مطابق درجات و درکات ہوں گے۔ نیک لوگ تو جنتوں کے بلند و بالا بالاخانوں میں، اور بد لوگ جہنم کے نیچے کے طبقے کے جیل خانوں میں۔ دنیا میں سب سے بہتر شخص بہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہے جو سچا مسلمان ہو اور بقدر کفایت روزی پاتا ہو اور خدا کی طرف سے اسکو قناعت بھی حاصل ہو۔ (مسلم) خدا کے حکم یا اس کی اباحت کے ماتحت تم جو کچھ خرچ کرو گے اس کا بدلہ وہ تمہیں دونوں جہان میں دے گا صحیح حدیث میں ہے تو خرچ کر تو تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ ہر صبح ایک فرشتہ دُعا کرتا ہے اے خدا بخیل کے مال کو تلف اور برباد کر، دوسرا دعا کرتا ہے اے خدا خرچ کرنے والے کو نیک بدلہ دے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بلال! خرچ کر اور عرش والے کی طرف سے تنگی کا خیال بھی نہ کر۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں تمہارے اس زمانے کے بعد ایسا زمانہ آرہا ہے جو کاٹ کھانے والا ہوگا مال ہوگا لیکن مالدار گویا اپنے مال پر دانت گاڑے ہوئے ہوں گے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائے۔ پھر حضورؐ نے اسی آیت وَمَآ اَنْفَقْتُمْ الخ کی تلاوت فرمائی۔ اور حدیث میں ہے بدترین لوگ وہ ہیں جو بے بس اور مضطر لوگوں کی چیزیں کم داموں خریدتے پھریں یاد رکھو ایسی بیع حرام ہے مضطر کی بیع حرام ہے عہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اُسے رسوا کرے، اگر تجھ سے ہو سکے تو دوسروں کے ساتھ سلوک اور بھلائی کر ورنہ اس کی ہلاکت کو تو نہ بڑھا (ابو یعلیٰ موصلی) یہ حدیث اِس سند سے غریب ہے اور ضعیف بھی ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہیں اِس آیت کا غلط مطلب نہ لے لینا اپنے مال کو خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا۔ روزیاں بٹ چکی ہیں۔ رزق مقسوم ہے۔

عہ گو شرعاً وہ بیع ہو جائے گی، لیکن اس میں برکت ذرا سی بھی نہو گی کیونکہ اس بے چارے نے انتہائی ضرورت میں اونے پونے فروخت کیا اور اس کی مجبوری سے تم نے یا کل غلط فائدہ اٹھایا بہرحال ایسی خرید و فروخت ہونا ہرگز نہ چاہیئے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ④

اور وہ دن قابل ذکر ہے جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (میدان قیامت میں) جمع فرمادیگا پھر فرشتوں کو ارشاد فرمادیگا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔

قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ

وہ عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں ہمارا تو آپ سے تعلق ہے نہ کہ اُن سے بلکہ یہ لوگ شیاطین کی پوجا کرتے تھے ان میں سے اکثر لوگ

مُّؤْمِنُونَ ⑤ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُولُ

انہی کے معتقد تھے سو (کافروں سے کہا جاویگا) آج تم (عابدین و معبودین) میں سے کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا اور (اُس وقت)

لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ⑥

ہم ظالموں (یعنی کافروں) سے کہینگے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔

**یوم الحشر**

مشرکین کو شرمندہ لاجواب اور بے عذر کرنے کے لئے اُن کے سامنے فرشتوں سے سوال ہو گا۔ جن کی مصنوعی شکلیں بنا کر یہ مشرک دنیا میں پوجتے رہے کہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ سے ملا دیں سوال ہو گا کہ کیا تم نے انھیں اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟ جیسے سورۂ فرقان میں ہے: أَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ یعنی کیا تم نے انھیں گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود ہی بہکے ہوئے تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی سوال ہو گا۔ کیا تم لوگوں سے کہہ آئے تھے کہ خدا کو چھوڑ کر میری اور میری ماں کی عبادت کرنا۔ آپ جواب دیں گے کہ خدایا تیری ذات پاک ہے مجھے جو کہنا سزاوار نہ تھا اسے میں کیسے کہہ دیتا۔ اسی طرح فرشتے بھی اپنی برارت ظاہر کریں گے اور کہیں گے تو اس سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو، ہم تو خود تیرے بندے ہیں ہم ان سے بیزار رہے اور اب بھی ان سے الگ ہیں۔ یہ شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ شیطانوں نے ہی ان کے لئے بتوں کی پوجا کو مزین کر رکھا تھا اور انھیں گمراہ کر دیا تھا۔ ان میں کے اکثر کا اعتقاد شیطان ہی پر تھا۔ جیسے فرمانِ باری ہے إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّآ إِنٰثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيدًا ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ یعنی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اور سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں جس پر خدا کی پھٹکار ہے۔ پس جن جن سے تم اے مشرکو! لو لگائے ہوئے تھے ان میں سے ایک بھی تمہیں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس شدت و کرب کے وقت یہ سارے جھوٹے معبود تم سے یکسو ہو جائیں گے۔ کیونکہ انھیں کسی کے کسی طرح کے نفع و ضرر کا اختیار تھا ہی نہیں آج ہم خود مشرکوں سے فرما دیں گے کہ جس عذاب جہنم کو جھٹلا رہے تھے آج اس کا مزہ چکھو۔

وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوا مَا هٰذَآ إِلَّا رَجُلٌ يُّرِيدُ أَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو (حق اور باطل کو واضح کرنے کی صفت میں) صاف صاف ہیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایسا شخص ہے

يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوا مَا هٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ مُّفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ

جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں (کی عبادت) سے باز رکھے جن کو تمہارے بڑے پوجتے تھے اور (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے اور یہ کافر اس امر حق (یعنی قرآن) کی نسبت جبکہ وہ

لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُونَهَا وَمَآ

انکے پاس پہنچا یوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں اور

أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ

(واسطرح) ہمنے آپ سے پہلے انکے پاس کوئی ڈرانیوالا (یعنی پیغمبر) نہیں بھیجا تھا۔ اوران سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہمنے انکو دے

مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٩﴾

رکھا تھا دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی۔ سو دیکھو میرا ان پر کیسا عذاب ہوا۔

## تکذیب و تردید

کافروں کی وہ شرارت بیان ہو رہی ہے جس کے باعث وہ خدا تعالےٰ کے عذاب کے مستحق ہوئے ہیں کہ خدا کا کلام تازہ بہ تازہ اس کے افضل رسولؐ کی زبان سے سُنتے ہیں۔ قبول کرنا ماننا۔ اس کے مطابق عمل کرنا تو ایک طرف اور کہتے ہیں کہ دیکھو یہ شخص تمہیں تمہارے پُرانے اور سچے دین سے روک رہا ہے اور اپنے باطل خیالات کی طرف تمہیں بلا رہا ہے یہ قرآن تو اُس کا خود تراشیدہ ہے آپ ہی گھڑ لیتا ہے اور یہ تو جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں، بالکل ظاہر ہے پھر فرماتا ہے کہ ان عرب کی طرف نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب بھیجی گئی ہے نہ آپ سے پہلے ان میں کوئی رسول آیا ہے اِس لئے انھیں مدتوں سے تمنا تھی کہ اگر خدا کا رسول ہم میں آتا۔ اگر کتابُ اللہ ہم میں اُترتی تو ہم سب سے زیادہ مطیع اور پابند ہوجاتے۔ لیکن جب خدا نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو لگے جھٹلانے اور انکار کرنے۔ ان سے پہلی اُمتوں کے نتیجے ان کے سامنے ہیں۔ وہ قوت و طاقت مال و متاع اسباب دُنیوی ان سے بہت زیادہ رکھتے تھے یہ تو ابھی اُن کے دسویں حصّے کو بھی نہیں پہنچے لیکن میرے عذابوں کے اُترنے کے بعد نہ مال کام آئے نہ اولاد اور کنبے قبیلے کام آئے نہ قوت و طاقت نے کوئی فائدہ دیا، برباد کردیئے گئے۔ جیسے فرمایا، وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِنْ مَكَّنَّاكُمْ فِيهِ الخ یعنی ہم نے انھیں قوت و طاقت دے رکھی تھی آنکھیں اور کان بھی رکھتے تھے دل بھی تھے لیکن میری آیتوں کے انکار پر جو عذاب آئے اس وقت کسی چیز نے کچھ فائدہ نہ دیا اور جس کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا کیا یہ لوگ زمین پر چل پھر کر اپنے سے اگلے لوگوں کا انجام دیکھتے نہیں جو ان سے تعداد میں زیادہ طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے باعث پیس دیئے گئے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے۔ تم دیکھ لو غور کر لو کہ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کی نصرت کی اور کس طرح جھٹلانے والوں پر اپنا عذاب اُتارا؟

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَى وَفُرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا

آپ کہئے کہ میں تو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں وہ یہ کہ تم (محض) خدا کے واسطے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے اس

بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿١﴾

ساتھی کو جنون (تو) نہیں ہے وہ تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔

## آپ مجنون نہیں ہیں

حکم ہوتا ہے کہ یہ کافر جو تجھے مجنون بتا رہے ہیں ان سے کہہ کہ ایک کام تو کرو خلوص کے ساتھ تعصب اور ضد کو چھوڑ کر ذرا سی دیر سوچو تو آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرو کہ کیا محمدؐ مجنون ہے؟ اور ایمانداری سے ایک دوسرے کو جواب دے۔ ہر شخص تنہا تنہا بھی غور کرے اور دوسرے سے بھی پوچھے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ ضد اور ہٹ کو بات کی پچ کو دماغ سے نکال کر تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا۔ تمہارے دل سے آواز اُٹھے گی کہ حقیقت میں حضورؐ کو جنون نہیں، بلکہ آپ تم سب کے خیر خواہ ہیں دردمند ہیں۔ ایک آنے والے خطرے سے جس سے تم بے خبر ہو۔ وہ تمہیں آگاہ کر رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے کا مطلب سمجھا ہے اور اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ مجھکو تین چیزیں دی گئی ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسیکو نہیں دی گئیں

یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے مالِ غنیمت حلال کئے گئے مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں کئے گئے تھے وہ مالِ غنیمت کو جمع کر کے جلا دیتے تھے۔ اور میں ہر سرخ وسیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ہر نبی صرف اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کی چیز بنا دی گئی ہے کہ میں اس کی مٹی سے تیمم کروں اور جہاں بھی ہوں اور نماز کا وقت آجائے نماز ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ تو کے سامنے باادب کھڑے ہو جایا کرو۔ دو دو اور ایک ایک۔ اور ایک مہینے کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے اور بہت ممکن ہے کہ اسمیں آیت کا ذکر اور اسے جماعت سے یا الگ نماز پڑھ لینے کے معنی میں لے لینا۔ یہ راوی کا اپنا قول ہو اور اس طرح بیان کر دیا گیا ہو کہ بظاہر وہ الفاظ حدیث کے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضورؐ کی خصوصیات کی حدیثیں بہ سندِ صحیح بہت سی منقول ہیں اور کسی میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ واللہ اعلم۔ آپ لوگوں کو اس عذاب سے ڈرانے والے ہیں جو اُن کے آگے ہے اور جس سے یہ بالکل بے خبر بے فکری سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور عرب کے دستور کے مطابق یاصباحاہ کہہ کر آوازِ بلند کی جو علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لئے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اُسے سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ سنو۔ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تمہاری طرف چڑھائی کر کے چلا آ رہا ہے اور عجب نہیں کہ صبح وشام ہی تم پر حملہ کر دے، تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان جواب دیا کہ ہاں بے شک ہم آپ کو سچا جانیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ سنو میں تمہیں اس عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔ جو تمہارے آگے ہے۔ یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا۔ تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اسی لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا۔ اس پر سورۂ تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ اُتری یہ حدیثیں وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۙ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور ہمارے پاس آکر تین مرتبہ آواز دی۔ فرمایا لوگو! میری اور اپنی مثال جانتے ہو؟ انہوں نے کہا خدا کو اور اس کے رسول کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس قوم جیسی ہے جن پر دشمن حملہ کرنے والا تھا۔ انہوں نے اپنا آدمی بھیجا کہ جا کر دیکھے اور دشمن کی نقل وحرکت سے انہیں مطلع کرتے اس نے جب دیکھا کہ دشمن ان کی طرف چلا آ رہا ہے اور قریب پہنچ چکا ہے تو وہ دوڑتا ہوا قوم کی طرف بڑھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری اطلاع پہنچانے سے پہلے ہی دشمن کا حملہ نہ ہو جائے اس لئے اس نے راستے میں ہی اپنا کپڑا ہلانا شروع کیا کہ ہوشیار رہو جاؤ دشمن آ پہنچا۔ تین مرتبہ یہی کہا اور حدیث میں ہے میں اور قیامت ایک ساتھ ہی بھیجے گئے۔ بہت متوقع تھی یہ بات تھا کہ قیامت مجھ سے پہلے آجاتی۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

آپ کہہ دیجئے کہ جو میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی رہا میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے

شَهِیْدٌ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ

والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب حق بات (یعنی ایمان) کو (کفر پر) غالب کر رہا ہے (اور) وہ علام الغیوب ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ حق (دین) آگیا اور

وَ مَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا یُعِیْدُ ۝ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِیْ ۚ

(دینِ) باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر (بالفرض) میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ پر ہی وبال ہوگی۔ اگر میں

وَ اِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْۤ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ۝

راہ (راست) پر رہا تو بدولت اس قرآن کے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے وہ سب کچھ سنتا اور بہت نزدیک ہے۔

## مشرکین سے دو دو باتیں

حکم ہو رہا ہے کہ مشرکوں سے فرما دیجئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں، تمہیں احکام دینی پہنچا رہا ہوں وعظ و نصیحت کرتا ہوں، اس پر میں تم سے کسی معاوضہ کا طالب نہیں، معاوضہ تو خدا ہی دے گا۔ جو تمام چیزوں کی حقیقت سے مطلع ہے۔ میری اور تمہاری حالت اس پر خوب روشن ہے، پھر جو فرمایا اسی طرح کی آیت يُلْقِي الرُّوحَ الخ یعنی اللہ تعالےٰ اپنے فرمان سے حضرت جبرئیلؑ کو جس پر چاہتا ہے اپنی وحی کے ساتھ بھیجتا ہے وہ حق کے ساتھ فرشتہ اتارتا ہے وہ علام الغیوب ہے اس پر آسمان و زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اللہ کی طرف سے حق اور مبارک شریعت آچکی۔ باطل منتشر اور بود ا ہو کر برباد ہو گیا۔ جیسے فرمان ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ہم باطل پر حق کو نازل فرما کر باطل کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں اور اس کی بھوسی اڑ جاتی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے دن جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے بتوں کو اپنی کمان کی لکڑی سے گراتے جاتے تھے اور زبان سے فرماتے جاتے تھے: وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا حق آگیا باطل ہٹ گیا، وہ تھا ہی مٹنے والا (بخاری مسلم) باطل کا اور نا حق کا غلبہ سب ختم ہو گیا بعض مفسرین سے منقول ہے کہ مراد یہاں باطل سے ابلیس ہے۔ یعنی نہ اس نے کسی کو پہلے پیدا کیا نہ آئندہ کر سکے نہ مردے کو جلا سکے نہ اسے کوئی اور ایسی قدرت۔ بات تو یہ بھی ٹھیک ہے لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر سب کی سب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اور خدا کی بھیجی ہوئی وحی میں ہی حق ہے، اور ہدایت و بیان و رشد ہے۔ گمراہ ہونے والے آپ ہی بگڑ رہے اور اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جب کہ مفوضہ کا مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ اسے میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں۔ اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے بری الذمہ ہے وہ خدا اپنے بندوں کی باتوں کا سننے والا ہے اور قریب ہے پکارنے والے کی ہر پکار کو ہر وقت سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ بخاری کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے اصحابؓ سے فرمایا تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو جسے تم پکار رہے ہو، وہ سمیع، قریب و مجیب ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿۵۱﴾ وَقَالُوا آمَنَّا

اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں تو آپ کو حیرت ہو بلکہ کفار گھبرائے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس ہی (یعنی فوراً) پکڑ لئے جاویں گے اور کہیں گے ہم

بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۵۲﴾ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِن قَبْلُ

یعنی حق پر ایمان لے آئے اور اتنی دور جگہ سے (ایمان کا) انکے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے　حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس کا انکار کرتے

وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا

رہے اور بے تحقیق باتیں دور ہی دور سے ہانکا کرتے تھے　اور ان میں اور ان کی (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کر دی جاوے گی

فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿۵۴﴾

جیسا انکے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی یہی برتاؤ) کیا جاویگا جو ان سے پہلے تھے کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے انکو تردد میں ڈال رکھا تھا۔

ع۵ مفوضہ وہ لڑکی جس نے اپنے نکاح کا اختیار کسی دوسرے شخص کو دے دیا ہو۔ تفویض کے معنے سپرد کرنے کے آتے ہیں۔

× × × × ×

## وہ وقت بھی قابل دید ہوگا

اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے نبی! کاش آپ ان کافروں کی قیامت کے دن گھبراہٹ دیکھتے کہ ہر چند عذاب سے چھٹکارا چاہیں گے لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پائیں گے، نہ بھاگ کر نہ چھپ کر نہ کسی حمایت سے نہ کسی کی پناہ سے، بلکہ فوراً ہی پکڑ لئے جائیں گے ادھر قبروں سے نکلے ادھر پھانس لئے گئے۔ ادھر کھڑے ہوئے ادھر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ہی عذاب میں پھنس گئے چنانچہ بدر وغیرہ کے میدانوں میں قتل واسیر ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ مراد قیامت کے دن کے عذاب ہیں۔ بعض کہتے ہیں بنو عباس کی خلافت کے زمانے میں مکے مدینے کے درمیان ان کے لشکروں کا زمین میں دھنسا یا جانا مراد ہے۔ ابن جریرؒ نے اسے بیان کر کے اس کی دلیل میں ایک حدیث ذکر کی ہے جو بالکل ہی موضوع اور گھڑی ہوئی ہے لیکن تعجب پر تعجب ہے کہ امام صاحب نے اس کا موضوع ہونا بیان نہیں کیا۔ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم ایمان قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کے کتابوں پر اس کے رسولوں پر ایمان لائے جیسے اور آیت میں ہے وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ الخ کاش کہ تو دیکھتا جب کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے اور شرمندگی سے کہہ رہے ہوں گے کہ خدایا ہم نے دیکھ سن لیا، ہمیں یقین آگیا۔ اب تو ہمیں پھرے دنیا میں بھیجدے تو ہم دل سے مانیں گے لیکن کوئی شخص جس طرح بہت دور کی چیز کو لینے کے لئے دور سے ہی ہاتھ بڑھاتا ہے اور وہ اس کے ہاتھ نہیں آسکتی۔ اسی طرح یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ آخرت میں وہ کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرنا چاہئے تھا تو آخرت میں وہ ایمان لانا بے سود ہے اب نہ دنیا میں لوٹائیں جائیں، نہ اس وقت کی گریہ وزاری توبہ وفریاد ایمان واسلام کچھ کام آئے۔ اس سے پہلے دنیا میں تو منکر رہے نہ خدا کو مانا نہ رسول پر ایمان لائے نہ قیامت کے قائل ہوئے یونہی جیسے کوئی بن دیکھے اندازے سے ہی نشانے پر تیر بازی کر رہا ہو۔ اسی طرح خدا کی باتوں کو اپنے گمان سے ہی رد کرتے رہے۔ نبی کو کبھی کاہن کہدیا کبھی شاعر جتلادیا کبھی جادوگر کہا اور کبھی مجنون۔ صرف اٹکل پچو قیامت کو جھٹلاتے رہے اور بے دلیل اوروں کی عبادت کرتے رہے جنت دوزخ کا مذاق اڑاتے رہے۔ اب ایمان میں اور ان میں حجاب آگیا۔ توبہ میں اور ان میں پردہ پڑگیا۔ دنیا ان سے چھوٹ گئی یہ دنیا سے الگ ہو گئے۔ ابن ابی حاتم نے یہاں پر عجیب وغریب اثر نقل کیا ہے جسے ہم پورا ہی نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک فاتح شخص تھا جس کے پاس مال بہت تھا جب وہ مر گیا اور اس کا لڑکا اس کا وارث ہوا تو بری طرح نافرمانیوں میں مال لٹانے لگا۔ اس کے چچاؤں نے اسے ملامت کی اور سمجھایا اس نے غصے میں آکر سب چیزیں بیچ کر روپے لیکر عین ثجاجہ کے پاس آکر ایک محل تعمیر کر کے یہاں رہنے لگا۔ ایک روز زور کی آندھی اٹھی جس میں ایک بہت خوبصورت عورت اس کے پاس آپڑی اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا بنی اسرائیل شخص ہوں۔ کہا یہ محل اور مال آپ ہی کا ہے؟ اس نے کہا ہاں پوچھا، آپ کی بیوی بھی ہے؟ کہا نہیں پھر تم اپنی زندگی کا لطف کیا اٹھاتے ہو؟ اب اس نے پوچھا کہ کیا تمہارا خاوند ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ کہا پھر مجھے قبول کرو۔ اس نے جواب دیا میں یہاں سے میل بھر دور رہتی ہوں کل تم یہاں سے اپنے ساتھ دن بھر کا کھانا پینا لے کر چلو اور میرے ہاں آؤ راستے میں کچھ عجائبات دیکھو تو گھبرانا نہیں۔ اس نے قبول کیا اور دوسرے دن توشہ لے کر چلا میل بھر دور جا کر ایک نہایت عالیشان محل دیکھا۔ دستک دینے سے ایک خوبصورت نوجوان شخص آیا۔ پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا بنی اسرائیل ہوں۔ کہا کیسے آئے ہیں؟ کہا اس مکان کی مالکہ نے بلوایا ہے۔ پوچھا راستے میں کچھ ہولناک خبریں بھی دیکھیں؟ جواب دیا ہاں اور اگر مجھے یہ کہا ہوا نہ ہوتا کہ گھبرانا مت، تو میں ہول ودہشت سے ہلاک ہو گیا ہوتا۔ میں چلا ایک وسیع راستے پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک کتیا منہ پھاڑے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں گھبرا کر دوڑا تو دیکھا کہ مجھ سے آگے آگے وہ ہے اور اس کے پلے (بچے) اس کے پیٹ میں ہیں اور بھونک رہے ہیں۔ اس نوجوان نے کہا، تو اسے نہیں پائے گا۔ یہ تو آخر زمانے میں ہونے والی ایک بات کی مثال تجھے دکھائی گئی ہے کہ ایک نوجوان بوڑھے بڑوں کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے اپنے راز کی پوشیدہ باتیں کرے گا۔ میں اور آگے بڑھا تو دیکھا ایک

بکریاں ہیں جن کے تھن دودھ سے پُر ہیں۔ ایک بچہ ہے جو دودھ پی رہا ہے جب دودھ ختم ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اور کچھ باقی نہیں رہا تو وہ مُنہ کھول دیتا ہے گویا اور مانگ رہا ہے۔ اس نوجوان دربان نے کہا، تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ یہ مثال تجھے بتلائی گئی ہے اُن بادشاہوں کی جو آخر زمانے میں آئیں گے۔ لوگوں سے سونا چاندی گھسیٹیں گے یہاں تک کہ سمجھ لیں گے کہ اب کسی کے پاس کچھ نہیں بچا تو بھی وہ ظلم و زیادتی کر کے مُنہ پھیلائے رہیں گے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے نہایت تر و تازہ خوش رنگ اور خوش وضع میں نے اُس کی ایک ٹہنی توڑنی چاہی تو دوسرے درخت سے آواز آئی کہ اے بندۂ خدا میری ڈالی توڑ جا پھر تو ہر ایک درخت سے یہی آواز آنے لگی۔ دربان نے کہا تو اسے بھی نہ پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں مَردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جب ایک مرد کی طرف سے عورت کو پیغام جائے گا تو دس بیس عورتیں اُسے اپنی طرف بُلانے لگیں گی۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کو پانی بھر بھر کر دے رہا ہے پھر اپنی مشک میں ڈالتا ہے لیکن اس میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ دربان نے کہا تو اُسے بھی نہیں پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں ایسے علماء اور واعظین ہوں گے جو لوگوں کو علم سکھائیں گے بھلی باتیں بتلائیں گے۔ لیکن خود عامل نہیں ہونگے بلکہ خود گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ پھر جو میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکری ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس کے پاؤں پکڑ رکھے ہیں بعضوں نے دم تھام رکھی ہے بعضوں نے سینگ پکڑ رکھے ہیں۔ بعض اس پر سوار ہیں اور بعض اس کا دودھ دوہ رہے ہیں اُس نے کہا یہ مثال ہے دُنیا کی، جو اُس کے پیر تھامے ہوئے ہیں یہ تو وہ ہیں جو دنیا سے مایوس ہو گئے جنھیں یہ نہ ملی جس نے سینگ تھام رکھے ہیں، یہ وہ ہے جو اپنا گزارہ کر لیتا ہے لیکن تنگی ترشی سے دُم پکڑنے والے وہ ہیں جن سے دنیا بھاگ کھڑی ہوئی ہے۔ سوار وہ ہیں جو از خود تارک دنیا ہو گئے ہیں۔ ہاں دنیا سے صحیح فائدہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنھیں تم نے اِس بکری کا دودھ نکالتے ہوئے دیکھا، انھیں خوشی ہو یہ مستحق مبارکباد ہیں۔ اس نے کہا میں اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک شخص ایک کنوئیں میں سے پانی کھینچ رہا ہے اور ایک حوض میں ڈال رہا ہے۔ اور حوض میں سے پانی پھر کنوئیں میں چلا جاتا ہے۔ اس نے کہا یہ وہ شخص ہے جو نیک عمل کرتا ہے لیکن قبول نہیں ہوتے۔ اس نے کہا پھر میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ اس شخص نے دانے زمین میں بوئے اسی وقت کھیتی تیار ہو گئی اور بہت اچھے نفیس گیہوں نکل آئے۔ کہا یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اللہ تعالےٰ قبول فرماتا ہے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا ہوا ہے، مجھ سے کہنے لگا بھائی میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دو۔ واللہ جب سے میں پیدا ہوں بیٹھا ہی نہیں میرے ہاتھ پکڑتے ہی وہ کھڑا ہو کر تیز دَوڑا یہاں تک کہ میری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس دربان نے کہا یہ تیری عمر تھی جو جا چکی اور ختم ہو گئی۔ میں ملکُ الموت ہوں اور جس عورت سے تو ملنے آیا ہے اس کی صورت میں بھی میں ہی تھا۔ خدا کے حکم سے تیرے پاس آیا تھا کہ تیری روح اس جگہ قبض کروں، پھر تجھے جہنم رسید کروں۔ اس کے بارے میں یہ آیت وَحِیْلَ بَیْنَھُمْ الخ نازل ہوئی یہ اثر غریب ہے اور اس کی صحت بھی محل نظر ہے آیت کا مطلب ظاہر کہ کافروں کی جب موت آتی ہے، ان کی روحِ حیات دنیا کی لذتوں میں اٹکی رہتی ہے لیکن موت مہلت نہیں دیتی اور ان کی خواہش کے اور ان کے درمیان وہ حائل ہو جاتی ہے جیسے اس شخص مغرور و مفتون کا حال ہوا۔ کہ گیا تو عورت ڈھونڈھنے کو اور ملاقات ہوئی ملک الموت سے امید پوری ہونے سے پہلے روح پرواز کر گئی۔ پھر فرماتا ہے ان سے پہلے امتوں کے ساتھ بھی یہی کیا گیا وہ بھی موت کے وقت زندگی اور ایمان کی آرزو کرتے رہے جو محض بے سُود تھی۔ جیسے فرمان ہے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا الخ جب انہوں نے ہمارے عذاب دیکھ لئے تو کہنے لگے ہم اللہ پر ایمان لائے اور جس جس کو ہم شریک خدا بناتے تھے ان سب سے ہم انکار کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت ان کے ایمان نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ ان سے پہلوں میں بھی یہی طریقہ خدا جاری رہا۔ کفار نفع سے محروم ہی ہیں یہاں فرمایا کہ دنیا میں تو زندگی بھر شک و شبہ میں اور تردد میں ہی رہے۔ اِسی وجہ سے عذاب کے معائینے کے بعد کا ایمان بے کار

حضرت قتادہؒ رحمۃ اللہ علیہ کا آب زر سے لکھنے کے لائق یہ قول ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ شبہات سے اور شکوک سے بچو، اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا۔ اور جو یقین پر رہا وہ یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم والموفق للصواب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورہ سبا کی تفسیر ختم ہوئی تقبل اللہ منا وقضی اللہ حاجاتنا۔

عہ مطلب یہ ہے کہ اسلام پر ایمان اور یقین کامل رکھو۔ اور پھر اسلام کے بارے میں یا خدا اور رسول کے بارے میں کوئی شبہ دل میں نہ آنے دو، اور اگر کوئی شبہ پیدا بھی ہو تو اس کو فوراً ختم کر دو کسی اہل علم سے پوچھکر اور اگر کوئی عالم نہ مل سکے تو سمجھ لو کہ قصور ہماری عقل کا ہے اسلام میں کوئی نقص نہیں۔ ہمارے دار العلوم دیوبند کے سابق مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی جو اولیاء امت اور ابرار وصالحین میں سے تھے، ان کے متعلق سنا ہے کہ ایک رات قرآن مجید کی کسی آیت کے بارے میں کوئی شبہ ہو گیا اسی وقت دیوبند سے پیدل گنگوہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں حل اشکال کے لئے روانہ ہو گئے بے وقت اور اچانک گنگوہ پہنچے تو حضرت گنگوہی کو حیرت ہوئی دریافت فرمایا کہ اس طرح آنے کی کیا وجہ ہے عرض کیا کہ حضرت فلاں آیت پر شبہ پیدا ہو گیا خوف معلوم ہوا کہ اگر اسی شبہ پر موت آ گئی تو دنیا سے اس طرح اٹھوں گا کہ قرآن مجید کی ایک آیت پر یقین کامل نہ ہوگا اور اس سے بڑھ کر اور کوئی خسران نہیں۔ سبحان اللہ یہ ہیں اولیاء امت کے مقامات آجکل کے جدید تعلیم یافتہ شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں اور جدید تعلیم کا لازمہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کیطرف سے بے اعتباری ہو۔ والعیاذ باللہ۔

# تفسیر سورۂ فاطر مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ

تمام تر حمد اسی اللہ کو لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانیوالا ہے جن کے دو دو

مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

اور تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کردیتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں فاطرؔ کے بالکل ٹھیک معنی میں نے سب سے پہلے ایک اعرابی کی زبانی سن کر معلوم کئے۔ وہ اپنے ایک ساتھی اعرابی سے جھگڑتا ہوا آیا۔ ایک کنوئیں کے بارے میں ان کا اختلاف تھا تو اعرابی نے کہا اَنَا فَطَرْتُھَا یعنی پہلے پہل میں نے ہی اُسے بنایا ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ ابتداءً بے نمونہ صرف اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تبارک و تعالے نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ ضحاکؒ سے منقول ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔ اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے جو پروں والے ہیں، اُڑتے ہیں تاکہ جلدی سے خدا کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچا دیں، ان میں سے بعض دو دو پروں والے ہیں بعض کے تین تین پر ہیں بعض کے چار چار پر ہیں۔ بعض کے ان سے بھی زیادہ ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور ہر دو پر کے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ تھا۔ یہاں بھی فرماتا ہے۔ رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے، جس کے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پر کردیتا ہے اور کائنات میں جو چاہے رچاتا ہے۔ اس سے مراد اچھی آواز بھی لی گئی ہے، چنانچہ ایک شاذ قرأت فِي الْحَلْقِ ح کے ساتھ بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ

اللہ جو رحمت (بارش وغیرہ) لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں، اور جس کو بند کردے سو اس کے رہنے

لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

کے بعد اسکا کوئی جاری کرنیوالا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے

## اسی کا چاہا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا ہو کر رہتا ہے اس کی مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو وہ دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں۔ نماز فرض کے سلام کے بعد اللہ کے رسولؐ ہمیشہ یہ کلمات پڑھتے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ

لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ اور حضور فضول گوئی اور کثرت سوال اور مال کی بربادی سے منع فرماتے تھے اور آپ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے اور ماں کی نافرمانیاں کرنے اور خود لینے اور دوسروں کو نہ دینے سے بھی روکتے تھے (بخاری مسلم وغیرہ) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ کر فرماتے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَللّٰهُمَّ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ اسی آیت جیسی آیت: وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ الخ اور بھی اس کی نظیر کی آیتیں بہت سی ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارش برستی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے۔ ہم پر فتح کے تارے سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے (ابن ابی حاتم)

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ

اے لوگو تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں ان کو یاد کرو (شکر کرو اور غور کرو کہ) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان و زمین

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (٣)

میں سے رزق پہنچاتا ہو اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (شرک کر کے) کہاں الٹے جا رہے ہو۔

**تذکیر نعمت**

اس بات کی دلیل بیان ہو رہی ہے کہ عبادتوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے کیونکہ خالق و رازق صرف وہی ہے پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا سخت غلطی ہے۔ دراصل اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں۔ پھر تم اس واضح دلیل اور ظاہر برہان کے بعد کیسے بہک رہے ہو؟ اور دوسروں کی عبادت کی طرف جھکے جاتے ہو؟ واللہ اعلم۔

وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (٤)

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو (آپ غم نہ کریں کیونکہ) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں اور سب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کئے جائیں گے

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۪ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ

اے لوگو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ضرور سچا ہے سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈالے رکھے اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (٥) اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا

اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے۔ یہ شیطان بےشک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو (اپنا) دشمن (ہی) سمجھتے رہو وہ تو اپنے گروہ کو

یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (٦)

محض اس لئے (باطل کی طرف) بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

**فریب دنیا**

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر کفار آپ کا خلاف کریں اور آپ کی بتلائی ہوئی توحید اور خود آپ کی سچی رسالت کو جھٹلائیں تو آپ شکستہ دل نہ ہو جایا کریں۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا۔ سب کاموں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ وہ سب کو ان کے تمام کاموں کے بدلے دے گا اور سزا جزا سب

پھر ہوگی۔ لوگو! قیامت کا دن حق ہے وہ یقیناً آنے والا ہے۔ وہ وعدہ اٹل ہے۔ وہاں نعمتوں کے بدلے یہاں کے فانی عیش پر ریجھ نہ جاؤ۔ دنیا کی ظاہری مسرتیں وہاں کی حقیقی خوشی سے کہیں تمہیں محروم نہ کر دیں اسی طرح شیطان مکار سے بھی ہوشیار رہنا۔ اس کے چلتے پھرتے جادو میں نہ پھنس جانا۔ اس کی جھوٹی اور چکنی چپڑی باتوں میں آکر خدا رسول کے حق کلام کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ سورۂ لقمان کے آخر میں بھی یہی فرمایا ہے۔ پس غرور یعنی دھوکہ باز یہاں شیطان کو کہا گیا ہے۔ جب مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان قیامت کے دن دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا جس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور ظاہری حصے میں عذاب ہوگا۔ اس وقت منافقین مومنین سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہ تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ساتھ تو تھے لیکن تم نے تو خود کو فتنے میں ڈال دیا تھا اور سوچتے ہی رہے شک وشبہ دور ہی نہ کیا۔ خواہشوں کو پورا کرنے میں ڈوبے رہے یہاں تک کہ خدا کا حکم آپہنچا اور دھوکے باز شیطان نے تمہیں فریب میں ہی رکھا۔ اس آیت میں بھی شیطان کو غرور کہا گیا ہے۔ پھر شیطانی دشمنی کو بیان کیا کہ وہ تو تمہیں مطلع کر کے تمہاری دشمنی اور بربادی کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر تم کیوں اس کی باتوں میں آجاتے ہو اور اس کے دھوکے میں پھنس جاتے ہو؟ اس کی اور اس کی فوج کی تو عین تمنا ہے کہ وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ کر جہنم میں جائے۔ اللہ تعالے قوی وعزیز سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن ہی رکھے اور اس کے مکر سے ہمیں محفوظ رکھے اور اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنتوں کی پیروی کی، توفیق عطا فرمائے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے۔ جس طرح اس آیت میں شیطان کی دشمنی کا بیان کیا گیا ہے اسی طرح سورہ کہف کی آیت وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ الخ میں بھی اس کی دشمنی کا ذکر ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۖ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

(پس) جو لوگ کافر ہوگئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے (معاصی کی)

وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ

بخشش اور (اور ایمان پر) بڑا اجر ہے تو کیا ایسا شخص جسکو اسکا عمل برا اچھا کرکے دکھایا گیا پھر وہ اسکو اچھا سمجھنے لگا (مومن) کی طرح اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

کہیں برابر ہو سکتے ہیں سو اللہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے اللہ کو ان سب کاموں

بِمَا يَصْنَعُوْنَ

کی خبر ہے۔

## عذاب عظیم یا مغفرت کریم

اوپر بیان ہوا تھا کہ شیطانوں کے تابعداروں کی جگہ جہنم ہے اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ کفار کے لئے سخت تر عذاب ہیں، اس لئے کہ یہ شیطان کے تابع اور رحمان کے نافرمان ہیں۔ مومنوں سے جو گناہ بھی ہو جائیں بہت ممکن ہے کہ خدا انہیں معاف فرما دے اور جو نیکیاں ان کی ہیں ان پر انہیں بڑا اجر وثواب ملے گا کافر اور بدکار لوگ اپنی بداعمالیوں کو نیکیاں سمجھ بیٹھے ہیں۔ تو ایسے گمراہ لوگوں پر تیرا کیا بس ہے؟ ہدایت وگمراہی اللہ تعالے کے ہاتھ ہے۔ پس تجھے ان پر غمگین نہ ہونا چاہئے مقدرات خدا جاری ہو چکے ہیں، مصلحت مالک الملوک کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ہدایت وضلالت میں بھی اس کی حکمت ہے کوئی کام اس سچے حکیم کا حکمت سے خالی نہیں۔ لوگوں کے تمام افعال اس پر واضح ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالے نے اپنی تمام

مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس پر وہ نور پڑ گیا وہ دنیا میں آ کر سیدھی راہ چلا اور جسے اس دن وہ نور نہ ملا وہ دنیا میں آکر بھی ہدایت سے بے بہرہ و رنہ ہو سکا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل کر خشک ہو گیا (ابن ابی حاتم) اور روایت میں ہے کہ ہمارے پاس حضورؐ آئے اور فرمایا۔ اللہ کے لئے سب تعریف ہے جو گمراہی سے ہدایت پر لاتا ہے اور جس پر چاہتا ہے گمراہی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یہ حدیث بھی بہت غریب ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ

اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک لیجاتے ہیں پھر ہم اس کے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

(پانی کے) ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح (قیامت میں آدمیوں کا) جی اٹھنا ہے۔ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت خدا ہی کے لئے ہے

جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ

اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے اور جو لوگ (اس کے خلاف)

السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ

بری بری تدبیریں کر رہے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جائے گا اور اللہ نے تم کو (ضمناً)

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ

مٹی سے پیدا کیا ہے پھر (استقلالاً) نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ وہ

لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ

جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور (اسی طرح) نہ کسی کی عمر زیادہ (مقرر) کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم (مقرر) کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

محفوظ میں ہوتا ہے یہ سب اللہ کو آسان ہے

## کہ جنگل کا جنگل ہرا ہو گیا

موت کے بعد زندگی پر قرآن کریم میں عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے سے استدلال کیا گیا ہے جیسے سورۂ حج وغیرہ میں ہے بندوں کے لئے اس میں پوری عبرت اور مردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے کہ زمین بالکل سوکھی پڑی ہے، کوئی تر و تازگی اس میں نظر نہیں آتی۔ لیکن بادل اٹھتے ہیں پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی تازگی سے اور اس کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا بھی نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریالی ہی ہریالی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزاء قبر وغیرہ میں بکھرے پڑے ہوں گے ایک سے ایک الگ ہوگا۔ لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اُگنے لگیں گے۔ جیسے زمین سے دانے اُگ آتے ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ابن آدم تمام گل سڑ جاتا ہے۔ لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی۔ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔ یہاں بھی نشان بنا کر فرمایا اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورۂ حج کی تفسیر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے

فرمایا۔ اے ابورزین! کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک پڑی ہوتی ہے۔ پھر جو تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہلہا رہی ہے۔ حضرت ابورزین نے جواب دیا۔ ہاں حضور یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالٰے مُردوں کو زندہ کر دے گا۔ جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہو، اسے اللہ تعالٰے کی اطاعت کرنی چاہیے وہی اس مقصد کا پورا کرنے والا ہے۔ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔ ساری عزتیں اسی کے قبضہ میں ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہماری عزت ہو، وہ عزت سے ہاتھ دھو رکھیں۔ عزتیں تو خدا ہی کے قبضے میں ہیں۔ اور جگہ ارشاد ہے۔ تجھے ان کی باتیں غمناک نہ کریں۔ تمام تر عزتیں اللہ تعالٰے ہی کے لئے ہیں اور آیت میں اللہ جل جلالہٗ کا فرمان ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی عزتیں اللہ تعالٰے ہی کے لئے ہیں اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے۔ لیکن منافق بے علم ہیں۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں بتوں کی پرستش میں عزت نہیں۔ عزتوں والا تو اللہ تعالٰے ہی ہے پس بقول قتادہؒ آیت کا مطلب یہ ہے کہ طالب عزت کو احکام خدا کی تعمیل میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ کس کے لئے عزت ہے وہ جان لے کہ ساری عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ذکر تلاوت دعا وغیرہ پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں، ہم جتنی حدیثیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سب کی تصدیق کتاب اللہ سے پیش کر سکتے ہیں۔ سنو! مسلمان بندہ جب سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ پڑھتا ہے تو ان کلمات کو فرشتہ اپنے پر تلے لے کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے گزرتا ہے وہ مجمع ان کلمات کے کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ رب العالمین عزوجل کے سامنے یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں، پھر آپ نے اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ کی تلاوت کی (ابن جریر) حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ و اَللّٰهُ اَكْبَرُ عرش کے اردگرد آہستہ آہستہ آواز نکالتے ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اپنے کہنے والے کا ذکر خدا کے سامنے کرتے رہتے ہیں اور نیک اعمال خزانوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو لوگ اللہ کا جلال اس کی تسبیح اس کی حمد اس کی عظمت اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے رہتے ہیں ان کے لئے ان کے یہ کلمات عرش کے آس پاس خدا کے سامنے ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی نہ کوئی تمہارا ذکر تمہارے رب کے سامنے کرتا رہے ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ پاک کلموں سے مراد ذکر اللہ ہے اور عمل صالح سے مُراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ پس جو شخص ذکر اللہ اور ادائے فریضہ کرے اس کا عمل اس کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھاتا ہے اور جو ذکر کرے لیکن فریضہ ادا نہ کرے اس کا کلام اس کے عمل پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب کو عمل صالح لے جاتا ہے اور بزرگوں سے بھی یہی منقول ہے۔ بلکہ ایاس بن معاویہ قاضیؒ فرماتے ہیں اگر عمل صالح نہ ہو تو کلمہ طیبہ اوپر کو نہیں اٹھتا۔ حسن اور قتادہؒ فرماتے ہیں قول بغیر عمل کے مردود ہے۔ بُرائیوں کے فکر میں لگنے والے وہ لوگ ہیں جو مکاری اور ریاکاری سے اعمال کرتے ہوں۔ لوگوں پر گو یہ ظاہر ہو کہ وہ خدا کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ لیکن دراصل خدا کے نزدیک وہ سب سے زیادہ بُرے ہیں۔ جو نیکیاں وہ کرتے ہیں وہ صرف دکھاوے کی ہیں۔ یہ ذکر اللہ بہت ہی کم کرتے ہیں عبد الرحمٰن فرماتے ہیں۔ اس سے مراد مشرک ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے مشرک اس میں بہ طریق اولیٰ داخل ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اور ان کا مکر فاسد و باطل ہے ان کا جھوٹ آج نہیں تو کل کھل جائے گا۔ عقلمند ان کے مکر سے واقف ہو جائیں گے جو شخص جو کچھ کرے اس کا اثر اسکے چہرے سے ظاہر ہو جاتا ہے اس کی زبان اسی رنگ سے رنگ دی جاتی ہے۔ جیسا باطن ہوتا ہے اسی کا عکس ظاہر پر بھی پڑتا ہے ریاکار کی بے ایمانی مدت تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ ہاں کوئی بیوقوف اس کے دام میں پھنس جائے تو اور بات

مومن پورے عقلمند اور کامل دانا ہوتے ہیں وہ ان دھوکے بازوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس عالم الغیب خدا پر تو کوئی بات بھی چھپ نہیں سکتی۔ اللہ تعالٰے نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور ان کی نسل کو ایک حقیر پانی یعنی قطرۂ منی سے جاری رکھا۔ پھر تمہیں جوڑا جوڑا بنایا۔ یعنی مرد و عورت یہ بھی اس کا لطف و کرم و انعام و احسان ہے کہ مردوں کے لئے بیویاں بنائیں جو ان کے سکون و راحت کا سبب ہیں۔ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچے کے تولد ہونے کی اُسے خبر ہے۔ بلکہ ہر پتے کے جھڑنے اور اندھیرے میں پڑے ہوئے دانے اور ہر تر و خشک چیز سے وہ باعلم ہے بلکہ اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔ اسی آیت جیسی اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى الخ والی آیت بھی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی گزر چکی ہے اسی طرح اللہ تعالٰے عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفے کو لمبی عمر ملنے والی ہے۔ یہ بھی اس کے پاس لکھا ہوا ہے وَمَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ میں ہٗ کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ عین نہیں ہے اس لئے کہ طول عمر کتاب میں ہے۔ اور اللہ تعالٰے کے علم میں اس کی عمر سے کمی نہیں ہوتی جنس کی طرف بھی ضمیر لوٹتی ہے۔ جیسے عرب میں کہا جاتا ہے عِنْدِیْ ثَوْبٌ وَّنِصْفُهٗ یعنی میرے پاس ایک کپڑا ہے اور دوسرے کپڑے کا آدھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص کے لئے میں نے طول امر مقدر کی ہے وہ اُسے پوری کر کے ہی رہے گا۔ لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے وہیں تک پہنچے گی اور جس کے لئے میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی۔ یہ سب کچھ خدا کی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے۔ وہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔ بعض انسان سو سو سال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں طویل عمر یا کم عمر لکھ لی جاتی ہے۔ ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوتی۔ کوئی لمبی عمر والا کوئی کم عمر والا۔ یہ سب خدا کے ہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آ رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنے یہ ہیں کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں سے جو گزر رہی ہے سب اللہ تعالٰے کے علم میں ہے اور اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو چاہے کہ اس کی روزی اور عمر بڑھے وہ صلہ رحمی کیا کرے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور فرماتے ہیں کسی کی اجل آ جانے کے بعد اسے مہلت نہیں ملتی۔ زیادتی عمر سے مراد نیک اولاد کا ہونا ہے۔ جس کی دعائیں اسے مرنے کے بعد اس کی قبر میں پہنچتی رہتی ہیں۔ یہی زیادتی عمر ہے۔ یہ اللہ تعالٰے پر آسان ہے اس کا علم اس کے پاس ہے، اس کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر ہر چیز کو جانتا ہے، اس پر کچھ مخفی نہیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ

اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں (بلکہ) ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا بھی آسان اور ایک شور تلخ ہے

اُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا

اور تم ہر ایک (دریا) سے (مچھلیاں نکالکر انکا) تازہ گوشت کھاتے ہو (نیز) زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جسکو تم پہنتے ہو

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم (ان کے ذریعے سے) اسکی روزی ڈھونڈھو اور تاکہ تم شکر کرو

**شیریں چشمے اور آب شور**

مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دئے ایک کا تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرا ساکن دریا جن کا پانی کھاری اور کڑوا ہے جس میں بڑی بڑی کشتیاں

اور جہاز چل رہے ہیں۔ اور دونوں قسم کے دریاؤں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو اور تر و تازہ گوشت کھاتے رہتے ہو۔ پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو۔ یعنی لؤلؤ اور مرجان۔ یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ تجارتی سفر اُن پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو۔ اور تاکہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ اس نے یہ سب چیزیں تمہارے تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندر سے، دریاؤں سے کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو۔ جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو۔ اس قدرت والے خدا نے زمین و آسمان کی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے یہ صرف اس کا فضل و کرم ہے۔

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور (علاوہ ازیں) اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن

مقرر تک چلتے رہیں گے یہی اللہ (جس کی یہ شان ہے) تمہارا پروردگار ہے۔ اسکی ہی سلطنت ہے اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی برابر بھی اختیار

قِطْمِيرٍ ۝ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا

نہیں رکھتے اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار (اول تو) سنیں گے نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کریں گے

لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝ ع ۱۴

اور قیامت کے روز وہ (خود) تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے اور تجھ کو خبر رکھنے والے کی برابر کوئی نہیں بتلا دیگا

## گردش لیل و نہار

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اُس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی راتیں بڑی کبھی کے دن بڑے، کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں کبھی گرمیاں۔ اسی نے سورج اور چاند کو اور ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے۔ مقدار معین پر خدا کی طرف سے مقرر شدہ چال چلتے رہتے ہیں۔ پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے خدا نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا جس اللہ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو اور خدا کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں، آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں جن جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتی ہیں۔ اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ تمہاری حاجت بر آری کر نہیں سکتے۔ قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ منکر ہو جائیں گے۔ تم سے بیزار نظر آئیں گے۔ جیسے فرمایا۔ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ الخ یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اُن کی پکار کو نہ قبول کر سکیں۔ بلکہ ان کی دعا سے وہ محض بے خبر اور غافل ہیں اور میدان محشر میں وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے:

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا الخ یعنی خدا کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں۔ لیکن ایسا ہونے کا نہیں بلکہ وہ ان کی عبادتوں سے بھی انکار کریں گے۔ اور ان کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے۔

بھلا بتلاؤ خدا جیسی بھی خبریں اور کون دے سکتا ہے؟ جو اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ جو کچھ ہونے والا ہے اس سے خدائے تعالےٰ پورا خبردار ہے۔ اُس جیسی بھی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ① إِن يَشَأْ

اے لوگو تم (ہی) خدا کے محتاج ہو اور اللہ (تو) بے نیاز (اور خود تمام) خوبیوں والا ہے اگر وہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ② وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ③

تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات خدا کو کچھ مشکل نہیں

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ

اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھا دیگا اور اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا (یعنی کوئی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلا دیگا

مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۗ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ

(تو بھی) اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جائیگا اگرچہ وہ شخص قرابتدار ہی (کیوں نہ) ہو۔ آپ تو صرف ایسے لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ وَمَن تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ④

اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لئے پاک ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے

## تزکیہ نفس

خدا ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پرواہ ہے اور سب اس کے حاجتمند ہیں۔ اس کے سامنے ہر کوئی ذلیل ہے اور وہ عزیز ہے۔ کسی قسم کی حرکت وسکون پر کوئی قادر نہیں۔ سانس تک لینا کسی کے بس میں نہیں۔ مخلوق بالکل ہی بے بس ہے۔ غنی بے پرواہ اور بے نیاز صرف اللہ ہی ہے۔ تمام باتوں پر قادر وہی ہے وہ جو کرتا ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت وتعریف سے خالی نہیں۔ اپنے قول میں اپنے فعل میں اپنی شرع میں اور تقدیروں کے مقرر کرنے میں۔ غرض ہر طرح وہ بزرگ اور لائق حمد وثنا ہے لوگو! خدا کی قدرت ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو غارت وبرباد کر دے اور تمہارے عوض دوسرے لوگوں کو لائے۔ رب پر یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ قیامت کے دن کوئی دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ کوشش بھی اس کی پوری نہ ہوگی۔ کوئی نہ ملے گا کہ اس کا بوجھ اٹھائے عزیز واقارب بھی مُنہ موڑ لیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے، گو ماں باپ اور اولاد ہو۔ ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہوگا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں۔ پڑوسی پڑوسی کے پیچھے پڑ جائے گا۔ اللہ تعالےٰ سے عرض کرے گا کہ اس سے پوچھ تو سہی کہ اس نے مجھ سے اپنا دروازہ کیوں بند کر لیا تھا۔ کافر مومن کے پیچھے لگ جائے گا اور جو احسان اس نے دنیا میں کئے تھے وہ یاد دلا کر کہے گا کہ آج میں تیرا محتاج ہوں۔ مومن بھی اس کی سفارش کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس کا عذاب قدرے کم ہو جائے گو جہنم سے چھٹکارا محال ہے۔ باپ بیٹے کو اپنے احسان جتائے گا اور کہے گا کہ رائی کے دانے برابر مجھے آج اپنی نیکیوں میں سے دیدے وہ کہیگا۔ ابا! آپ چیز تو تھوڑی سی طلب فرما رہے ہیں لیکن آج تو جو کھٹکا آپ کو ہے وہی مجھے بھی ہے میں تو کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ پھر بیوی کے پاس جائے گا۔ اس سے کہیگا میں نے تیرے ساتھ دنیا میں کیسے سلوک کئے ہیں؟ کہے گی بہت ہی اچھے۔ یہ کہے گا آج میں تیرا محتاج ہوں مجھے ایک نیکی دیدے تاکہ عذاب سے چھوٹ جاؤں۔ جواب ملے گا کہ تمہارا سوال تو بہت معمولی ہے لیکن جس خوف میں تم ہو وہی ڈر مجھے بھی لگا ہوا ہے۔ میں تو کچھ بھی سلوک آج نہیں کر سکتی قرآن کریم کی

اور آیت میں ہے لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا۔ یعنی آج نہ باپ بیٹے کے کام آئے نہ بیٹا باپ کے کام آئے۔ اور فرمان ہے: يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ الخ آج انسان اپنے بھائی سے ماں سے باپ سے بیوی سے چھپتا پھرے گا۔ ہر شخص اپنے حال میں مست و بے خود ہوگا۔ ہر ایک دوسرے سے غافل ہوگا۔ تیرے وعظ و نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عقلمند اور صاحب فراست ہوں۔ جو اپنے رب سے قدم قدم پر خوف کرنے والے اور اطاعت خدا کرتے ہوئے نمازوں کو پابندی سے ادا کرنے والے ہوں۔ نیک اعمال خود تم ہی کو نفع دیں گے۔ جو پاکیزگیاں تم کرو اُن کا نفع تم ہی کو پہنچے گا آخر خدا کے پاس جانا ہے اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ حساب کتاب اس کے سامنے ہونا ہے۔ اعمال کا بدلہ وہ خود دینے والا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ تاریکی اور نہ روشنی اور نہ

الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۭ اِنَّ

چھاؤں اور دھوپ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے

اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ

اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں آپ تو صرف

اِلَّا نَذِيْرٌ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا

ڈرانے والے ہیں ہم ہی نے آپ کو دین حق دیکر خوشخبری سنانیوالا اور ڈر سنانیوالا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس

خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاۗءَ

میں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا اور ان کے پاس

تْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ

بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا

كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝

سو دیکھو میرا کیسا عذاب ہوا

### سب برابر نہیں

ارشاد ہوتا ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں جس طرح اندھا اور دیکھتا اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ، زندہ اور مردہ برابر نہیں جس طرح ان چیزوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح ایماندار اور بے ایمان میں بھی بے انتہا فرق ہے۔ مومن مثل آنکھوں والے کے اور اُجالے کے اور سایہ کے اور زندے کے ہیں۔ برخلاف کافر کے وہ مثل ایک اندھیرے کے اور لُو والی گرمی کے ہے۔ جیسے فرمایا اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ الخ یعنی وہ جو مردہ تھا پھر اُسے ہم نے زندہ کر دیا اور اُسے نور دیا جسے لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ ایسا شخص اور وہ شخص جو اندھیروں میں گھرا ہوا ہے جن سے نکل ہی نہیں سکتا۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور آیت میں ہے

مَثَلُ الۡفَرِیۡقَیۡنِ الخ یعنی ان دونوں جماعتوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھتے، سننے کی سی ہے الخ مومن تو آنکھوں اور کانوں والا اُجالے اور نور والا ہے پھر راہ مستقیم پر ہے جو صحیح طور پر سایوں اور نہروں والی جنت میں پہنچے گا اور کافر اندھا بہرا اور اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے جس سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اور ٹھیک جہنم میں پہنچے گا، جو حرارت، تندی، تیزی اور گرمی والی آگ کا مخزن ہے۔ اللہ تعالےٰ جسے چاہے سُنائے یعنی اس طرح سُننے کی توفیق دے کہ سنکر قبول بھی کرتا جائے۔ تو قبروں والوں کو نہیں سُنا سکتا یعنی جس طرح کوئی مرنے کے بعد قبر میں دفنا دیا جائے۔ تو اُسے پکارنا بے سود ہے اسی طرح کفار ہیں کہ ہدایت و دعوت اُن کیلئے بے کار ہے۔ اسی طرح ان مشرکوں پر ان کی بدبختی چھا گئی ہے اور ان کی ہدایت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو انھیں کسی ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے تیرے ذمہ صرف تبلیغ ہے ہدایت و ضلالت من جانب اللہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں رسول آتا رہا۔ تاکہ ان کا عذر باقی نہ رہ جائے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَلِکُلِّ قَوۡمٍ ھَادٍ ہ اور جیسے فرمان ہے وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا الخ وغیرہ ان کا تجھے جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی خدا کے رسولوں کو جھٹلایا۔ جو بڑے بڑے معجزات کھلی کھلی دلیلیں صاف صاف آیتیں لے کر آئے تھے اور نورانی صحیفے اُن کے ہاتھوں میں تھے۔ آخر ان کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے انھیں عذاب و سزا میں گرفتار کر لیا۔ دیکھ لے پھر میرے انکار کا نتیجہ کیا ہوا؟ کس طرح تباہ و برباد ہوئے

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِہٖ ثَمَ[illegible] [illegible]ا ۚ وَمِنَ

(اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے سے مختلف [illegible] (اسی طرح پہاڑوں

الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُہَا وَغَرَابِ[illegible] وَمِنَ

کے بھی مختلف حصّے ہیں (یعنی) سفید (بعض) سُرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور (بعض) نہ سفید نہ سُرخ بلکہ [illegible] اسی طرح

النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُہٗ کَ[illegible] اللّٰہَ

آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں [illegible] ہیں جو

مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ

(اسکی عظمت کا) علم رکھتے ہیں واقعی اللہ زبردست بڑا بخشنے والا ہے

## اور یہ نشانیاں

رب کی قدرتوں کے کمالات دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گوناگو[ں] [illegible] پانی آسمان سے اُترتا ہے اور اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگ [illegible] سبز، سفید وغیرہ۔ اسی طرح ہر ایک کی خوشبو الگ الگ ہر ایک کا ذائقہ جُداگانہ۔ جیسے [illegible] میں فرمایا [illegible] قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ الخ یعنی کہیں انگور ہے کہیں کھجور ہے کہیں کھیتی ہے وغیرہ اسی طرح پہاڑوں کی پیدائش بھی [illegible] سفید ہے کوئی سُرخ ہے کوئی کالا ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں کوئی لمبا ہے کوئی ناہموار ہے۔ ان سے [illegible] [illegible] بعد جاندار چیزوں پر نظر ڈالو۔ انسانوں کو جانوروں کو چوپایوں کو دیکھو۔ ان میں بھی قدرت کی وضع [illegible] [illegible] بربر حبشی طاطم بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ صقالبہ رومی بالکل سفید رنگ، عرب درمیانہ، ہندی اُن کے قر[یب] [illegible] آیت میں ہے وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ تمہاری بول چال کا اختلاف، تمہاری رنگتوں کا اخت[لاف]

تو قدرت کی کامل نشانی ہے اسی طرح چوپائے اور دیگر حیوانات کے رنگ روپ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں. بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں. بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں، سبحان اللہ سب سے اچھا خالق خدا کیسی کچھ برکتوں والا ہے. مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا خدائے تعالےٰ رنگ آمیزی بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں. ایسا رنگ رنگتا ہے. جو کبھی ہلکا نہ پڑے سُرخ زرد اور سفید. یہ حدیث مرسل اور موقوف بھی مروی ہے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جتنا کچھ خوفِ خدا کرنا چاہئے اتنا خوف تو اس سے صرف علماء ہی کرتے ہیں. کیونکہ وہ جاننے بوجھنے والے ہوتے ہیں. حقیقتاً جو شخص جس قدر ذاتِ خدا کی نسبت معلومات زیادہ رکھے گا. اسی قدر اس عظیم قدیر علیم خدا کی عظمت و ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی اور اسی قدر اُس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی جو جانے گا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا. خدا کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے. اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے ہوئے کاموں کو حرام جانے. اس کے فرمان پر یقین کرے اسکے احکام کی تعمیل کرے. اُس کی ملاقات کو برحق جانے اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے. خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور خدا کی نافرمانی کے درمیان حائل ہوجاتی ہے عالم کہتے ہی اُسے ہیں جو درپردہ بھی خدا سے ڈرتا رہے اور خدا کی رضامندی کی رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے. حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں [illegible] نام علم نہیں بلکہ علم نام ہے بہ کثرت خدا سے ڈرنے کا. حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ کثرت روایات [illegible] ہے جسے اللہ تعالےٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے. حضرت ابن صالح مصریؒ فرماتے ہیں. علم کثرت [illegible] نام ہے اس کا جس کی تابعداری خدا کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب و سنّت اور جو صحابہ اور ائمہ سے پہنچا [illegible] ہوتا ہے. نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے. نقل ہے کہ علماء [illegible] اللہ. عالم بامر اللہ اور عالم باللہ و بامر اللہ عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں ہاں عالم باللہ [illegible] سے ڈرتا ہو اور حدود فرائض کو جانتا ہو. عالم باللہ وہ ہے جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہو لیکن حدود فرائض [illegible] بامر اللہ وہ ہے جو حدود و فرائض کو تو جانتا ہو لیکن دل اس کا خشیتِ خدا سے خالی ہو.

اِنَّ الَّ[illegible] اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

جو لوگ کتاب [illegible] کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ

وَّعَلَانِيَ[illegible] تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ

[illegible]رت کے امید وار ہیں جو کبھی ماند نہ ہوگی تاکہ انکو انکی اجرتیں (بھی) پوری (پوری) دیں اور انکو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی)

فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

بیشک وہ بڑے بخشنے والے قدر دان ہیں

## [illegible] اقامت صلوٰۃ اور انفاق

مومن بندوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے ہیں. ایمان کے ساتھ پڑھتے رہتے ہیں، عمل بھی ہاتھ سے [illegible] کے پابند زکوٰۃ خیرات کے عادی، پوشیدہ و علانیہ خدا کے بندوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوتے ہیں اور [illegible] جو صرف خدا امید وار خدا سے ہوتے ہیں جس کا ملنا یقینی ہے جیسے کہ اس تفسیر کے شروع میں فضائلِ قرآن کے ذکر [illegible] جو انشاء اللہ شریف اپنے ساتھی سے کہے گا کہ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے اور تو تو سب کی سب تجارتوں

کے پیچھے ہے۔ انھیں ان کے پورے ثواب ملیں گے۔ بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر ملیں گے جس کا خیال بھی نہیں۔ خدا گناہوں کا بخشنے والا اور چھوٹے اور تھوڑے عمل کا بھی قدر دان ہے۔ حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ تو اس آیت کو قاریوں کی آیت کہتے تھے مسند کی ایک حدیث میں ہے۔ اللہ تعالےٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس پر بھلائیوں کی ثنا کرتا ہے، جو اس نے کی نہ ہوں۔ اور جب کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اسی طرح برائیوں کی۔ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔

وَالَّذِیٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں

بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۵﴾

کی (حالت کی) پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے

**قرآن مجید** قرآن خدا کا سچا کلام ہے۔ اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی تصدیق کر رہا ہے۔ رب خبیر و بصیر ہے۔ ہر مستحق فضیلت کو بخوبی جانتا ہے انبیاء کو ... [illegible] ... وسیع علم سے فضیلت دی ہے پھر انبیاء میں بھی آپس میں مرتبے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور حضور محمد صلی اللہ ... [illegible] ... ہے اللہ تعالےٰ اپنے تمام انبیاء پر درود و سلام بھیجے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ... [illegible] ... لِّنَفْسِهٖ

پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھ میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (تمام دنیا کے) بندوں میں سے پسند فرمایا پھر ... [illegible] ... ظلم کرنے والے ہیں

وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْ ... [illegible]

اور بعض ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعض ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جا ... [illegible]

هُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ﴿۶﴾

بڑا فضل ہے۔

**مختلف کوششیں** جس کتاب کا اوپر ذکر ہوا تھا اُس کتاب یعنی قرآن کریم کو ہم نے ا ... میں دیا یعنی اس امت کے پھر ان میں تین قسم کے لوگ ہو گئے۔ بعض ... وہ ظالم نفس کہلائے ان سے کچھ غیر مناسب کام بھی سرزد ہو گئے بعض درمیانہ درجہ ... اجتناب کیا۔ واجبات بجا لاتے رہے، لیکن کچھ ... کام ان سے چھوٹ بھی گیا اور بھی کوئی ... نافرمانی بھی ... بعض درجوں میں بہت ہی آگے نکل گئے۔ واجبات کیساتھ مستحبات کو بھی انہوں نے نہ چھوڑا اور محرمات چھوڑ مکروہات ... الگ رہے بلکہ بعض مرتبہ مباح چیزوں کو بھی ڈر کر چھوڑ دیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پسندیدہ ... مراد اُمت محمدؐ ہے جو خدا کی ہر کتاب کی وارث بنائی گئی ہے۔ ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں انھیں بخشا ... جو درمیانہ لوگ ہیں ان سے آسانی سے حساب لیا جائے گا۔ اور ان میں جو نیکیوں میں بڑھ جانے والے ... جنت میں پہنچایا جائے گا۔ طبرانی میں ہے حضورؐ نے فرمایا، میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ وال ...

فرماتے ہیں۔ سابق بالخیرات تو بغیر حساب کتاب کے داخلِ جنت ہوں گے اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ الغرض اس امت کے ہلکے گنہگار بھی خدا کے پسندیدہ بندوں میں داخل ہیں فالحمد للہ۔ گو اکثر سلف کا قول یہی ہے لیکن بعض سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ نہ تو اس امت میں داخل ہیں اور نہ چیدہ اور پسندیدہ ہیں۔ نہ وارثین کتاب ہیں۔ بلکہ مراد اس سے کافر منافق اور بائیں ہاتھ سے نامۂ اعمال دیئے جانے والے لوگ ہیں۔ پس یہ تین قسمیں وہی ہیں جن کا بیان سورۂ واقعہ کے اول و آخر میں ہے یعنی یہ جو تین اقسام گنائی گئی ہیں۔ یہ برگزیدہ بندوں کی نہیں بلکہ بندوں کی ہیں یعنی عِبَادِ نا کی کہ وہ کن کن قسموں کے ہوتے ہیں۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ اسی امت میں ہیں۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں۔ اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ یہ تینوں گویا ایک ہیں اور تینوں ہی جنتی ہیں (مسند احمد) یہ حدیث غریب ہے اور اس کے راویوں میں ایک راوی ہیں جن کا نام مذکور نہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ہونے کے اعتبار سے اور اس اعتبار سے کہ وہ جنتی ہیں گویا ایک ہی ہیں۔ ہاں مرتبوں میں فرق ہونا لازمی ہے دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس آیت کی تلاوت کرکے فرمایا۔ سابقین تو بے حساب جنت میں جائیں گے اور درمیانہ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔ اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے طولِ محشر میں رو کے جائیں گے [illegible] ہو جائے اور یہ کہیں گے خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم و رنج دُور کر دیا۔ ہمارا رب بڑا ہی غفور و [illegible] و کرم سے رہائش کی ایسی جگہ عطا فرمائی۔ جہاں ہمیں کوئی درد دکھ نہیں (مسند احمد) ابن ابی حا[illegible] کچھ کمی بیشی ہے۔ ابن جریر نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت ابو ثابت [illegible] ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدایا میری وحشت کا [illegible] اور میری غربت پر رحم کر اور مجھے کوئی اچھا رفیق عطا فرما۔ یہ سن کر صحابی ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں [illegible] ساتھی ہوں۔ سن میں تجھے آج وہ حدیث رسول سناتا ہوں۔ جسے میں نے آج تک کسی کو نہیں سنایا پھر اس آ[illegible] اَلسَّابِقُ بِالْخَيْرَاتِ تو جنت میں بے حساب جائیں گے اور مُقْتَصِدٌ لوگوں سے آسانی سے کے ساتھ حساب [illegible] اس مکان میں غم و رنج پہنچے گا جس سے نجات پا کر کہیں گے خدا کا شکر ہے۔ جس نے ہم سے غم و رنج [illegible] ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کی نسبت فرمایا کہ یہ سب اسی امت سے ہیں۔ چو[illegible] امت کے تین حصے ہیں ایک بے حساب و بے عذاب جنت میں جانے والا دوسرا آسانی سے حساب لیا جانے وا[illegible] ہونے والا تیسری وہ جماعت ہوگی جن سے باز پرس تو ضرور ہوگی۔ لیکن پھر فرشتے حاضر ہو کر کہیں گے [illegible] لَهُ وَحْدَهٗ کہتے ہوئے پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ سچ ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اچھا میں نے ان کے [illegible] اور انھیں جنت میں لے جاؤ اور ان کی خطائیں جہنمیوں پر لاد دو۔ اسی کا ذکر آیت وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ مَعَ [illegible] وہ اپنے بوجھ کے ساتھ اُٹھائیں گے۔ اس کی تصدیق اس میں ہے جس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ اللہ

[illegible]

[illegible] ہے، اور قبل عصر جمعہ کے دن دعاؤں کے مقبول ہونے کی خاص بشارت ہے۔ اے اللہ، اے گناہوں کے بخشنے والے، اے غفور، اے رحیم، اے رحمٰن، [illegible] احکم الحاکمین، ستار العیوب مجیب الدعوات اس ظلوم و جہول گناہوں میں مبتلا، نافرمان، عصیاں کوش، اپنے بندہ انظر کو محض اپنے فضل و [illegible] کے، شمار کرے جن کو بلا حساب و بغیر عذاب، تیری رحمت سرفراز فرمائیگی اے اللہ تمام قارئین کو یہ مقام عطا فرما اور جنابکی رحمت اتنی [illegible] جو قطرہ وہ تھا انگار رحل بحر بیکراں میں تنکے کی حیثیت رکھتے ہیں، اے معاف کرنے والے جو کچھ کیا جو کچھ کریں معاف فرما، تیری رحمت کے [illegible] اندھیر و لا زبان اور تیری شان غفاری پر نثار۔

تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنھیں وارثِ کتاب بنایا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ پس ان میں سے جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ ان سے باز پرس کی جائے گی (ابن ابی حاتم) حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ اس امت کی قیامت کے دن تین جماعتیں ہوں گی، ایک بے حساب جنت میں جانے والی، ایک آسانی سے حساب لئے جانے والی، ایک گنہگار جس کی نسبت خدائے تعالیٰ دریافت فرمائیگا۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے کہیں گے خدایا ان کے بڑے بڑے گناہ ہیں۔ لیکن انھوں نے کبھی بھی تیرے ساتھ کسیکو شریک نہیں کیا۔ ربِ عزّ وجل فرمائے گا۔ انھیں میری رحمت میں داخل کردو۔ پھر حضرت عبداللہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر) دوسرا اثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتی ہیں بیٹا یہ سب جنتی لوگ ہیں سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ تو وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے جنھیں خود آپ نے جنت کی بشارت دی مُقْتَصِدٌ وہ ہیں جنھوں نے آپ کی پیروی کی۔ یہاں تک کہ ان سے مل گئے[عہ] اور ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مجھ تجھ جیسے ہیں (ابو داؤد طیالسی) خیال فرمائیے کہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجودیکہ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ میں سے بلکہ ان میں سے بھی بہترین درجے والوں میں سے ہیں۔ لیکن کس طرح اپنے آپ کو متواضع بتاتی ہیں۔ حالانکہ حدیث میں آچکا ہے کہ تمام عورتوں پر اُمّ المومنین حضرت عائشہ رض کو وہی فضیلت ہے جو فضیلت ثرید[عہ] کو ہر قسم کے کھانوں پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ ... تو

ہمارے بدوی لوگ ہیں اور مُقْتَصِدٌ ہمارے شہری لوگ ہیں۔ اور سَابِقٌ ہمارے مجاہد ... ر

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے لوگ اسی امت میں سے ہیں اور سب جنتی ہیں۔ کیونکہ اللہ ... ل کے

ذکر کے بعد جنت کا ذکر کرکے پھر فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ۔ پس یہ لوگ دو ... ن عباس رض

نے حضرت کعب رض سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ کعبہ کے خدا کی قسم یہ سر ... ل اعمال کے

مطابق ان کے درجات کم و بیش ہیں۔ ابواسحٰق سبیعی بھی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں ... ن حنفیہ رض

فرماتے ہیں یہ امت مرحومہ ہے ان کے گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا اور ان کے مقتصد خدا کے ... گے

اور ان کے سابق بلند درجوں میں ہوں گے۔ محمد بن علی باقر رض فرماتے ہیں کہ یہاں جن لوگو ... ہے یہ

وہ لوگ ہیں جنھوں نے گناہ بھی کئے تھے اور نیکیاں بھی۔ ان احادیث اور آثار کو سامنے رکھ ... کر

اس آیت میں عموم ہے اور اس امت کی ان تینوں قسموں کو یہ شامل ہے۔ پس علمائے کرام اس نعمت ... ے زیادہ

رشک کے قابل ہیں اور اس رحمت کے سب سے زیادہ مقدار ہیں۔ جیسے کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے ... ی ہے

ے دمشق میں حضرت ابودرداء رض کے پاس جاتا ہے اور آپ سے ملاقات کرتا ہے تو آپ دریافت فرماتے ... کیسے آنا ہوا؟ وہ کہتے ہیں اس حدیث کو سننے کے لئے آیا ہوں۔ جو آپ بیان کیا کرتے ہیں۔ پوچھا کیا کسی ... آئے؟ جواب دیا نہیں۔ پوچھا پھر کوئی اور مطلب بھی ہوگا؟ فرمایا کوئی مقصد نہیں۔ پوچھا پھر کیا ... کیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ فرمایا سنو! میں نے رسول ... علم کی تلاش میں ... کو طے کرے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے باغوں میں چلائے گا، خدا کی رحمت کے فرشتے طالب علموں کے لئے پر بچھا دیتے

---

عہ یا تو مطلب یہ ہے کہ اتباعِ اتنی کامل کی کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آپ کے کامل متبع تھے یہ بھی عادات و خصائل اتباع ... مل گئے ان کے مقام پر پہنچ گئے اتباع کا وہی درجہ حاصل کرلیا یا پھر مطلب یہ ہے کہ قدم اتباع میں اسطرح اٹھائے کہ انہیں نشا... بڑے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑے تھے بہرحال مطلب یہ ہے کہ ان خوش نصیب لوگوں کو بتوفیقِ خدا کامل اتباع کی د...

عہ ثرید عرب کا ایک مخصوص کھانا اپنے یہاں بس یوں سمجھئے کہ چوری ہوئی روٹی۔

وہ اُن سے بہت ہی خوش ہیں اور ان کی خوشی کے خواہاں ہیں۔ عالم کے لئے آسمان و زمین کی ہر چیز استغفار کرتی ہے۔ یہانتک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی۔ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت تاروں پر۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے ورثے میں درہم و دینار نہیں چھوڑے ان کا ورثہ علم دین ہے۔ جس نے اسے لیا اس نے بڑی دولت حاصل کر لی (ابو داؤد۔ ترمذی وغیرہ) اس حدیث کے تمام طرق اور الفاظ و شرح میں نے صحیح بخاری کتاب العلم کی شرح میں مفصل بیان کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔ سورۂ طٰہٰ کے شروع میں وہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء سے فرمائے گا۔ میں نے اپنا علم و حکمت تمہیں اس لئے ہی دیا تھا کہ میں تمہیں بخش دوں گو تم کیسے ہی ہو مجھے اس کی کچھ پروا ہی نہیں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ

وہ باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے (اور) ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور

لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ

ہو گی اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم

عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ۝ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ

دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا

لا اتارا جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی

لُغُوْبٌ ۝

پہنچے گی۔

فرماتا ہے جن برگزیدہ لوگوں کو ہم نے وارث کتاب خدا کیا ہے انھیں قیامت کے دن ہمیشگی اور دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنتوں میں پہنچائیں گے۔ جہاں انہیں سونے اور موتیوں کے [illegible] ہیں گے۔ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک ہو گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ اس کا [illegible] ریشمی ہو گا۔ جس کی دنیا میں ان کو ممانعت کر دی گئی تھی۔ حدیث میں ہے جو شخص یہاں دنیا میں حریر [illegible] میں ہے یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور مومنوں کے لئے آخرت میں ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اہل جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انھیں سونے چاندی [illegible] پہنائے جائیں گے جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے۔ ان پر دُرّ و یاقوت کے تاج ہوں گے بالکل شاہانہ ہوں [illegible] جوان ہوں گے بغیر بالوں کے سرمئی آنکھوں والے۔ وہ جناب باری عزوجل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ [illegible]

[illegible] علماء دین کے لئے۔ لیکن اس سے مغرور ہو جانا اور عمل سے ہاتھ اٹھا لینا قطعاً مفہوم نہیں ہوتا بلکہ حضرات علماء کرام کو تو اور زیادہ نیک [illegible] بیدار کرنا چاہئے کیونکہ وہ مقتدا ہیں نمونہ ہیں۔ اسوہ ہیں۔

کا احسان ہے جس نے ہم سے خوف و ڈر زائل کر دیا۔ اور دنیا اور آخرت کی پریشانیوں سے ہمیں نجات دیدی حدیث میں ہے کہ لا الٰہ الا اللہ والوں پر قبروں میں میدان محشر میں کوئی دہشت و وحشت نہیں۔ میں تو گویا انہیں اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں پر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا (ابن ابی حاتم) طبرانی میں ہے موت کے وقت بھی انھیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضہ کا فرمان ہے ان کی بڑی بڑی اور بہت سی خطائیں معاف کر دی گئیں۔ اور چھوٹی چھوٹی اور کم مقدار نیکیاں قدر دانی کے ساتھ قبول فرمائی گئیں یہ کہیں گے خدا کا شکر ہے جس نے اپنے فضل و کرم لطف و رحم سے یہ پاکیزہ بلند ترین مقامات عطا فرمائے۔ ہمارے اعمال تو اس قابل تھے ہی نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں نہیں لے جا سکتے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے، مگر اسی صورت میں کہ خدا کی رحمت میرا ساتھ دے۔ وہ کہیں گے یہاں تو ہمیں نہ کسی طرح کی مشقت و محنت ہے۔ نہ تھکان اور کلفت ہے۔ روح الگ خوش ہے، جسم الگ راضی ہے بدلہ ہے اس کا جو دنیا میں راہ خدا کی تکلیفیں انھیں اٹھانی پڑی تھیں آج راحت ہی راحت ہے ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ سہنا پچتا کھاتے پیتے رہو۔ اس کے بدلے جو دنیا میں تم نے میری فرماں برداریاں کیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا … هُمْ

اور جو لوگ (ان کے برخلاف) کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں

مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝١٠ وَ… فِيْهَا

ان سے ہلکا کیا جاوے گا　ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں　اور

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَـ… تَذَكَّرَ

کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (یہاں سے) نکال لیجئے ہم (اب خوب) اچھے (اچھے) کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا…

فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْـ… ۝١١ ع

سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا　سو (اس نہ ماننے کا) مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا (یہاں) کو…

## کتنے خوفناک عذاب

نیک لوگوں کا حال بیان فرما کر اب برے لوگوں کا حال بیان … آگ میں جلتے جھلستے رہیں گے۔ انھیں وہاں موت بھی نہیں آ… اور آیت میں ہے لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى نہ وہاں انھیں موت آئے گی نہ کوئی اچھی زندگی ہوگی۔ صحیح مسلم … صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو ابدی جہنمی ہیں۔ انھیں وہاں موت نہیں آ… گی اور نہ اچھی زند… جہنم تم ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں … کر دے۔ لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یونہی پڑے رہو گے۔ پس وہ تو مر… لے راحت سمجھیں گے۔ لیکن وہ آئے گی ہی نہیں۔ نہ مریں نہ عذاب میں کمی دیکھیں۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ یعنی کفار دائماً عذاب جہنم میں رہیں گے جو عذاب کبھی بھی نہ کم ہوں گے۔ یہ تمام بھلائی سے محض مایوس ہوں گے ایک دوسری جگہ ہے كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ آگ … ہے گی۔ فرماتا ہے۔ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝ لو اب مزے چکھو عذاب ہی عذاب اب تمہارے کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ وہ چیخ پکار کریں گے۔ ہائے وائے کریں گے۔ دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے۔ اقرار کر…

نہیں کریں گے نیکیاں کریں. لیکن رب العالمین خوب جانتا ہے کہ اگر یہ واپس بھی جائیں تو وہی سرکشی کریں گے. اسی لئے ان کی یہ
تمنا پوری ہوگی. جیسے اور جگہ فرمایا کہ انھیں ان کے اس سوال پر جواب ملے گا کہ تم وہی ہو کہ جب خدا کی وحدانیت کا بیان ہوتا تھا تو تم
کفر کرنے لگتے تھے. وہاں اس کے ساتھ شرک کرنے میں تمہیں مزہ آتا تھا پس اگر تمہیں لوٹا دیا گیا تو وہی کرو گے جس سے روکا
جاتا ہے پس فرمایا دنیا میں تم بہت جئے. تم اس لمبی مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے. مثلاً ستر سال جئے. حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ
لمبی عمر بھی خدا کی طرف سے حجت پوری کرنا ہے. اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ہی انسان برائیوں میں
بڑھتا چلا جائے. دیکھو تو یہ آیت جب اتری ہے اس وقت بعض لوگ صرف اٹھارہ سال کی عمر کے ہی تھے. وہب بن منبہؒ فرماتے
ہیں، مراد بیس سال کی عمر ہے. حسنؒ فرماتے ہیں چالیس سال کی عمر میں انسان کو ہوشیار ہو جانا چاہئے. ابن عباس فرماتے ہیں. اس
عمر تک پہنچنا خدا کی طرف سے عذر بندی ہو جاتا ہے آپ ہی سے ساٹھ سال بھی مروی ہیں اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے جیسے ایک حدیث
میں بھی ہے. گو امام ابن جریرؒ اس کی سند میں کلام کرتے ہیں. لیکن وہ کلام ٹھیک نہیں. حضرت علیؓ سے بھی ساٹھ سال ہی مروی ہیں. ابن
عباس فرماتے ہیں. قیامت کے دن ایک منادی یہ بھی ہوگی کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جانے والے کہاں ہیں؟ لیکن اس کی سند
ٹھیک نہیں. مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں. جسے اللہ تبارک وتعالےٰ نے ساٹھ ستر سال کی عمر کو پہنچا دیا اس کا
کوئی [illegible] کا. صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے. اس شخص کا عذر خدا نے کاٹ دیا جسے ساٹھ سال تک
[illegible] میں بھی ہیں لیکن اگر نہ بھی ہوتیں تو بھی صرف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسے اپنی صحیح
میں [illegible] ت تھا. ابن جریرؒ کا یہ کہنا کہ اس کی سند کی جانچ کی ضرورت ہے. امام بخاری کے صحیح
کہنے [illegible] ت نہیں رکھتا. واللہ اعلم. بعض لوگ کہتے ہیں اطبا کے نزدیک طبعی عمر ایک سو بیس برس کی ہے
ساٹھ س [illegible] زندگی میں رہتا ہے. پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے پس آیت میں بھی اسی عمر کو مراد لینا اچھا ہے. اور
یہی اس [illegible] چنانچہ ایک حدیث میں ہے. میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہیں. اور اس سے تجاوز
کرنے [illegible] امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تو اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اس کی اور کوئی سند نہیں. لیکن
تعجب [illegible] فرما دیا. اس کی ایک دوسری سند ابن ابی الدنیا میں موجود ہے. خود ترمذی میں بھی یہ حدیث
دوسر [illegible] موجود ہے. ایک اور ضعیف حدیث میں ہے. میری امت میں ستر سال کی عمر والے بھی کم ہوں گے دوسری
روا [illegible] سے آپ کی امت کی عمر کی بابت سوال ہوا. تو آپ نے فرمایا پچاس سے ساٹھ سال تک کی عمر ہے. پوچھا گیا
ستر [illegible] فرمایا بہت کم. اللہ تعالےٰ ان پر اور اسی سال والوں پر اپنا رحم فرمائے (بزار) اس حدیث کا ایک راوی
[illegible] صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی. ایک قول ہے کہ ساٹھ سال کی تھی. یہ بھی کہا گیا ہے کہ
[illegible] اعلم.

[illegible] نے والے آگئے. یعنی سفید بال یا خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ صحیح قول دوسرا ہی ہے. جیسے
[illegible] پیغمبر نذیر ہیں. پس تم [illegible] بھیج کر اپنی حجت پوری کر دی چنانچہ قیامت کے دن
دوزخی تمنائے موت کریں گے تو یہی جواب ملے گا کہ تمہارے پاس حق آچکا تھا یعنی رسول کی زبانی ہم پیغام حق تمہیں پہنچا
[illegible] لیکن تم نہ مانے اور آیت میں ہے مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے [illegible]
[illegible] نے گے.

[illegible] جو مردہ تھا [illegible] اسی لئے کہ اگر چاہتا تو اچھے کام، نیک زندگی اور اعمال صالحہ کر سکتا تھا، پس جب اتنی مدت میں بھی کوئی کام نہ کر سکا
تھیں جو اندھیر [illegible] کر سکیگا. خوب کہا ہے امیر مینائی نے ؎ کیا کہوں گا جو کوئی مجھ سے پوچھے گا امیر. کیوں نہ بگڑی ہوئی تقدیر بنانے آئے.

تبارک میں فرمان ہے جب جہنمی جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہاں کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے یہ جواب دیں گے کہ ہاں آئے تھے۔ لیکن ہم نے انھیں نہ مانا۔ انھیں جھوٹا جانا اور کہدیا کہ خدا نے تو کوئی کتاب وغیرہ نازل نہیں فرمائی۔ تم یونہی بک رہے ہو۔ پس آج قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ نبیوں کی مخالفت کا مزہ چکھو مدت العمر انھیں جھٹلاتے رہے۔ اب آج بدلے اٹھاؤ ہمن کو کوئی نہ کھڑا ہوگا جو تمہارے کام آسکے تمہاری کچھ مدد کر سکے، اور عذابوں سے بچا سکے یا چھڑا سکے۔

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ①

بیشک اللہ ہی جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا بیشک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَا

وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا سو جو شخص کفر کریگا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑیگا اور کافروں کے

يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا وَلَا [يَزِ]يدُ الْكَافِرِينَ

لئے ان کا کفران کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا [...] خسارہ

كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا

ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ تو آسمانوں زمین [...]ںوں کے بھید سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا وہ بدلہ دے گا۔ اس نے تمہیں زمین [...] خلیفہ بنایا ہے کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جوں جوں اپنے اپنے کفر میں بڑھتے دوں خد[...] ان کا نقصان اور زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی عمر جسقدر بڑھتی ہے نیکیاں بڑھتی [...] کے ہاں مقبول ہوجاتا ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ ال[لَّهِ أَرُونِي مَ]اذَا

آپ کہئے کہ تم اپنے قرار داد شریکوں کا حال تو بتاؤ جن کو تم خدا کو سوا پوجا کرتے ہو دیکھی مجھ کو یہ بتلاؤ کہ ا[...]

خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰ[وَاتِ]

[...] چیز و بنایا ہے یا ان کا آسمان (بنانے) میں کچھ ساجھا ہے یا ہم نے ان کو [...] ہے

[...] فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِنْهُ بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا [غُ]رُورًا

کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکہ کی باتوں کا و[عدہ کرتے آئے] ہیں

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَ[...]

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں ا[...]

اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا وہ حلیم غفور ہے

## شرک کی ناپائداری

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمارہا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمائیے کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارا کرتے ہو تم مجھے بھی تو ذرا دکھاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ یا یہی ثابت کردو کہ آسمانوں میں. ان کا کونسا ساجھا ہے؟ جب کہ نہ وہ خالق نہ ساجھی. پھر تم مجھے چھوڑ کر انھیں کیوں پکارو. وہ تو ایک ذرّے کے بھی مالک نہیں. اچھا یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنے اِس کفر وشرک کی کوئی کتابی دلیل ہی پیش کردو لیکن تم یہ بھی نہیں کرسکتے. حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو دلیل کچھ بھی نہیں باطل، جھوٹ اور دھوکے بازی میں مبتلا ہو، ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہو. اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر خدائے تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت وطاقت دیکھو کہ آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم ہیں. ہر ایک اپنی اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے. اِدھر اُدھر جنبش بھی تو نہیں کرسکتے. آسمان کو زمین پر گر پڑنے سے خدائے تعالیٰ روکے ہوئے ہے. یہ دونوں اس کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں، اس کے سوا کوئی نہیں جو [illegible] تھام سکے روک سکے. نظام پر قائم رکھ سکے. اس حلیم وغفور خدا کو دیکھو کہ مخلوق ومملوک کی نافرمانی سرکشی کفر [illegible] ی اور بخشش سے کام لے رہا ہے. ڈھیل اور مہلت دئے ہوئے ہے. گناہوں کو معاف فرماتا جاتا ہے ا[illegible] میں ایک غریب بلکہ منکر حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول خدا ﷺ نے ایک مرتبہ [illegible] میں خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ کبھی سوتا بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا. جس [illegible] نہ دیا. پھر اُن کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو یہ گریں نہیں ٹوٹیں [illegible] علیہ السلام انھیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے. لیکن نیند کا غلبہ تھا اونگھ آنے لگی کچھ جھوکے تو لیے آ[illegible] گئے اور بوتل گرنے نہ دی. لیکن آخر نیند غالب آگئی، اور بوتلیں ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چور اچور [illegible] والا دو بوتلیں بھی تھام نہیں سکتا. پھر اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو زمین آسمان کی حفاظت اس سے کیسے [illegible] ہے کہ یہ حضورؐ کی حدیث نہیں. بلکہ بنی اسرائیل کی گھڑی ہوئی خرافات ہیں. بھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے [illegible] فتور بھی کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سوجاتا ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں فرما چکا ہے کہ اسے نہ اونگھ آئے نہ [illegible] کل چیزوں کا مالک صرف وہی ہے. صحیحین میں حدیث ہے کہ خدائے تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کی شایان [illegible] اونچا نیچا کرتا رہتا ہے. دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف چڑھ [illegible] آگ ہے. اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیاں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے سب مخلوق [illegible] ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا. آپ نے اس سے دریافت فرمایا [illegible] پوچھا کعبؓ نے کیا بات بیان کی؟ کہا آسمان [illegible] دھے تک گھوم رہے ہیں. پوچھا تم نے اسے سچ جانا یا جھٹلادیا؟ جواب دیا کچھ بھی نہیں کیا. سنو حضرت کعبؓ نے غلط [illegible] نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی. اس کی اسناد صحیح ہیں. دوسری سند میں آنے والے کا نام ہے کہ وہ حضرت جندب بجلی [illegible] کے امام مالکؒ بھی اس کی تردید کرتے تھے کہ آسمان گردش میں ہیں اور اسی آیت سے دلیل لیتے تھے اور اس [illegible] جو مروی ہے [illegible] مغرب میں ایک دروازہ ہے جو توبہ کا دروازہ ہے وہ بند نہ ہوگا جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع [illegible] واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ
اور ان کفار (قریش) نے بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آوے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول

اِحۡدَى الۡاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ اسۡتِكۡبَارًا
کرنے والے ہوں پھر جب اُن کے پاس ایک پیغمبر آپہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی دنیا میں اپنے کو بڑا

فِی الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ
سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بڑی تدبیروں کو اور بڑی تدبیروں کا وبال (حقیقۃً) ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو

اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ
اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے سو آپ خدا کے (اس دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاویں گے اور آپ خدا کے دستور کو

تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ۝
کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پاویں گے۔

## ایک ارادہ جو پورا نہ ہو سکا

قریش نے اور عرب نے حضور صلی اللّٰہ ... ہیں کھا رکھی تھیں۔ کہ اگر خدا کا کوئی رسول ہم میں ... زیادہ اس کی تابعداری کریں گے جیسے اور جگہ فرمان ہے اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ الخ یعنی اس ... پہلے کی جماعتوں پر تو البتہ کتابیں اتریں لیکن ہم تو ان سے بے خبر ہی رہے۔ اگر ہم پر کتاب اُترتی تو ہم ان سے بہتر ... ہو جاتے۔ تو اب تو خود تمہارے پاس تمہارے رب کی بھیجی ہوئی دلیل آپہنچی۔ ہدایت و رحمت خود تمہار... اب بتلاؤ کہ رب کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں اور ان سے منہ موڑنے والوں سے زیادہ ظا... ہے کہ یہ کہا کرتے تھے اگر ہمارے اپنے پاس اگلے لوگوں کے عبرتناک واقعات ہوتے تو ہم ... بن جاتے لیکن پھر بھی انہوں نے اس کے ان کے پاس آنے کے بعد کفر کیا۔ اب انھیں عنقریب اس کا ... ے گا۔ ان کے پاس خدا کے آخری پیغمبر اور رب کی آخری اور افضل ترین کتاب آچکی لیکن یہ کفر ... انہوں نے خدا کی باتیں ماننے سے تکبر کیا۔ خود نہ مان کر پھر اپنی مکاریوں سے خدا کے بندوں کو خد... لیکن انھیں باور کر لینا چاہئے کہ اس کا وبال خود اُن پر پڑے گا۔ یہ خدا کا نہیں البتہ اپنا بگا... ہیں مکاریوں سے پرہیز کرو مکر کا بوجھ مکار پر ہی پڑتا ہے۔ اور اس کی جواب دہی ... قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ... کرنے والا نجات نہیں پا سکتا۔ ان کا ... کا وبال اس پر ... ہے مکر اور بغاوت اور وعدوں کو توڑ دینا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی انھیں صرف اسی کا انتظار ہے ج... مال ہوا کہ خدا کے رسولوں کی تکذیب اور فرمانِ رسول کی مخالفت کی وجہ سے خدا تو کے دائمی عذاب آ... بس یہی تو خدائے تعالیٰ کی عادت ہی ہے اور تو غور کرے رب کی عادت بدلتی نہیں نہ پلٹتی ہے جب ق... سو خدا ... ہو چکا۔ پھر اس ارادے کے بدلنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ نہ عذاب ان پر سے ہٹ... کوئی انھیں بچا سکے۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان

مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ

کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز (قوت والی) اس کو

شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ

ہرا دے نہ آسمان میں اور نہ زمین میں (کیونکہ) وہ علم والا (اور) بڑی قدرت والا اور اگر اللہ تعالیٰ (ان) لوگوں

النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ

پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) دارو گیر فرماتے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تو ان کو ایک میعاد معین (یعنی قیامت) تک

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝

مہلت دے رہا ہے سو جب وہ میعاد آپہنچے گی (اس وقت) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا

## سیر کرد ... نی پھر کہاں

حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے فرما دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں تو سہی کہ ان جیسے ان سے اگلے لوگوں کے کیسے عبرتناک انجام ہوئے ... ان کے محلات اُجاڑ دیئے گئے ان کی طاقت ختم ہو گئی۔ ان کے مال تباہ کر دیئے گئے ان کی اولاد ہلاک ... عذاب ان پر سے کسی طرح نہ ٹلے۔ آئی ہوئی مصیبت کو وہ نہ ہٹا سکے نیچ لئے گئے تباہ و برباد ہو گئے ... سے نہ بچا۔ خدا کو کوئی ہرا نہیں سکتا اُسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی ارادہ مراد سے ... سے ٹل نہیں سکتا۔ وہ تمام کائنات کا عالم ہے۔ وہ تمام کاموں پر قادر ہے۔ اگر وہ اپنے ... بندوں پر پکڑ کرتا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو جاتے۔ جانور اور ... جاتے۔ جانوروں کو اُن کے گھونسلوں اور آشیانوں میں بھی عذاب پہنچ جاتا۔ ... جانور باقی نہ بچتا۔ لیکن اب ڈھیل دیئے ہوئے ہے عذابوں کو مؤخر ... ہوئے ہے وقت آ رہا ہے کہ قیامت قائم ہو جائے اور حساب کتاب شروع ہو جائے ... طاعت کا بدلہ ثواب ملے، نافرمانی کا عذاب ... ور اسے سزا ہو۔ اجل آ پہنچے بعد پھر ... نہیں ملنے کی۔ اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ بخوبی دیکھنے والا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم اور ... لطف و رحم سے سورۂ فاطر کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

٭٭٭٭٭٭٭

# تفسیر سورۂ یٰسین مکیہ

ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسین ہے سورۂ یٰسین کے پڑھنے والے کو دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ اس باب میں اور روایتیں بھی ہیں۔ لیکن سنداً وہ بھی کچھ بہت مضبوط نہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو سورۂ یٰسین پڑھے اُسے بخش دیا جاتا ہے اور جو سورۂ دخان پڑھے اُسے بھی بخش دیا جاتا ہے اس کی اسناد بہت قوی ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے، سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اسکی بلندی ہے اس کی ایک ایک آیت کے ساتھ اسی اسی فرشتے اُترتے ہیں۔ اس کی ایک آیت یعنی آیۃ الکرسی عرش کے نیچے سے لائی گئی ہے اور اس کے ساتھ ملائی گئی ہے۔ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے۔ اسے جو شخص نیک نیتی ... ڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اسے ان لوگوں کے سامنے پڑھو جو سکرات کی حالت ... اللہ علیہم کا قول ہے کہ جس سخت کام کے وقت سورۂ یٰسین پڑھی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اُسے آسان ... ہے جب اس کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ اور روح آسانی سے نکلتی ہے۔ و... رمایا ہے کہ ایسے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تخفیف کر دیتا ہے اور آسانی ہو جاتی ... کہ میری تمنا ہے کہ میری امت کے ہر ہر فرد کو یہ سورت یاد ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣ عَلٰى صِرَاطٍ

یٰسٓ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں ...

مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٥ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُ...

... پر ہیں۔ یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ (اولاً) ایسے لوگوں کو ڈرا دیں جن کے ...

... غٰفِلُوْنَ ۝٦ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

... سو یہ بے خبر ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات (تقدیری) ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ (ہرگز) ایمان نہ لاویں گے

## آپ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں

حروفِ مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ... ہے۔ ان کا پورا بیان ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع ... یہاں اسے دُہرانے کی ضرورت نہیں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ "یٰسٓ" سے مراد "اے انسان" ہے۔ بعض کہتے ہیں ...

کے معنی میں یہ لفظ ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ خدا کا نام ہے۔ پھر فرماتا ہے قسم ہے محکم اور مضبوط قرآن کی جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا کہ بالیقین اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ سچے، اچھے مضبوط اور عمدہ سیدھے اور صاف دین پر آپ ہیں۔ یہ صراط مستقیم خدائے رحمان و رحیم کی ہے، یہ دین اُسی کا اتارا ہوا ہے جو عزت والا اور مومنوں پر خاص مہربانی کرنے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے: وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ الخ تو یقیناً راہِ راست کی رہبری کرتا ہے جو اس خدا کی سیدھی راہ ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے اور جس کی طرف تمام امور کا انجام ہے تاکہ تو عربوں کو ڈرائے جن کے بزرگ بھی ہوشیار نہیں کئے گئے جو محض غافل ہیں۔ ان کا تنہا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ دوسرے اس تنبیہ سے الگ ہیں۔ جیسے کہ بعض افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی حضور کی بعثت عام بھی ساری دنیا کی طرف۔ اس کے دلائل بسط و تفصیل سے آیت قُلْ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ اکثر لوگوں پر خدا کے عذاب کا قول ثابت ہو چکا ہے۔ انھیں تو ایمان نصیب نہیں ہونے کا وہ تو تجھے جھٹلاتے ہی رہیں گے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلًا فَھِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَھُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اڑ گئے) ہیں جس سے انکے سر اوپر کو الل گئے

وَجَ[عَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ] اَیْدِیْھِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا [یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَ]آءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ [اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّ]بَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ وَّ[اَجْرٍ کَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْ]نُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ ۚ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾

اور ... کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) انکو (پردوں سے) گھیر دیا ... ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لادیں گے پس ... سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدا سے بے دیکھے ڈرے سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوش[خبری] ... [بے]شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جنکو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بدنصیبوں کا ہدایت تک پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی ... [ب]اندھ دیئے جائیں اور اُن کا سر اُونچا جا رہا ہو۔ گردن کے ذکر ... کا ذکر چھوڑ دیا۔ لیکن مراد یہی ہے کہ گردن ملا کر ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں اور سر اونچے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں ... کا ذکر کر کے دوسری چیز کو جو اسی سے سمجھ لی جاتی ہے۔ اس کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں۔ عرب شاعروں کے شعر میں بھی یہ بات موجود ہے ... کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن تک پہنچا کر گردن کے ساتھ جکڑ بند کر دینے کو۔ اسی لئے گردن کا ذکر کیا اور ہاتھوں کا ... جو مروہ تھا ... ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھ دیئے ہیں۔ اس لئے وہ کسی کارِ خیر کی طرف ہاتھ بڑھا ... جو اندھیرو ... سر اونچے ہیں۔ ان کے ہاتھ ان کے منہ پر ہیں۔ وہ ہر بھلائی سے بے بس ہیں۔ گردنوں کے اس طوق کے ساتھ ہی

ان کے آگے دیوار ہے۔ یعنی حق کے قبول کرنے سے رکاوٹ ہے۔ پیچھے بھی دیوار ہے یعنی حق سے رکاوٹ ہے۔ اس وجہ سے تردد میں پڑے
ہوئے ہیں۔ حق کے پاس آ نہیں سکتے ضلالتوں میں گھرے ہوئے ہیں آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ نہ
حق کی طرف راہ پائیں نہ حق سے فائدہ اٹھائیں۔ ابن عباسؓ کی قرأت میں فَاَعْشَيْنٰهُمْ عین سے ہے یہ ایک قسم کی آنکھ کی بیماری
ہے جو انسان کو نابینا کر دیتی ہے۔ پس اسلام و ایمان اور ان کے درمیان ہر طرف سے رکاوٹ ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ جن پر
تیرے رب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ تو ایمان لانے کے ہی نہیں۔ گو تو انھیں سب آیتیں بتا دے یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کو خود
دیکھ لیں جسے خدا رد کر دے۔ وہ کہاں سے روک ہٹا سکے۔ ایک مرتبہ ابوجہل ملعون نے کہا کہ اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لونگا
تو یہ کروں گا اور وہ کروں گا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ لوگ اس سے کہتے تھے یہ ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن آپ اُسے دکھائی نہیں
دیتے تھے۔ اور پوچھتا تھا کہاں ہیں کہاں ہیں؟ ایک مرتبہ اسی ملعون نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ دیکھو یہ کہتا ہے کہ اگر تم اس کی تابعداری
کرو گے تو تم بادشاہ بن جاؤ گے۔ اور مرنے کے بعد خلد نشین ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اس کا خلاف کرو گے تو یہاں ذلت کی موت مارے
جاؤ گے اور وہاں عذاب میں گرفتار ہو گے۔ آج آنے تو دو۔ اسی وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی مٹھی میں خاک
تھی۔ آپ ابتداء سورہ یٰسٓ سے لَا يُبْصِرُوْنَ تک پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ خدا نے ان سب کو اندھا کر دیا اور آپ ان کے
سروں پر خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان بدبختوں کا گروہ آپ کے گھر کو گھیر [illegible] بعد
ایک صاحب گھر سے نکلے۔ ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے گھیرا ڈالے کھڑے ہو؟ انھوں نے کہا [illegible] سے
زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس نے کہا واہ واہ وہ تو گئے بھی اور تم سب کے سروں پر خاک ڈالتے [illegible] اپنے
سر جھاڑ و۔ اب جو سر جھاڑا تو واقعی خاک نکلی۔ حضور کے سامنے جب ابوجہل کی یہ بات دہرائی گئی [illegible] کہا
فی الواقع میری تابعداری ان کے لئے دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے اور میری نافرمانی ان [illegible] ہے اور
یہی ہو گا۔ ان پر مہر خداوندی لگ چکی ہے۔ یہ نیک بات کا اثر نہیں لیتے۔ سورہ بقرہ میں بھی اس [illegible] گزر چکی
ہے۔ اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ الخ یعنی جن پر کلمۂ عذاب ثابت ہو گیا ہے انھیں [illegible] گو تو
انھیں تمام نشانیاں دکھا دے یہاں تک کہ وہ خود عذابِ خدا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ہاں تیری [illegible] بھلی
بات کو ماننے والے ہیں۔ قرآن کو ماننے والے ہیں بن دیکھے خدا سے ڈرنے والے ہیں اور ایسی جگہ بھی [illegible] جہاں
کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ خدا ہمارے حال پر مطلع ہے اور ہمارے افعال کو دیکھ [illegible] ان کو
تو گناہوں کی معافی کی، اجرِ عظیم و جمیل کی خوشخبری پہنچا دیجئے جیسے اور آیت میں ہے کہ جو لوگ پوشیدہ [illegible] رکھتے
ہیں، ان کے لئے مغفرت اور ثواب کبیر ہے۔ ہمیں ہیں جو مُردوں کو جلا دیتے ہیں۔ ہم قیامت کے دن ا[illegible]
کرنے پر قادر ہیں۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مُردہ دلوں کے زندہ کرنے پر بھی اس خدا تعالیٰ کو قدرت [illegible]
بھی راہِ راست پر ڈال دیتا ہے جیسے اور مقام پر مردہ دلوں کا ذکر کر کے قرآنِ حکیم نے فرمایا [illegible]
اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ ہم نے تمہاری سمجھ بوجھ کے لئے بہت کچھ بیان فرما دیا۔ اور ہم [illegible]
بھیجے ہوئے اعمال لکھ لیتے ہیں اور ان کے آثار بھی۔ یعنی جو یہ اپنے بعد باقی چھوڑ آئے۔ اگر خیر باقی چھوڑ آئے ہیں تو جزا [illegible]
پائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو شخص اسلام میں نیک طریقہ جاری کرے اس کا اور اسے جو کریں ان [illegible]

---

؎ گویا کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک معجزہ تھا۔ جیسا کہ ایک موقع پر آپؐ نے کنکریاں دستِ مبارک میں لیکر [illegible]
پھینکیں تو کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کی آنکھ میں جا کر وہ نہ پہنچی ہو۔

ملتا ہے۔ لیکن ان کے بدلے کم ہو کر نہیں۔ اور جو شخص کسی بُرے طریقے کو جاری کرے اس کا بوجھ اس پر ہے اور ان کا بھی جو اس پر اس کے بعد کاربند ہوں۔ لیکن ان کا بوجھ گھٹ کر نہیں۔ (مسلم) ایک لمبی حدیث میں اس کے ساتھ ہی قبیلہ مضر کے چادر پوش لوگوں کا واقعہ بھی ہے۔ اور آخر میں وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام عمل ختم ہو جاتے ہیں۔ مگر تین عمل۔ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے اور وہ صدقہ جاریہ جو اس کے بعد بھی باقی رہے۔ مجاہدؒ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ گمراہ لوگ جو اپنی گمراہی باقی چھوڑ جائیں۔ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ ہر وہ نیکی اور بدی جسے اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔ بغوی بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ اس جملہ کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ مراد آثار سے نشانِ قدم ہیں، جو اطاعت یا معصیت کی طرف اٹھیں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے ابن آدم اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشانِ قدم سے غافل ہوتا جنھیں ہوا مٹا دیتی ہے لیکن خدائے تبارک و تعالیٰ نشان قدم سے اور تیرے کسی بھی عمل سے غافل نہیں۔ تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جس سے ہو سکے وہ خدا کی فرمانبرداری کی طرف قدم بڑھائے۔ اسی معنی کی بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔ پہلی حدیث مسند احمد میں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات ... نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے محلے سے اُٹھ کر یہیں مسجد کے قریب مکانات میں آ بسیں۔ جب اس کی خبر رسول اللہ ... نے فرمایا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کیا ٹھیک ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا ... ہی رہو تمہارے قدم خدا کے ہاں لکھے جاتے ہیں۔"

... کی ایک روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس قبیلے نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ... ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد سے اپنے گھر دور ہونے کی شکایت حضور صلعم سے کی۔ اس پر یہ آیت اُتری ... رہے۔ لیکن اس میں غرابت ہے، کیونکہ اس میں اس آیت کا اس بارے میں نازل ہونا بیان ہوا ہے ... واللہ اعلم۔

... عباسؓ سے موجود ہے کہ حضن بعض انصار کے گھر سے مسجدِ نبوی دُور تھی۔ انہوں نے مسجد کے قریب ... یہ آیت اُتری تو انہوں نے کہا۔ اب ہم ان گھروں کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ حدیث موقوف ہے۔ ... احمد میں ہے کہ ایک مدنی صحابی کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تو آپ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھا کر ... اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتے۔ کسی نے کہا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ جب کوئی مسلمان غیر ... تو اس کے وطن سے لے کر وہاں تک کی زمین کے ناپ کے برابر اسے جنت میں جگہ ملتی ہے۔ ابن جریرؒ میں حضرت ... کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھا کر چلنے لگا تو ... اپنے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکے ہلکے قدموں سے لے جانے لگے جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا ... مجھ سے فرمایا۔ اے انسؓ کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ قدم لکھے جاتے ہیں اس قول سے پہلے قول کی مزید تائید ہوتی ہے کیونکہ جب نشانِ قدم تک لکھے جاتے ہیں تو پھیلائی ہوئی ... اسی طرح ...

... کے جانے کے لئے جتنے قدم زیادہ اٹھیں گے اور فاصلہ زیادہ طے کیا جائے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملیگا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے ... جو ہر وہ تھا ... مسجد چھوڑ کر دور دراز کی مسجدوں میں جاکر نماز پڑھی جائے۔ ہرگز نہیں محلّہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے ہاں اگر محلّہ کی ... جو اندھیرو ... ر وہاں پہنچنے میں بھی کوئی تامل نہ ہونا چاہئے۔

برائی بھلائی کیوں نہ لکھی جاتی ہوگی؟ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کل کائنات جمیع موجودات، مضبوط کتاب لوح محفوظ میں درج ہے جو ام الکتاب ہے۔ یہی تفسیر بزرگوں سے آیت یَوْمَ نَدْعُوْا کی تفسیر میں بھی منقول ہے کہ ان کا نامۂ اعمال جس میں خیر و شر درج ہے، جیسے آیت قرآن وَوُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ الخ اور آیت وَوُضِعَ الْکِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ الخ میں ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ① اِذْ

اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے یعنی جبکہ ہم نے

اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ

ان کے پاس (اول) دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے (اول) دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے تائید کی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے

مُّرْسَلُوْنَ ② قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ

پاس بھیجے گئے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح (محض) معمولی آدمی ہو اور خدائے رحمٰن نے (تو) کوئی چیز نازل

مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ○ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْ[illegible]وْنَ ④

(ہی) نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگا[illegible] بھیجے گئے ہیں

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر (حکم کا) پہنچا دینا تھا۔

## ایک بستی کا واقعہ

اللہ تعالےٰ اپنے نبی کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سا[illegible] بیان فرمایئے جنھوں نے ان سے پہلے اپنے رسولوں کو ان کی طرح [illegible] [illegible]یہ کا ہے وہاں کے بادشاہ کا نام انطیخش تھا۔ اس کے باپ اور دادا کا بھی یہی نام تھا۔ یہ سب را[illegible] [illegible] پاس خدائے تعالےٰ کے تین پیغمبر آئے۔ صادق، صدوق اور شلوم خدا کے درود وسلام ان پر نازل ہوں [illegible] نے سب کو جھٹلا دیا۔ عنقریب یہ بیان بھی آ رہا ہے کہ بعض بزرگوں نے اسے نہیں مانا کہ یہ واقعہ انطاکیہ کا ہے [illegible] دو پیغمبر آئے انھوں نے انھیں نہ مانا۔ اُن دو کی تائید میں پھر تیسرے نبی آئے۔ پہلے دو رسولوں کا نام شمعون او[ر] [illegible]سل کا نام یولص تھا۔ ان سب نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس نے [illegible] کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ حضرت قتادہؒ بن دعامہ کا خیال ہے کہ یہ تینوں [illegible] ہوئے تھے۔ بستی کے ان لوگوں نے جواب [illegible] [illegible] طرف نہ آئے۔ ہاں اگر تم رسول ہوتے تو چاہئے تھا کہ تم فرشتے ہوتے۔ اکثر کفار نے یہی شبہ اپنے اپنے زمانے کے [illegible] سامنے پیش کیا تھا جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ الخ یعنی [illegible] رسول آئے اور انہوں نے جواب دیا کہ انسان ہمارے ہادی بن کر آئے۔ اور آیت میں ہے۔ قَالُوْٓا [اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ] مِّثْلُنَا الخ یعنی تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو۔ تمہاری کوشش صرف یہ ہے کہ ہمیں اپنے باپ دادوں کے [illegible] [illegible] جاؤ کوئی کھلی دلیل لے آؤ۔ اور جگہ قرآن پاک میں ہے وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِ[ذًا]

نے کہا کہ اگر تم نے اپنے جیسے انسانوں کی تابعداری کی تو تم یقیناً بڑے ہی ٹوٹے میں پڑ گئے۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آیت وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا الخ میں اس کا بیان ہے۔ یہی ان لوگوں نے بھی ان تینوں نبیوں سے کہا کہ تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو اور حقیقت میں خدا نے تو کچھ بھی نازل نہیں فرمایا، تم یونہی غلط کہہ رہے ہو۔ پیغمبروں نے جواب دیا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے سچے رسول ہیں اگر ہم جھوٹے ہوتے تو خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی سزا ہمیں خدائے تعالیٰ دیدیتا۔ لیکن تم دیکھو گے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں عزت عطا فرمائے گا اس وقت تم پر خود روشن ہو جائے گا کہ کون شخص باعتبار انجام کے اچھا رہا۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا الخ میرے تمہارے درمیان خدا کی شہادت کافی ہے وہ تو آسمان و زمین کے غیب جانتا ہے۔ باطل پر ایمان رکھنے والے اور خدا سے کفر کرنے والے ہی نقصان میں ہیں۔ سنو ہمارے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے، مانو گے تمہارا بھلا ہے۔ نہ مانو گے خود پچھتاؤ گے ہمارا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ کل اپنے کئے کا خمیازہ بھگتو گے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ

تکلیف پہنچے گی (رسولوں نے کہا کہ) تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم

قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ ۷

(خدا) حد (عقل و شرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو۔

ان کافروں نے رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت و خیریت تو ملی نہیں بلکہ اور برائی اور بدی پہنچی، تم ہو ہی بدشگون لوگ۔ جہاں جاؤ گے بلائیں برسیں گی سنو اگر تم ... اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت المناک سزائیں دیں گے۔ رسولوں نے جواب دیا ... تمہارے اعمال ہی برے ہیں اور یہی وجہ تم پر مصیبتیں آنے کی ہے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہی بات فرعونیوں ... علیہ السلام اور ان کی قوم کے مومنوں سے کہی تھی جب انہیں کوئی راحت ملتی تو کہتے ہم تو اس کے ... پہنچتا تو حضرت موسیٰ اور مومنوں کی بدشگونی پر اسے محمول کرتے جس کے جواب میں جناب باری ... طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی ان کی مصیبتوں کی وجہ ان کے اعمالِ بد ہیں جن کا وبال ہماری جانب سے انہیں ... نے بھی کہا تھا اور یہی جواب پایا تھا۔ خود جناب پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی ... بھی یہی کہا گیا جیسا کہ رب کا ارشاد ہے وَاِنْ تُصِبْهُمْ ... هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الخ ... ان کو کوئی نفع ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ تیری ... تو کہہ دے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان سے بات بھی نہیں سمجھی جاتی۔ پھر فرماتا ہے ... کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی تمہاری خیر خواہی کی تمہیں بھلی راہ سجھائی۔ تمہاری خدا کی توحید کی طرف رہنمائی کی ... تمہارے طریقے سکھائے۔ تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے۔ اور ہمیں اس طرح ڈرانے دھمکانے لگے اور خوف زدہ ... آئے حقیقت یہ ہے کہ تم مسرف لوگ ہو۔ حد و خداوندی سے تجاوز کر جاتے ہو ہمیں دیکھو کہ

تم ہم سے برائی مجھو بتلاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے۔ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۙ

اور ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا (اور) کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو۔

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(ضرور) ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں۔

## شہر کے اس کنارے سے

نقل ہے کہ اس بستی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہوں نے خفیہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان شخص جو اس بستی کے آخری حصے میں رہتا تھا جس کا نام حبیب تھا اور رسی کا کام کرتا تھا۔ تھا بھی بیمار جذام کی بیماری تھی۔ بہت سخی آدمی تھا جو کماتا تھا اس کا آدھا حصہ راہ اللہ خیرات کر دیا کرتا تھا دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر عبادت خدا کیا کرتا تھا اس نے جب اپنی قوم کے اس بد ارادے کو کسی طرح معلوم کر لیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا دوڑتا بھاگتا آیا [illegible] کہتے ہیں یہ بڑھئی تھے ایک قول ہے کہ یہ دھوبی تھے۔ عمر بن حکم فرماتے ہیں کہ یہ جوتی گانٹھنے والے تھے اللہ ان پر رحم [illegible] سمجھانا شروع کیا کہ تم ان رسولوں کی اطاعت کرو۔ ان کا کہا مانو۔ ان کی راہ چلو۔ دیکھو تو [illegible] ے، یہ تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے [illegible] ں سے تمہیں خدا کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی [illegible] راہ پر چل رہے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہیے اور ان کی اطاعت کرنی چاہیے لیکن [illegible] تھی بلکہ انھیں شہید کر دیا رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَرْضَاهُ۔

(الحمد للہ کہ تفسیر ابن کثیر کا بائیسواں پارہ ختم ہوا)